دورِ سوم

کلامِ حال

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کسو کریگا حفاظت مری خدا میرا
رہوں جو حق پہ مخالف کرینگے کیا میرا

خدا کے در سے اگر میں نہیں ہوں بیگانہ
تو ذرّہ ذرّہ عالم سے ہے آشنا میرا

مری حقیقتِ ہستی یہ مشتِ خاک نہیں
بجا ہے مجھ سے جو پوچھے کوئی پتا میرا

انھیں ہے عقل جو محتاجِ غیر ہے ہر دم
مجھے ہے عشق کہ جو خود ہے رہنما میرا

غرور انھیں ہے تو مجھکو بھی ناز ہے اکبر
سوا خدا کے سب اُنکا ہے اور خدا میرا

دل مرا جس سے بہلتا کوئی ایسا نہ ملا
بت کے بندے ملے اللہ کا بندا نہ ملا

بزمِ یاران سے پھری بادِ بہاری مایوس
ایک سر بھی اُسے آمادۂ سودا نہ ملا

گل کے خواہان تو نظر آئے بہت عطر فروش
طالبِ زمزمۂ بلبلِ شیدا نہ ملا

واہ کیا راہ دکھائی ہے ہمیں مرشد نے
کر دیا کعبے کو گم اور کلیسا نہ ملا

رنگ چہرے کا تو کالج نے بھی رکھا قائم
رنگِ باطن میں مگر باپ سے بیٹا نہ ملا

سید اُٹھے جو گزٹ لیکے تو لاکھوں لائے
شیخ قرآن دکھاتے پھرے پیسا نہ ملا

ہوشیار و تمین تو ایک اک سے سوا ہین اکبر
مجھکو دیوانون مین لیکن کوئی تجھسا نہ ملا

عنایت تجلیے مین ترم ہین نا آشنا ہونا
غضب ہاین یہ ادائین دم ہی بھر مین کیا سے کیا ہونا

بتون کے پہلے بندے تھے سو کہتے اب ہین خادم
ہمین ہر عہد مین مشکل رہا ہے با خدا ہونا

ہر امحتاج ہونا تو مری حالت سے ظاہر ہے
مگر ہان دیکھنا ہے آپ کا حاجت روا ہونا

جو وقت ہے وہ یہ ہی دل نہین ہے میرے کہتے ہین
مجھے تسلیم ہے ارشاد واعظ کا بجا ہونا

خدا بنتا تھا منصور اسلیئے مشکل یہ پیش آئی
نہ کھنچتا دار پہ ثابت اگر کرتا خدا ہونا

بچاتا ہے ہزارون کفر سے اے واعظ ناداں
بلائے دام گیسوے بتان مین مبتلا ہونا

مجھے جوش طبیعت سے ہوا شوق گناہ آخر
عجب کیا ناز سکھلائے اگر اون کو خفا ہونا

صفات حق تعالی فہم منکر مین نہین آتے
وہ کہتا ہے کہ گویا کچھہ نہ ہونا ہے خدا ہونا

خدا اُن سے ملائے تو نہایت ہی خوش آئیگا
نیا عہد وفا بندہ ہٹنا گذشتہ کا گلا ہونا

طریق مغربی کی کیا ہی روشن ضمیری ہے
خدا کو بھول جانا اور مجوبا سوا ہونا

دلیل خود بین سے پوچھتی ہے کہ ہم مسلم اگر خدا کیا
دل اُسکے عاشق سی کہہ رہا ہے کہ اُسکے ہوتے یہ یا سو کیا

نہ کچھہ تکلف نہ کچھہ بناوٹ جو بات تھی ولین خدا نے کہدی
اگر وہ مانین تو پھر بلا ہی اگر نہ مانین تو پھر گلا کیا

کبھی لرزتا ہون کفر سے مین کبھی ہون قربان بے دلی پر
خدا کے دیتا ہون واسطے جب تو پوچھتا ہے وہ خدا کیا

جو تمہارے لب جان بخش کا شیدا ہوگا
اُٹھہ بھی جائیگا جہان سے تو مسیحا ہوگا

وہ تو موسی ہوا جو طالب دیدار ہوا
پھر وہ کیا ہوگا کہ جس نے تمہین دیکھا ہوگا

قیس کا ذکر مری شان جنون کے آگے
اگلے وقتون کا کوئی بادیہ پیما ہوگا

آرزو ہے مجھے اک شخص سے ملنے کی بہت
نام کیا لین کوئی اللہ کا بندا ہوگا

لعل لب کا ترے بوسہ تو مین لیتا ہون مگر
ڈر یہ ہے خون جگر ہجر مین پیتا ہوگا

غنچۂ دل کو نسیم عشق نے وا کر دیا
مین مریض ہوش تھا مستی نے اچھا کر دیا

شانِ محبوبی صانع کا نشان رکھا ہے یہہ
ورنہ کیا تھا جس نے دل مین درد پیدا کر دیا

دین سے اتنی الگ حدِّ فنا سے یون قریب
اسقدر دلچسپ پھر کیون رنگ دنیا کر دیا

موت سے غفلت جوانی مین تو لذت دے گئی
ہان مگر پیری مین اسنے مجھکو رسوا کر دیا

کیا مرِا اک دل کو خوش کرنے پہ وہ قادر نہین
ایک کُن سے دو جہان کو جس نے پیدا کر دیا

بے تمہارے دیکھے اب دم بھر بھی چین آتا نہین
سچ بتاؤ جانِ جان تم نے مجھے کیا کر دیا

سب کے سب باہر ہوئے۔ وہم و خرد ہوش و تمیز
خانۂ دل مین تم آؤ ہم نے پردا کر دیا

ہو طلب کامل تو بس نعمت اسی کا نام ہے
بھوک نے نانِ جوین کو من و سلوی کر دیا

یوسفِ معنی کے جلوؤن کو دکھا کر عشق نے
میری بیداری کو بھی خوابِ زلیخا کر دیا

ق

شاہدِ بزمِ ازل نے اک نگاہِ ناز سے
عشق کو اس انجمن مین مسند آرا کر دیا

شورِ شیرین کا مزا رکھا سرِ فرہاد مین
قیس کو دیوانۂ اندازِ لیلی کر دیا

گردنِ پروانہ مین ڈالی کمندِ شوقِ شمع
رنگِ گل کو دیدۂ بلبل کا پھندا کر دیا

ذوقِ نظارہ سے جانون کو ملایا خاک مین
گردشِ چشمِ بتان سے حشر برپا کر دیا

جس نے یہ سب کچھ کیا اکبر ہین تم سی کیا کہون
اس نے مجھکو کیا کیا دل کو مرے کیا کر دیا

نعت

دُرفشانی نے تری قطرون کو دریا کر دیا
دل کو روشن کر دیا آنکھون کو بینا کر دیا

خود نہ تھے جو راہ پر اورون کے ہادی بن گئے
کیا نظر تھی جس نے مُردون کو مسیحا کر دیا

بے غرض ہو کر مزے سے زندگی کٹنے لگی
ترکِ خواہش نے ہمارا بوجھ ہلکا کر دیا

رنگ اُڑانا اہلِ یورپ کا تو ہے اکبر محال
مُفت اپنے آپ کو تم نے تماشا کر دیا

ارسطو سے نہ پوچھ اے ہمنشین خاصیتِ الفت
نقاب انکے رخِ رنگین سے اٹھا مین محفل مین
ہٹایا زلف کو انکے رخِ رنگین سے گلشن مین
ہو لاکر چھوٹی امیدیں دلون کو خون کرتے ہو
یہ ملنے ہی سے اکثر رنج بھی ہو جاتے ہین پیدا

مجھے معلوم ہے حسن سے اثر مہلک مزا اچھا
کھلایا گل یہ تونے واہ اے بادِ صبا اچھا
نہ یہ طرزِ ادا اچھی نہ یہ شوقِ جفا اچھا
جو سچ پوچھو تو ملنے سے نہ ملنے کا گلا اچھا

ابھی بیمار ہین سب کر رہے ہین قول و عہد کیسے
اسی کوچے مین پھر پہنچینگے ہونے دو ذرا اچھا

تصوف کی پیا تکو ہوش ستے روح آشنا پایا
جوانی چھن گئی حسرت رہی بالی ستانے کو

معانی کچھ نہ سمجھا پر قیامت کا مزا پایا
عروسِ دہر سے دل لگا کر تجھسے کیا پایا

ہے کام ترا ساقی اک جام پلا دینا
مستون کو حقیقت کا ایک جلوہ دکھا دینا

بادہ کو بہلا دینا یا مین کو مٹا دینا
موجِ مئے وحدت کو آئینہ بنا دینا

ہجر مین خون جگر آخر کو پینا ہی پڑا
قلبِ انسان مین کبھی پڑ جاتی ہے اک نیک بات
وضع انکی دیکھکر لازم ہوئی قطعِ امید
تجربے کے بعد نسخے سے کیا آخر گلا سے
دل ہی کا تھا ہو نہ ہو بھی تھرا سے شرمایا ہی خوب

موت بھی آئی نہین مجبور جینا ہی پڑا
حسب پڑا لیکن تمہارے دل مین کہنا ہی پڑا
کل ستم کی چل رہی تھی منہ کو سینا ہی پڑا
لکھنے مین تیرے عارض کا پسینا ہی پڑا
شیخ کو لیکن تری مجلس مین پینا ہی پڑا

الفتِ احمد ہے تکمیلِ ایمان ہی ضرور
راہِ حق جوئی مین اے اکبر مدینا ہی پڑا

اردو مین وزنِ قاآنی کا نمونہ

تصور اسکا جب بندھا تو پھر نظر مین کیا رہا
نہ بحثِ این و آن رہی نہ شور رہا نہ دار رہا

زبان خلق پر بس اک فسانۂ فنا رہا
نہ ہم رہے نہ دل رہا نہ دل کا مدعا رہا
نئے بنا سے ساز عیش چرخ نے سدا اگر
فنا کی دھن پہ مستقل جہان بے بقا رہا

پردا توڑا آپ نے اُس بت کو آیا کر دیا
خود پہ ہی تھی ایسا اُسے پریون کا سایا کر دیا
کر گئے تھے حضرت سید عقیدون کو درست
چرخ نے رسمون کا ہی آخر صفایا کر دیا
کم ہوئی آخر بصارت روشنی مین لمپ کی
بڑھ گئی ہو کچھ بصیرت تو جلایا کر دیا
ہم کو زیر آسمان ہو کر گزرنا ہی پڑا
منزل ہستی مین لٹنے کو ٹھہرنا ہی پڑا
موت کے عشوون کے آگے ناز منطق کچھ نہ تھا
دل کو مذہب کے قدم پر سر کا دھرنا ہی پڑا
جانتی تھی قوت اپنی مدت عمر ہیچ
بحر مین لیکن حبابون کو ابھرنا ہی پڑا

خوان فلک پہ جو ملے شکر کے ساتھ کر قبول
غم کی شکایتین ہین کیا آیا ہے پیش کھا بھی جا
ساغر مے ہے سامنے شیخ سے کہہ رہے ہین پیا وہ
دیکھتا کیا ہے ہر طرف مرد خدا چڑھا بھی جا
اے دل باتمیز و ہوش حرم کا کام یان نہین
لطف فریب حسن اُٹھا فقر و تمین اُنکے آ بھی جا

بنائے کار جہان کو حباب ہی دیکھا
ہمیشہ ہم نے یہان انقلاب ہی دیکھا
ہم انقلاب کے شایق نہین زمانے مین
کہ انقلاب کو بھی انقلاب ہی دیکھا

وفا مین ثابت قدم نکلنا فدائی عشق حبیب ہونا
یہ کامیابی ہے عاشقی کی یہی تو ہے خوش نصیب ہونا
ادھر وہی طبع کی نزاکت اُدھر زمانہ کی آنکھ بدلی
بڑی مصیبت شریف کو ہی امیر ہو کر غریب ہونا
عطا ہوئی ہو اگر بصیرت تو ہے یہ حالت مقام حیرت
خدا سے اتنا بعید رہنا خودی سے اتنا قریب ہونا
رسول اکرم کی ہسٹری کو پڑھو تو اوّل سے تا بہ آخر
وہ آپ ثابت کریگی اپنا عظیم ہونا عجیب ہونا
جو دل پہ گزرے گی کرون گذارش بغیر پیچیدگی و سازش
فقیہ ہونے کی ہے نہ خواہش نہ چاہتا ہون ادیب ہونا
رہ طلب ہی بس مقدم شکستہ دل اور چشم پُرنم
نہین موثر کچھ اسمین ہمدم امیر ہونا غریب ہونا
نظر کر انکی طرف ادب سے تو پھیر دین تیرے دلکو سب سے
عجب نہین عاشقان رب سے ظہور کار عجیب ہونا

جو ملگیا وہ کھانا داتا کا نام جپنا
اسکے سوا بتاؤن کیا تم سے کام اپنا

روتا تو ہے اسیکا کوئی نہین کہ سکا
دنیا ہے اور مطلب مطلب ہی اور اپنا

اے برہمن ہمارا تیرا ہے ایک عالم
ہم خواب دیکھتے ہین تو دیکھتا ہی سپنا

یہ دھوم دھام کیسی یہ شوق نمود کیسا
بجلی کو دل کی صورت آتا نہین تڑپنا

بے عشق کے جوانی کٹتی نہین مناسب
کیونکر کہون کہ اچھا ہی جیٹھ کا نہ تپنا

نفس کے تابع ہوئے ایمان رخصت ہو گیا
وہ زمانے ہین کیسے مہمان رخصت ہو گیا

مے انھون نے پی اب انکے پاس دل کیونکر لگے
جانور اک رہ گیا انسان رخصت ہو گیا

فرق ظاہر ہو گیا جب سے قلم اور تیغ کا
دل مین انشا کا جو تھا ارمان رخصت ہو گیا

کہدیا تھا مین نے کٹ جائین جو ناقص شعر ہون
یہ نتیجہ تھا کہ کل دیوان رخصت ہو گیا

عقل کو کچھ نہ ملا علم مین حیرت کے سوا
دل کو بھایا نہ کوئی رنگ محبت کے سوا

آئیگی تجھکو نظر صانع عالم کی جھلک
سامنے کچھ نہ رکھ آئینہ فطرت کے سوا

ترے الفاظ نے کر رکھے ہین پیدا دفتر
ورنہ کچھ بھی نہین اللہ کی قدرت کے سوا

حسب فرمایش خاص

جلوہ نظر آیا نہین اے یار تمہارا
تڑپا ہی کیا طالب دیدار تمہارا

پڑھنے تو دو زار دو اثر جذبۂ دل کو
قایم نہین رہنے کا یہ انکار تمہارا

دم بھر کیلیئے آکے اُسے شکل دکھا جاؤ
مہمان دم چند ہے بیمار تمہارا

ہر دم نظر شوق کیا کرتا ہون تم پر
ہر وقت مین رہتا ہون گنہگار تمہارا

صدمے شب فرقت کے اُٹھائے نہین جاتے
اب موت کا طالب ہے طلبگار تمہارا

عازم ہو تم ای حضرت دل کوے بتان کے
اللہ رہے یار و مددگار تمہارا

کس ناز سے کہتا ہے شب وصل وہ ظالم
برہم نہ کرے گیسوؤن کو پیار تمہارا

اکبر کی تمناؤن سے کہتا ہے یہہ گردون
اس دور سے اُٹھنے کا نہین بار تمہارا

تکیے مین مطلبین رہنا ہرا د شوار تھا
بت تو اچھے تھے برہمن در پئے آزار تھا

اکبر مرحوم کستنا تجو د سرشار تھا
ہوش ساری عمر اُسکی زندگی پہ بار تھا

نزع مین آئی تجلی روئے جانان کی نظر
زہر سمجھے تھے جسے وہ شربت دیدار تھا

دل ہی دل مین ہو لیے مست مئے منصور ہم
شرع مین رخنے کا خطرہ تہا نہ خوف دار تھا

خانہ تن کی خرابی کا نہین کرتا رنج کیا
گوہر جان پر فقط اک گرد کا انبار تھا

رنگ گلزار جہان کا قدردان مجھسا تہا کون
جو گل رنگین تھا میرے ہی گلے کا ہار تھا

فسون بت سے بچا بند یا ب دیر رہا
خدا نے فضل کیا طفل دل بخیر رہا

تعجب آتا ہے اُن کے مذاق پہ مجھکو
چمن خزان مین بھی جنکا محلّ سیر رہا

فسانے رہ گئے اکبر کی بت پرستی کے
نہ بت رہے نہ برہمن رہے نہ دیر رہا

نہ کتابون سے نہ کالج کے ہے در سے پیدا
دین ہوتا ہے بزرگون کی نظر سے پیدا

جو خرد مند ہین وہ خوب سمجھتے ہین یہ بات
تیر خدا ہی وہ نہین ہے جو ہو ڈر سے پیدا

رنج دنیا سے بہت مضطرب الحال تہا یہ
دل مین تسکین ہوئی مذہب کے اثر سے پیدا

یہ بت پنہان نہین ہوتے خدا ظاہر نہین ہوتا
غنیمت وہ زمانہ ہے کہ مین کافر نہین ہوتا

ستم ناوک بھی ای صیاد کیا ہی روح پرور ہے
کہ تیر اُسکا مسلسل رہتا ہے۔ آخر نہین ہوتا

علوم دنیوی کے بحر مین غوطے لگانے سے
زبان گو صاف ہو جاتی ہے دل طاہر نہین ہوتا

تری چشم فسونگر کا اشارہ ہے یہ نرگس سے
فقط نظارہ کرنے سے کوئی ساحر نہین ہوتا

نہ خلق اُسکی خبر لیتی نہ عقل اُسکی مدد کرتی
خدا جبتک کسی کا حافظ و ناصر نہین ہوتا

حضور قلب اگر حاصل نہین تجھکو تعجب کیا
خدا جب دل سے غایب ہو تو دل حاضر نہین ہوتا

یہ حق گوئی ہے اکبر کی کہ ہے جسکا اثر اتنا
فسوں کیسا مسلمان آدمی ساحر نہیں ہوتا

یہ سست ہے تو پھر کیا وہ تیز ہے تو پھر کیا
ٹیٹو جو ہے تو پھر کیا انگریز ہے تو پھر کیا

رہتا کسی سے دب کر ہے امن کو ضروری
پھر کوئی فرقہ ہیبت انگیز ہے تو پھر کیا

رنج و خوشی کی سب میں تقسیم ہے مناسب
بابو جو ہے تو پھر کیا چنگیز ہے تو پھر کیا

ہر رنگ میں ہیں پاتے بندے خدا کے روزی
ہے پینٹر تو پھر کیا رنگریز ہے تو پھر کیا

جیسی جسے ضرورت ویسی ہی اُسکی چیزیں
یاں تخت ہے تو پھر کیا واں میز ہے تو پھر کیا

حق سے اگر ہے غافل ہرگز نہیں ہے عاقل
ہنری جو ہے تو پھر کیا پرویز ہے تو پھر کیا

مفقود ہیں اب اسکے سننے سمجھنے والے
میرا سخن نصیحت آمیز ہے تو پھر کیا

کیسی ہی سلطنت ہو سب خوش نرہ سکینگے
گر ترک ہے تو پھر کیا انگریز ہے تو پھر کیا

منزل وہی ہے جسکو نبیوں نے ہے بتایا
اسٹیم ہے تو پھر کیا مہمیز ہے تو پھر کیا

گھر کا چراغ دیکھو یعنی کہ دل سنبھالو
کوئی انار دم بھر گلریز ہے تو پھر کیا

اسلام و حق کے حامی ہرگز نہیں ہیں ہم تم
حرص و غرور حسرت انگیز ہے تو پھر کیا

دونوں ہی مر رہے ہیں دونوں کا حشر ہوگا
ٹیٹو جو ہے تو پھر کیا انگریز ہے تو پھر کیا

وہ حجاب اُنکا آج تک نہ گیا
نہ گیا اُنکے دل سے شک نہ گیا

اک جھلک اُنکی دیکھ لی تھی کبھی
وہ اثر دل سے آج تک نہ گیا

کیا ٹھہرتا ہمارے آگے غیر
دیکھئے آخرش کسک نہ گیا

میخانۂ رفارم کی چکنی زمین پر
واعظ کا خاندان بھی آخر پھسل گیا

کیسی نماز بال میں ناچو جناب شیخ
تم کو خبر نہیں کہ زمانہ بدل گیا

یہ پاس اور وہ پاس نہ موجد نہ اہل زر
اخبار میں جو چھپ گئے ارمان نکل گیا

فطرت میں سلسلہ ہے کمال و زوال کا
گھٹنا ہے بدر کا تو ہے بڑھنا ہلال کا

پرتو جو اس مین ہے ترے حسن و جمال کا
عالم ہے شیفتہ مرے رنگ خیال کا

نظارہ کر رہا ہون بت بے مثال کا
شان خدا ہے ساتھ شباب و جمال کا

ہم اپنے فقر مین بھی ہین اک آن بان سے
کملی ہماری رنگ دکھاتی ہے شال کا

اس حسن پہ کون میرے سوا ہو فریفتہ
گاہک مین ہی ہون ہند مین لندن کے مال کا

رکھنا پڑا ہی اس بت کافر سے میل جول
الفت مین فرض ہے بت کافر کی اتباع
موقع نہین ہے بحث حرام و حلال کا

دور فلک مین چاند کی قسمت بھی خوب ہے
ہے بس عروج خاتمہ اسکے زوال کا

اک عکس ناتمام یہ عالم کو وجد ہے
کیا پوچھنا ہے آپ کے حسن و جمال کا

ماضی[لہ] تو ختم ہو چکا مستقبل آئیگا
ممکن نہین بیان کرون حال حال کا

بلبل کی شاخ گل پہ نہ باقی رہے نظر
نشو و نما جو دیکھ لے اس نونہال کا

طریق عشق مین مجکو کوئی کامل نہین ملتا
گئے فرہاد و مجنون اب کسی سے دل نہین ملتا

بھری ہے انجمن لیکن کسی سے دل نہین ملتا
ہمین مین آ گیا کچھہ نقص یا کامل نہین ملتا

پرانی روشنی مین اور نئی مین فرق اتنا ہے
انہین کشتی نہین ملتی انہین ساحل نہین ملتا

پہونچنا داد کو مظلوم کا مشکل ہی ہوتا ہی
کبھی قاضی نہین ملتے کبھی قاتل نہین ملتا

حریفون پر خزانے ہین کھلے یان ہجر گیسو ہے
دہان پہ بل ہے اور یان سانپ کا بھی بل نہین ملتا

یہ حسن و عشق ہی کا کام ہے شبہ کرین کس پہ
مزاج انکا نہین ملتا ہمارا دل نہین ملتا

چھپایا ہے سینہ و رخ دلستان ہاتھون سے کروٹ مین
مجھے سوتے مین بھی وہ حسن سے غافل نہین ملتا

حواس اہل ہوش گم ہین بحر عرفان الٰہی مین
یہی دریا ہے جس مین موج کو ساحل نہین ملتا

کتاب دل مجھے کافی ہے اکبر درس حکمت کو
مین اسپنسر سے مستغنی ہون مجھسے مل نہین ملتا

ہستی حق کے معانی جو مرا دل سمجھا
اپنی ہستی کو اک اندیشۂ باطل سمجھا

وہ شناور ہون جو ہر موج کو ساحل سمجھا
وہ مسافر ہون جو ہر گام کو منزل سمجھا

لہ یعنی زمانہ ماضی ۱۲

حضرت دل کو چڑھا آیا مین بت خانے مین
اُنکے انداز سے اُنکو اسی قابل سمجھا

ہوئی دنیا مین مرے جوش جنون کی تکریم
ترے دیوانے کو عاقل نے بھی کامل سمجھا

کافری سہل نہ تھی عشق بتان کھیل نہ تھا
بخدا مین تو اسی سے اسے مشکل سمجھا

ان نگاہون کے اشارون سے طبیعت تڑپی
ان اشارون کے معانی کو مراد دل سمجھا

ضعف سے مین جو گھٹا اور بڑھا اوسکا ستم
یان زبان ہل نہ سکی وہ متحمل سمجھا

اوترا دریا مین پئے غسل جو وہ غیرت گل
شور امواج کو مین شور عنادل سمجھا

کفر و اسلام کی تفریق نہین فطرت مین
یہ وہ نکتہ ہے جسے مین بھی مشکل سمجھا

شیخ نے چشم حقارت سے جو دیکھا مجھہ کو
بخدا مین اُسے اللہ سے غافل سمجھا

حسن نے ناز کیے عشق کی تکمیل ہوئی
نہ نظر آپ کی سمجھی نہ مراد دل سمجھا

آپ دیکھین مجھے اور مین نہ کرون یاد خدا
موت سے آپ نے ایسا مجھے غافل سمجھا

وہ بھی نافہم ہے جو خضر کا طالب ہوا
وہ بھی نادان ہے جو خضر کو منزل سمجھا

نہ کیا یار نے اکبر کے جنون کو تسلیم
مل گئی آنکھہ تو کچھہ سوچ کے عاقل سمجھا

مہربانی ہے عیادت کو جو آتے ہین مگر
کسطرح اُن سے ہمارا حال دیکھا جائیگا

دفتر دنیا اُلٹ جائیگا بالکل یک قلم
ذرہ ذرہ سب کا اصلی حال دیکھا جائیگا

آفیشل اعمال نامہ کی نہ ہوگی کچھہ سند
حشر مین تو نامۂ اعمال دیکھا جائیگا

چپ رہے طاعون سے تو اہل غفلت بول اُٹھے
اب تو مہلت ہے پھر اگلے سال دیکھا جائیگا

تذکرہ صاحب نسب ناسے وہ وقت آیا ہے آہ
بے اثر ہوگی شرافت مال دیکھا جائیگا

رکھہ قدم ثابت نہ چھوڑ اکبر صراط مستقیم
خیر چل جانے دے اُنکی چال دیکھا جائیگا

سینے کا زخم آہ کی سختی سے چھل گیا
اچھا ہوا مزا تو محبت کا مل گیا

ایسے ستم کئے کہ مرا قلب ہل گیا
اور اسطرح کہ سینہ کا ہر داغ چھل گیا

تیرا پتا چمن کو صبا سے جو مل گیا
بلبل کو وجد آگیا غنچہ بھی کھل گیا

تعلیم مذہبی کا خلاصہ یہی تو ہے
سب مل گیا اُسے جسے اللہ مل گیا

ہوتا ہے انبساط غذائے لطیف سے
غنچے کو دیکھیے کہ ہوا کھا کے کھل گیا

کس نے نگاہ ناز سے دیکھا ہے اسطرف
فریاد کر رہا ہے جگر ہائے دل گیا

خوش قسمتی پہ اپنی بجا ہے کروں جو ناز
اپنے ہی دل میں مجھکو مرا رب بھی مل گیا

کھلتا نہیں کہ شیخ سے اکبر نے کیا کہا
آیا تھا جوش دل سے مگر مضمحل گیا

وہ شعلہ شوق کا سینے میں مشتعل نہ رہا
تری نظر نہ رہی اور مرا وہ دل نہ رہا

ملا جو خانہ تن خاک میں تو ملنے دو
یہ رنج کیا ہے کہ زندان اب و گل نہ رہا

چودھویں منزل میں وہ ماہ خوش اقبال آگیا
صبر و تقویٰ پر جو بھاری ہو وہی سال آگیا

الفت گیسو نے آخر دی مری دل کو شکست
ہائی کیا انمول شیشہ تھا مگر بال آگیا

عالم فطرت یہی میری نظر بھی اے حکیم
فرق یہ ہے تجھکو عقل آئی مجھے حال آگیا

دعوی علم و خرد میں جوش تھا اکبر کو رات
ہوگیا ساکت مگر جب ذکر اقبال آگیا

وہ مطرب اور وہ ساز وہ گانا بدل گیا
نیندیں بدل گئیں وہ فسانا بدل گیا

رنگ رخ بہار کی زینت ہوئی نئی
گلشن میں بلبلوں کا ترانا بدل گیا

فطرت کے ہر اثر میں ہوا ایک انقلاب
پانی فلک پہ کھیت میں دانا بدل گیا

حد شہر عافیت کی نئی طرز پر بنی
وہ چوکیاں بدل گئیں تھانا بدل گیا

اس گوہر نایاب سی واقف نہیں دنیا
آسان نہیں دل کا مرے دام لگانا

خوب آتا ہے صاحب کو خود اک بات کا کرنا
اور بات پڑے جب تو مرا نام لگانا

زلف نے پرتو دین نام کو رہنے نہ دیا
آخر اس لام نے اسلام کو رہنے نہ دیا

دو مرادین جو لین چار تمنائین کین
سہمنے خود قلب مین آرام کو رہنے نہ دیا

موت کو بھول گیا دیکھکے جینے کی بہار
دل نے پیش نظر انجام کو رہنے نہ دیا

نور عرفان عقل کے پردے مین پنہان ہو گیا
ہوش مین آنا حجاب روئے جانان ہو گیا

بتکدے مین شور ہے اکبر مسلمان ہو گیا
بیوفاؤن سے کوئی کہدے کہ ہان ہان ہو گیا

انتشارِ اہل معنی فیض سے خالی نہین
بوئے خوش پھیلی اگر غنچہ پریشان ہو گیا

باعثِ تسکین نہ تھا باغ جہان کا کوئی رنگ
جس روش پر مین چلا آخر پریشان ہو گیا

خواب راحت بنگیا خوف خدا بعد فنا
حشر مین حسن عمل گلزار رضوان ہو گیا

اُنکی صورت دیکھکر آنے لگی یادِ خدا
نور رخ اُن کا چراغ راہ عرفان ہو گیا

دونون کو تشبیہ دی تھی عارض محبوب سے
آئینہ حیرت مین آیا گل پریشان ہو گیا

تیغ کھینچی اُس نے ممنون توجہ ہم ہوئے
حسن وہ افسون ہے جس سے ظلم احسان ہو گیا

ترک دنیا سے ہوئی جمعیت خاطر نصیب
حال میرا گو کہ ظاہر مین پریشان ہو گیا

طاقتِ فریاد بھی مجھہ مین نہ باقی رہ گئی
ظلم کرنا آپ کو مجھہ پر اب آسان ہو گیا

خوانِ الوانِ فلک پر کیا مسرت ہو مجھے
گور کا لقمہ ہوا جو اُس کا مہمان ہو گیا

فرقتِ جانان مین کیسی خوشدلی ای ہمنشین
انبساطِ طبع نذرِ رنج ہجران ہو گیا

صورتِ ظاہر مین دل اک قطرۂ خون تھا فقط
آگیا جب جوش مین معنی کا طوفان ہو گیا

جس ہستی کہتے ہین وہ کہتا ہے کہ یہ سب وہم ہے
اب ہمارا حال بھی خواب پریشان ہو گیا

بس یہی دولت مجھے دی تو نے اے عمر دراز
سینہ اک گنجینۂ داغ عزیزان ہو گیا

اور عالم مین ہیا ہون مین ای فاتحہ خوان بعد مرگ
مین نہ تھا وہ جسم جو مٹی مین پنہان ہو گیا

بڑھ گئی سوزش جو تجھ بن گل کھلے گلزار مین
زخم دل کے حق مین ہر غنچہ نمکدان ہو گیا

دیا اہلِ بصیرت فیض ساقی نے مجھے
ساغر مے آفتاب اوجِ عرفان ہو گیا

اک نظر کا ہے تعلق اس جہان سے ہوش کو
سب کا سب اک جنبشِ مژگان مین پنہان ہو گیا

دیکھتا مشروط دین ہوتا تو تو ہوتا بت پرست
کچھ نہ دیکھا اسکی برکت سے مسلمان ہو گیا

درد نے جا اس بت کی اک سوزِ پنہان ہو گیا
لِلّٰہ الحمد اب مرا دل بھی مسلمان ہو گیا

جلوۂ حسنِ بتان آشوبِ دوران ہو گیا
اللہ اللہ آفتِ دینِ مسلمان ہو گیا

اشکِ خون آلودہ آنکھون مین نمایان ہو گیا
رنگِ خون اب صاف آنکھون مین نمایان ہو گیا
دیکھیے دل بھی شریکِ چشمِ گریان ہو گیا

اُسنے پوچھا ہو گیا آسودہ بوسہ لے کے تو
مینے ناحق کہدیا جلدی مین جی ہان ہو گیا

سر بھی کہا جائیگا ظالم جان بھی کہا جائیگا
سخت مشکل ہے کہ ناصح میرا مہمان ہو گیا

انقلابِ دہر دیکھو بنگیا آقا غلام
قصر کا مالک جو تھا اب اُس کا دربان ہو گیا

دیکھنے سے شوق پیدا شوق سے پیدا طلب
آفتِ دل آنکھ تھی دل آفتِ جان ہو گیا

قبلِ ہستی ان عوارض سے بری تھا دل مرا
اس سفر مین مبتلاے دین و ایمان ہو گیا

عظمتِ خالق نہ سمجھا قدرِ دل اُسنے نہ کی
جو پئے لذت مطیعِ نفس و شیطان ہو گیا

پوچھتے کیا ہو اصولِ مذہبِ رندانِ عشق
یار کا ارشاد اُنکا دین و ایمان ہو گیا

میری قسمت تھی کہ ہر تنہا بنا بانگِ عسس
بخت دشمن تھا کہ خوابِ چشم دربان ہو گیا

اس توقع سے کہ تیرے پیرہن مین صرف ہو
ماہِ نو بھی چرخ پر شکلِ گریبان ہو گیا

اُس لبِ شیرین کے بوسون نے کیا شیرین سخن
لی زبان اُنکی جو منہ مین مین زباندان ہو گیا

کی ترقی چشمِ بد دور ایسی اپنے رنگ مین
اکبر اب مسند نشینِ بزمِ رندان ہو گیا

کر گئی کام نگاہِ مس پرفن کیسا
بچ چلے دیر و حرم شیخ و برہمن کیسا

اُسکو چکر ہی رہا اور یہ خدا تک پہنچا
دلِ پرسوز جو ہاتھ آئے تو انجن کیسا

اصل سے ہو کے جدا نشو و نما کی اُمید
مجھکو حیرت ہے کہ بوڑھو ں مین بچپن کیسا

خدا کی ہوتے ہیتو تکو پوچھون نہین تہا مطلق گمان ایسا
مگر تمہین دیکھکر تو واللہ آچلا مجھکو وہم ہان ایسا

وہ چھت پہ بے پردہ سو رہے ہین فلک قمر سے یہ پوچھتا ہے
بتا تو تیری نظر سے گذرا ہی کوئی خورشید جوان ایسا

بھلا ہی دیتی ہو جسکو دنیا مشا ہی دیتا ہو جسکو گردون
عبث ہو انسان چاہتا ہی جو نام ایسا نشان ایسا

بھرا ہوا دل جو ذوق سے ہو خدا کی یاد آتشین شوق سحر
وہانکے جلوونکا پوچھنا کیا کہین ایسا مکان ایسا

دل و جگر کو فراق بت مین حوالۂ چشم تر کرونگا
کبھی کسی نے کیا نہ ہوگا کنارۂ گنگ دان ایسا

دنیا کے مباحث یہ مری نظرون مین ہین کیا
اتنا تو کوئی پہلے بتائے کہ تجھے مین کیا

توسکیئے اگر وقعت عاشق نہین دل مین
یہ کونسی سیکھی ہے زبان آپ نے تین کیا

زلف پیچان کا تصور مجھے کرتا ہی نہ تہا
ہوگئی مفت طبیعت مین اک الجھن پیدا

شرم کی جا ہے نہ ہو دل مین جو داغون کی بہار
سینۂ خاک ہی کر لیتا ہے گلشن پیدا

میری ہر بات کا رخ ہے طرف عارض یار
میرے ہر شعر سے ہین معنی روشن پیدا

دیدہ و دل سے کھٹکتے رہو ہر دم اکبر
دوستون ہی مین سے ہو جاتے ہین دشمن پیدا

کوئی ہے دہر مین خون جگر کہین پیتا
کوئی زمانے مین ہے شیر و انگبین پیتا

مین انکے بزم سے اٹھ آیا قبل دور شراب
محل شرم تھا کہتا کہ مین نہین پیتا

سرور روح ہے حاصل ولائے حیدر سے
مین جام کوثر و تسنیم یون ہی نہین پیتا

نہ ملتی پیٹے کو دنیا مین قوت پرواز
اگر یہ خون کسی کا یہ اہ کہین پیتا

ہر ایک قطرہ کے بدلے مین دیتا اک دانہ
تری طرح کوئی پانی جو اے زمین پیتا

جھپکتے کیون ہو۔ جو ہوتا ہے اعتراض اکبر
جواب کیون نہین دیتے بہت نہین پیتا

شکایت جوش الفت سی ہوئی تھی ابھی حسین پیدا
تعجب ہے اگر اُس سے ہوئی چین جبین پیدا

فریب عقل ظاہر بین ہیں یہ سب ورنہ ای اکبر

ہمین فانی ہمین باقی ہمین پنہان ہمین پیدا

مری تقریر کا اُس مین یہ کچھہ قابو نہین چلتا — جہان بندوق چلتی ہے وہان جادو نہین چلتا
کھر باندہی ہی یارون نے جو راہ حب قومی مین — وہ بولے تو نہین چلتا وہ بولے تو نہین چلتا
کہا پیر طریقت نے اکڑکر اپنی ہمت سے — یہی منزل ہے جسمین شیخ کا ٹٹو نہین چلتا
لطیف الطبع سا لکھی چاہیئے فیاض طینت کی — چمن سے بے ہوا کے کاروان بو نہین چلتا

ستم دور گردون کے سہہ جاؤن گا — جو گزریگی دل پر وہ کہہ جاؤن گا
دعا ہے کہ مرکر بھی رہ جاؤن کچھہ — وگرنہ یو نہین مرکے رہ جاؤن گا

ہمیشہ آپ کے آگے مین دست بستہ رہا — مگر دل آپ کے قابو مین تھا شکستہ رہا
ذرا تو بچتہ شریفون کو باغ دہر مین دیکھہ — انھین کا حال ہر اک سے زیادہ خستہ رہا

جناب شیخ سے جاکر ذرا اللہ کہدینا — کہ گمراہی تھی مجھسے رند کو گمراہ کہدینا
بہت مشکل ہے بچنا بادہ گلگون سے خلوت مین — بہت آسان ہے یارون مین معاذ اللہ کہدینا
مرے خط مین سلام اغیار کو قاصد یہ کیا معنی — نہایت رنج ہے اسکا مجھے واللہ کہدینا
تمہاری مرحبا سے شعر کی ہو جائیگی عزت — نہ نکلے واہ دل سے تو زبانی واہ کہدینا

اگرچہ تسکین طبع است ہے حب قومی مین آہ کرنا — مفید تر ہے مگر دلون کو رجوع سوئے اللہ کرنا
وفا کا وعدہ ہے چشم پوشی ہمیشہ تاہم دنگاہ کرنا — حضور نے کیا ثواب سمجھا ہے منتظر کو تباہ کرنا
یہ کس سے سیکھا ہے تیری آنکھون نے اس بلا کی نگاہ کرنا — بنائے دین کو خراب کرنا دلون کو اتنا تباہ کرنا
کہینگے تمہیں ذات پر ہو نشان دو یا نیا نشان دو — تو تم کے آگے ہے سخت مشکل خدا کو اپنا گواہ کرنا
نئی ادا یہ نہین فلک کی سدا سے اسکا یہی ہے شیوہ — کسی کو حد سے سوا بڑہانا کسی کو بالکل تباہ کرنا
کہا جو مین نے نہ توڑ دل کو تجھے مناسب ہے دلنوازی — تو ہنسکے بولا کہ سہل ہوگا دل شکستہ مین راہ کرنا
جہان صورت کا ذرہ ذرہ جمال معنی کا آئینہ ہے — مگر انھین کو جو دیکھتے ہین جو جانتے ہین نگاہ کرنا
کہے کوئی شیخ سے یہ جاکر کہ دیکھئے آکے بزم سید — یہ رونق اور یہ چہل پہل ہو تو کیا بڑا ہے گناہ کرنا

وہ دور چرخ آرہا ہے اکبر کہ اہل تقویٰ ہیں زار و مضطر
بزرگ بھی طفل دل کو اپنے سکھا رہے ہیں گناہ کرنا

مجکو نہ کبھی اُس بتِ دلخواہ نے چاہا
اب میں بھی نہ چاہونگا جو اللہ نے چاہا

ساتھ اُنکا نہ چھوڑا کسی حالت میں بھی اُسنے
شعروں کو مرے خوب ہی اس واہ نے چاہا

خوشی سے باخبر مٹنے پہ راضی ہو نہیں سکتا
خیال دین و عزت امر ماضی ہو نہیں سکتا

عمل بیجا اگر ہو روکنا واجب ہے اکبر کو
اُمیدوں پر مگر کچھ حکم قاضی ہو نہیں سکتا

جس روشنی میں لوٹ ہی کی آپ کو سوجھے
تہذیب کی میں اُس کو تجلی نہ کہونگا

لاکھوں کو مٹا کر جو ہزاروں کو اُبھارے
اُسکو تو میں دنیا کی ترقی نہ کہونگا

ہے غضب جلوہ دیر فانی کا
پوچھنا کیا ہے اُسکے بانی کا

دیدہ ہے محو دیر فانی کا
دل ہے مشتاق اُسکے بانی کا

جان دیدی غم حسینان میں
حق ادا کردیا جوانی کا

خوب جی بھر کے ہو لیے بدنام

کرتے ہیں مجھسے غیر کا شکوہ
شکر ہے اُنکی مہربانی کا

دل میں سوزش ہے آنکھ میں آنسو
عشق ہے کھیل آگ پانی کا

غور کر کیا ہے زندگی کی بنا
سوچ ۔ کیا حق ہے اُسکے بانی کا

نہ ملا خاک میں عمل اپنے
شوق رکھ فیض آسمانی کا

ہوش بھی بار ہے طبیعت پر
کیا کہوں حال ناتوانی کا

قتل سے پہلے سے ہے کلو اقاحم
شکر ہے اُنکی مہربانی کا

ق

شیخ درگور و قوم در کائچ
رنگ ہے دور آسمانی کا

انجن آیا نکل گیا اُن سے
سُن لیا نام آگ پانی کا

بات اتنی اور اوس پہ یہ طومار
غل ہے یورپ پہ جانفشانی کا

علم پورا ہمیں سکھائیں اگر
تب کریں شکر مہربانی کا

یوں مری طبع سے ہوتے ہیں معانی پیدا
جیسے ساون کی گھٹاؤں سے ہو پانی پیدا

کیا غضب ہے نگہ مست میں بادہ فروش
شیخ فانی میں ہوا رنگ جوانی پیدا

یہ جوانی کہ جسے پاتا ہے جنون جس سے ظہور
یہ نہ سمجھو کہ جنون سے ہے جوانی پیدا

بیخودی میں تو یہ جھگڑے نہیں رہتے اے ہوش
تو نے کر رکھا ہے اک عالم فانی پیدا

کوئی موقع نکل آئے کہ بس آنکھیں ملجائیں
راہیں پھر آپ ہی کر لیگی جوانی پیدا

ہر تعلق مرا سرمایہ ہے اک ناول کا
میری ہر بات سے ہے ایک کہانی پیدا

جنگ سے جرم محبت ہے خلاف تہذیب
ہو چکا ولولۂ عہد جوانی پیدا

کھو گئی ہند کی فردوس نشانی اکبر
کاش ہو جائے کوئی ملٹن ثانی پیدا

جو ناصح مرے آگے بکنے لگا
میں کیا کرتا منہ اسکا تکنے لگا

محبت کا تم سے اثر کیا کہوں
بدن چھو گیا آگ سی لگ اٹھی
نظر مل گئی دل دھڑکنے لگا

رقیبوں نے پہلو دبایا تو چپ
میں بیٹھا تو ظالم سرکنے لگا

جو محفل میں اکبر نے کھولی زبان
گلستاں میں بلبل چہکنے لگا

نظام عالم بتا رہا ہے کہ ہے کوئی اسکا بنانیوالا
ظہور آدم دکھا رہا ہے کہ دل میں ہے کوئی آنیوالا

نسیم مستانہ چل رہی ہے چمن میں پھر رت بدل رہی ہے
صدا یہ دل سے نکل رہی ہے وہی ہے گل کھلانیوالا

خودی کو گم کر چکا ہوں اب خوشی و غم سے کیا مطلب
تعلق ہوش ہی چھوڑا تو پھر عالم سے کیا مطلب

قناعت جسکو ہے وہ رزق مایحتاج پر خوش ہے
سمجھ جسکو ہے اسکو بیش و کم سے کیا مطلب

جسے مرنا تھا وہ حشر تک کی فکر میں الجھے
بدلتی ہے اگر دنیا تو بدلے ہم سے کیا مطلب

مری فطرت میں مستی ہے حقیقت بین ہے دل میرا — مجھے ساقی کی کیا حاجت ہے جام جم سے کیا مطلب
خود اپنی ریش میں اُلجھے ہوئے ہیں حضرت واعظ — بھلا اُنکو بتوں کے گیسوئے پُر خم سے کیا مطلب
نئی تعلیم کو کیا واسطہ ہے آدمیت سے — جناب ڈارون کو حضرت آدم سے کیا مطلب

صدائے سرمدی سے مست رہتا ہوں صدا اکبر
مجھے نغموں کی کیا پروا مجھے سرگم سے کیا مطلب

خدا کے منکر نہیں ہیں غافل کہاں کے پیر اور امام صاحب — انھیں کے در پہ جھکی ہے خلقت سلام صاحب سلام صاحب
کہاں کی پوجا نماز کیسی کہاں کی گنگا کہاں کا زمزم — ڈٹا ہے ہوٹل کے در پہ ہر اک ہیں ہی دو ایک جا صاحب
ق
ہزار سمجھاتے ہیں وہ سب کو کہ سب نہیں نامدار ہوتے — کرو خموشی و نیک بختی سے جا کے تم گھر کا کام صاحب
مگر نہیں مانتا ہے کوئی ہر اک کی یہ التجا ہے اُنسے — مجھے بھی تم چھاپ دو کہیں پر مرا بھی ہو جائے نام صاحب
مری تمہاری نہیں نبھیگی سدھارتا ہوں نہیں اب یہاں سے — سلام صاحب سلام صاحب سلام صاحب سلام صاحب

اے جانِ جہاں حور نہ اچھی نہ پری خوب — ہے بہر نگاہوں میں تری جلوہ گری خوب
تشبیہ میں دونگا اِسے رفتار صنم سے — واللہ تری چال ہے اسے کبک دری خوب
یوں ترچھی نگاہوں سے مجھے قتل بھی کرنا — پھر صاف مُکرنا کہ میں ہوں اس سے بری خوب
کھلتا ہے مرا غنچۂ دل آہ سحر سے — عاشق کیلئے ہے یہ نسیم سحری خوب
منہ کھول کے سویا ہے وہ گل صحن چمن میں — لطف آج اُٹھائے گی نسیم سحری خوب

سچ یہ ہے کہ واعظ مجھے بھاتا ہے نہ اکبر
وہ خبط ہے اچھا نہ یہ شوریدہ سری خوب

کہتے ہیں فطرت جسے یہ ہے نقاب روئے دوست — ہے اسی پردے میں پنہاں آفتاب روئے دوست
ہے وہ فطرت خرد افروز و حکمت خیز ہے — ہے جنون انگیز لیکن آب و تاب روئے دوست
دیکھ لی جسنے جھلک اُسکی وہ پہنچا دار پر — زینت منبر ہوا محو حجاب روئے دوست

ذوق معنی ہو تو اے اکبر نظر آگے بڑھا

عالم نیچر تو ہے لوح کتاب روئے دوست

ماہ نو بھی نہیں چمکا تری ابرو کی طرح
نکہت گل بھی نہ نکلی تری خوشبو کی طرح

کونسی تیغ ہے تیغ خم ابرو کی طرح
کہ اشاروں ہی میں چل جاتی ہو جادو کی طرح

وہ ادا کی کہ قضا آگئی خودداری کی
وہ نظر کی کہ اثر کر گئی جادو کی طرح

گل میں وہ شوخی رنگ رخ محبوب کہاں
سرو میں لوچ کہاں اُس قد دلجو کی طرح

مجھکو دم بھر بھی زمانے میں نہیں چین نصیب
مضطرب شیشۂ ساعت میں ہوں بالو کی طرح

حسن میں کب ہے قمر کو تری مانند ثبات
کبھی عارض کی طرح ہے کبھی ابرو کی طرح

نہ جنبش ہے نہ یہ نوک پلک ہے اُس میں
قطع میں گو ہے ہلال آپ کے ابرو کی طرح

کم بضاعت کو جو یک ذرہ بھی ہوتا ہی فروغ
خود نمائی کو وہ اُڑ چلتا ہے جگنو کی طرح

دل کا میلان یقینی ہے سخن میں جو ہو وزن
طبع سنجیدہ کا سامع ہے ترازو کی طرح

کیا کہوں شوق شہادت کو میں تجھسے قاتل
روز افزوں ہے ترے قوت بازو کی طرح

خالی از لطف نہیں آنکھ چرانا اون کا
فرحت افزائے نظر ہے رم آہو کی طرح

گلشن عشق میں ہے اشک اگر جو سے رواں
خوشنما آہ بھی ہے سرو لب جو کی طرح

ہر زمیں میں ہی ترا مضمون ہے مطلوب ایاز دوست
کہیں ہو ہو کی طرح ہے کہیں کو کو کی طرح

نیچی نظروں سے مرے دل کو وہ کرتے ہیں شیدا
ظلم پوشیدہ کیا کرتے ہیں جادو کی طرح

فرحت انگیز تو ہے ولولہ انگیز نہیں
نکہت گل بھی نہیں ہے تری خوشبو کی طرح

رنگ گل سے بھی سوا شوخ ہے تو رنگ میں یار
مگر افسوس کہ آوارہ بھی ہے بو کی طرح

ہمسر اُس طرۂ مشکیں کی نہیں کوئی بلا
کوئی فتنہ نہیں اُس نرگس جادو کی طرح

لگ گئے میرے دل روشن کی جو دیکھا تو کہا
کیا گلے میرے یہ پڑ جائینگے جگنو کی طرح

جام ہے غیر کو دیں نہ کروں گا شکوہ
رنج کی بات ہے پی جاؤں گا آنسو کی طرح

سر جھکا فکر میں بیٹھ اپنی حقیقت کھلجائے
حق نما کون ہے آئینۂ زانو کی طرح

رشک آتا ہے جو تکیہ پہ وہ سر رکھتے ہیں
صاحب جس نہ کہیں ہو سرے زانو کیطرح

نام کر جاتے ہیں دنیا میں جو خوش قسمت ہیں
کوئی مجنون کی طرح کوئی ارسطو کیطرح

واعظا تیری زبان پہ ہے مذمت مے کی
یہ سخن تیرا گلوگیر ہوا اُچھو کیطرح

ہو اشارون کا اگر اہل نظر کے تابع
خلق آنکھوں پہ جگہ دے تجھے ابرو کیطرح

گلشن دہر میں اکبر کا کلام رنگین
کھلگیا گل کی طرح پھیل گیا بو کیطرح

اظہار مدعا میں کرونگا اسیطرح
وہ پیش آئیں اچھی طرح یا بُری طرح

چاہونگا تخلیہ نہ زیادہ بٹھاؤن گا
تشریف لائیے بھی تو حضرت کسی طرح

دل ہو وفا پسند نظر ہو حیا پسند
جس حسن میں یہ وصف ہو وہ ہے خدا پسند

توڑون پہ تیرے جھومنے لگتی ہے شاخ گل
بیجا ہے تیرا ناچ سمجھ اسکی حیا پسند

پھرتی ہے ارض آفتاب کے گرد
بندہ چکر میں ہے بتان کے گرد

نہیں ٹلتا ہزار اسے ٹالو
عشق رہتا ہی ہے شباب کے گرد

شعلہ رو یون ہین گھومین سوختہ دل
آنچ لگتی رہے کباب کے گرد

کون مستی مری سنبھالے گا
مین تو جاتا نہیں شراب کے گرد

وقت بہار گل دلم از ہوش دور بود
موج نسیم دشمن شمع شعور بود

میگفت دوش قصۂ شوقت زبان دل
ہر حرف او حکایت موسیٰ و طور بود

یک جلوہ کرد صورت پروانہ سوختم
آرے ہمین علاج دل ناصبور بود

خوش بود آن زمان خودی از خود جدا شدست
ہوشم بخواب بود و دلم در حضور بود

یکساعتے حضور ہی ادا چنین گذشت
من بیخبر بودم و ہمہ ناز و غرور بود

بیدل مشو بگفتۂ منکر کہ او زجہل
وہمش بگفت انچہ بچشم تو نور بود

اکبر بہ پیش پیر مغان کرد اعتراف
غوغاۓ من بہ خلق ہمہ مکر و زور بود

(مصرعہ اول کی ترمیم کرنی پڑی اگرچہ بہت مبہم ہو گیا)

فسردگی ہوئی پیدا اُس انتشار کے بعد
ہزار حیف کہ فالج گرا بخار کے بعد

کہا جو مین نے کہ دل چاہتا ہے پیار کرون
تو مسکرا کے وہ کہنے لگے کہ پیار کے بعد؟

بہت ہی بگڑے وہ کل مجھسے پہلی بوسہ پہ
خموش ہو گئے آخر کو تین چار کے بعد

گیا شباب تو اب آئینہ مین کیا دیکھون
وہ لطف ہی نہ رہا باغ مین بہار کے بعد

نہ بھول اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا اے اکبر
خدا سکون بھی دیگا اِس اضطرار کے بعد

مذاق درد ہے دل کو مرے ہے آہ پسند
عجب نہین اسی کر لے تری نگاہ پسند

خدا کا شکر دیا اُسنے مجھکو بوسۂ لب
کسے نصیب یہ حلوا ہے بادشاہ پسند

محل طعن نہین ہے ہماری مے خواری
ہنر کے حکم مین ہے عیب بادشاہ پسند

یہ بے اصولی و لغزش بُری ہے سالک کو
خدا کے واسطے تم کرلو ایک راہ پسند

نہ حلق سر کا ہے سودا مجھے نہ تیر تصد کا
بتون سے گو کہ مین کرتا ہون رسم و راہ پسند

خدا پرست بنائیگا کیا وہ لٹریچر
کرے جو طبع کو بے قید اور گناہ پسند

گناہ سخت بتون سے ہے مدعا طلبی
غضب یہ ہے کہ مجھے ہے یہی گناہ پسند

ق

فلاسفی کو ہے مرغوب طبع الا اللہ
طریق سینٹفک کو ہے لا الہ پسند

رہا رسول کا درجہ سو وہ تو ہے قانون
کرے حریف اُسے ناپسند خواہ پسند

اب اسکے آگے ہے جو کچھ گروہ بندی ہے
ہر اک کو اپنی ہی نسبت ہے واہ واہ پسند

ملحدان را ہمہ اوصاف و ثنا ہا خوانند
مومنان را بخر استند بہ دشنامے چند

غیرت دین بہ فروشند بہ یک غمزۂ کفر
چشم پوشند ز ملت پے خودکامے چند

روح خود را چو سپردی بہ غلامی حریف
چہ کنی ناز بہ نامے و بہ خداے چند

پختہ وضعے کہ خدا عقل و تمیزش داد است
قدمے ہم نہ نہد در رہ این خامے چند

ورد این نغمۂ حافظ کن و خوش باش اکبر
ہان تو از بادۂ شیراز بزن جامے چند

اے گدایان خرابات خدا یار شماست | چشم انعام مدارید ز انعامے جنت

دلا لے چل ہمین سوئے محمدؐ | دکھا دے جنت کوئے محمدؐ
شب عاشق ہین گیسوئے محمدؐ | خدا کا نور ہے روئے محمدؐ
چمن قرآن ہی ہر لفظ اُسکا ہے گل | نہان ہر گل مین ہے بوئے محمدؐ
مشام جان معطر ہو رہا ہے | زہے سودائے گیسوئے محمدؐ
محمدؐ پھول ہین واعظ صبا ہین | کہ پھیلاتے پھرین بوئے محمدؐ
یہ مژدہ اہل عالم کو سنا دو | بھری رحمت سے ہے خوئے محمدؐ
خدا کے گھر سے ہے الحاق اسکو | یہ دیکھو رفعت کوئے محمدؐ
درود او سپر ملائک بھیجتے ہین | توجہ جسکی ہو سوئے محمدؐ
ہوئی زائل جہان سے ظلمت کفر | پڑا جب پرتو روئے محمدؐ
ہوئے دلدوز تیر الفت حق | کھنچی جب قوس ابروئے محمدؐ
مشور نور وحدت سے ہوا دل | نثار پرتو روئے محمدؐ

خدا کا پیار ہے اُس دل پہ اکبر
کشش جس دل کی ہے سوئے محمدؐ

آتا ہے وجد مجھکو ہر دین کے ادا پر | مسجد مین ناچتا ہون ناقوس کی صدا پر
اے برہمن کہون گا ہر پیر کو مین مائی | موقوف کچھ نہین ہے گنگا و تر بدا پر
پڑ جائے آتے جاتے شاید نگاہ سلطان | جو راہ سے الگ ہے افسوس اُس گدا پر

مجھے ہمنشین ملا کیا انھین حال دل سنا کر | وہ کہہ اُٹھے ساری باتین مرے دشمنون سے جا کر
مری زندگی ہو کیونکر جو تو بیخبر ہو مجھ سے | نہ ہو شوق اگر وفا کا تو مین خوش ہون تو جفا کر
مرا یار مہ جبین ہے خوش ادا ہے نازنین ہے | مگر اسکا کم یقین ہے کہ جیون گا اُسکو پا کر
کرو شوق سے محبت مگر ایک بات سن لو | کسی اور کام کے پھر نہ رہو گے دل لگا کر

نظر آیا چاند پھیکا تو چھپک گئے ستارے
شب ماہ بھی نہ چمکی جو تو نکلا جگمگا کر

موقوف کچھ نہیں ہے فقط مے پرست پر
زاہد کو بھی ہے وجد تری چشم مست پر

عزت ملی ہے شرکت کونسل کی شیخ کو
غازہ مل گیا ہے رخ فاقہ مست پر

رندان پختہ کار کو موسم کی قید کیا
موقوف میکشی نہیں ماہ اگست پر

بلبل کی شاخ گل کی نمو پہ نگاہ ہو
میری نظر ہے تاک ہی کے داربست پر

پھیکا ہے رنگ مے ترے عارض کے سامنے
مستی ہی خود نثار ترے حسن مست پر

منظور مدح حسن ہے ہو یا نہ ہو کمر
موقوف شاعری نہیں اس نیست ہست پر

بند نقاب باندھتے ہیں مجھکو دیکھکر
اہل نظر کا صاد ہے اس بند و بست پر

چل پھر نے انکی آنکھوں کی مجھکو لبھا لیا
کیونکر نہ پیار آئے غزالوں کی جست پر

اس باوفا کو حشر کا دن ہوگا روز وصل
قایم رہا جو دہر میں عہد الست پر

ہے نشۂ غرور میں زاہد خراب تر
پھر کیا میں اعتراض کروں مے پرست پر

اکثر مرے عزیز نئی روشنی میں ہیں
رحمت خدا کی چاہونگا اب مے پرست پر

بجلی کو ہاتھ آگیا تیری ہنسی کا طرز
غنچوں کو رشک کیوں نہو اس تیز دست پر

گو حافظے کو یاد نہو قصۂ ازل
ہم تو جمے ہوئے ہیں قرار الست پر

ہے قافیہ زمین و شمرین کا ملا ہوا
کیوں اعتراض ہے مری موزون نشست پر

لینے دے بوسہ مجھے نہ تو تین پانچ کر
میں نے سمجھ لیا ہے حساب اسکا جانچ کر

بوسہ لبوں کا لیتا ہوں میں مجھکو مے پلا
حلوا بنا رہا ہوں ذرا تیز آنچ کر

نظر انکی رہی کالج میں بس علمی فوائد پہ
گرا کیں چپکے چپکے بجلیاں دینی عقائد پر

بس اصل کار دین تو صرف تسبیح و قناعت ہے
عوام الناس باہم جنگ کرتے ہیں زوائد پر

بہت ہی کم پائے اپنے عارف کلام باری سے ہم میں آکر
بھرے سے بگڑا ہے پیچ جو پوچھو عرب کا مذہب عجم میں آکر

اثر یہ تھا عیسوی نفس کا کہ زندہ ہوتا تھا جسم بیجان

یہان تو ہم مر رہے ہین لیکن بتاؤن تر ساکے دم مین آکر

جو پوشیدہ ضعف تن مین تھا عیان ہوا وہ ترے عمل سے

زبان واعظ مین تھی جو طاقت چھپی وہ میری قلم مین آکر

جو شوق مستی ہو دل کے اندر تو آپ سنیئے کلام اکبر

اگر ہو ذوق شراب و ساغر تو پیجیئے بزم جم مین آکر

معنوی تو ملینگے تمہین شیطان سے بہتر

ذی علم مصنف ہو رہے حامیٔ ملت

انسان اگر معرفت حق سے ہو غافل

مخلوق الٰہی مین عمل پر جو نظر کر

ہر حال مین ہے دل کے لیے حافظ و ناصر

یہ سچ ہے کہ جھکا نا ہے مخالف کی بھی گردن

سن لے جو تو مجھ سے بزرگون کی نصیحت

ہادی نہ ملیگا کوئی قرآن سے بہتر

ارمان نہین کوئی اس ارمان سے بہتر

کیا شک کہ بہائم ہین اس انسان سے بہتر

انسان سے بدتر ہے نہ انسان سے بہتر

دولت کوئی ممکن نہین ایمان سے بہتر

سن لو کہ کوئی شے نہین احسان سے بہتر

بہرہ کان جو اہر نہین اس کان سے بہتر

خدا نے عقل کی نعمت عطا کی مہربان ہوکر

کھلین وہ نرگسین آنکھین شب وصلت تپان ہوکر

کمال اس دام گیسو مین تھا یا کچھ نقص تھا دل مین

عطا کر قسمت تصنیف سعدی یا رب اس گل کو

ترا قد دیکھکر اے گل مین تجھکو سرو سمجھا تھا

مجھی سے سب یہ کہتے ہین کہ نیچی رکھ نظر اپنی

جھکا ہے جبین کو آستان یار پر مین سے

کمال انکی عنایت ہی تھا بیت مہربانی سے

ادا سے شکر کروایا نہ حسن بتان ہوکر

محبت کی نظر نے دی اجازت مجھکو ہان ہوکر

پھنسا آخر یہ کیونکر طائر عرش آشیان ہوکر

پھلے پھولے زبانین گلستان بوستان ہوکر

مگر تو سرو سے بھی بڑھ گیا آخر روان ہوکر

کوئی اُلٹے نہین کمانہ نکلو یون عیان ہوکر

سعادت ہی اگر رہیا سے سنگ آستان ہوکر

کہان آئین محلے مین انھین جانا یہان ہوکر

اگر اللہ دیتا قوت گفتار شمعون کو
تو وادِ ہمت پروانہ دیتین یک زبان ہو کر

ہوا سے نفس سے ہوکر الگ الفت مین مرجاتا
وہ حالت ہے کہ رہجاتی ہی زندہ داستان ہو کر

مجال گفتگو کس کو ہے اُنکے حسن کے آگے
زبانین بند کردین ان بتون نے بے زبان ہو کر

قریب ختم تھی مجلس کہ آنکلے ادہر وہ بھی
غرض واعظ کی محنت رہگئی سب رائگان ہو کر

بیہ ارشاد آپکا بالکل بجا ہے حضرتِ واعظ
مگر مین کیا کہون کچھہ بن نہین پڑتی جوان ہو کر

نگاہین مل گئین تھین میری اُنکی رات محفل مین
یہ دنیا ہے ... بس اتنی بات .. پہیلی داستان ہو کر

بہت مشکل ہوا ہے ختم کرنا مجھکو نامے کا
وفورِ شوق ہے رکتا نہین خامہ روان ہو کر

بچہری قسمت ہوا کی آپکی زلفون کے صدقہ مین
پریشان ہوکے اُٹھی بہتی چلی عنبر فشان ہو کر

بنو گے خسروِ اقلیمِ دل شیرین زبان ہو کر
جہانگیری کریگی یہ ادا نورِ جہان ہو کر

دلون کا قرب حاصل کیجیئے راحت رسان ہو کر
نفس نے سینہ مین جا پائی ہے آرامِ جان ہو کر

غریبون سے لپٹ جاتی ہی دنیا فکرِ نان ہو کر
امیرون کے مقابل ہوتی ہی حسنِ بتان ہو کر

پئے ضبطِ محبت عقل مذہب مین ہوئی داخل
یہی وجہ عناد آخر نصیبِ دشمنان ہو کر

مجالِ گفتگو کس کو تھا کا جب پیام آیا
ہوئی خاموش آخر شمع بھی آتش زبان ہو کر

کسی نے خوب فرمایا اک اسلامی کمیٹی مین
نمازی ہین نہ دار درہگئی خالی اذان ہو کر

کرم تھا دوستون پر علم ایامِ گزشتہ مین
ستم ہے اس زمانے مین نصیبِ دشمنان ہو کر

جو دانشمند ہین وہ یون دعا دیتے ہین لڑکون کو
نہ ہو مکار پیری مین نہ ہو عاشق جوان ہو کر

جوانی کی دعا لڑکون کو ناحق لوگ دیتے ہین
یہی لڑکے مٹاتے ہین جوانی کو جوان ہو کر

پھنسایا چھوٹی باتون ہی مجھے دنیا نے غفلت مین
سُلایا مجکو اس مکار نے افسانہ خوان ہو کر

تمہین اوج و تعلی کا مزا مجکو تواضع کا
یہان تو خاکساری سے رہو تم آسمان ہو کر

بدی طینت کی چھپ سکتی نہین شیرین زبانی سے
دل اچھا ہو تو سمجھہ جاتی ہے شاید بدزبان ہو کر

زمین کی طرح جسنے عاجزی و خاکساری کی
خدا کی رحمتون نے اُسکو ڈہانکا آسمان ہو کر

ضعیفی زور پر آئی ہوئے بید سست و پا اکبر
کیا بچوں سے بدتر ہم کو پیری نے جوان ہو کر

روش ہو راست آزادانہ ساتھ اسکے تواضع بھی
چلو تم مثل تیر اکبر جھکو لیکن کمان ہو کر

خیال عزت مجنون نہ چھوڑا اسے دامن مجنون
نہین ہے ہوش اُسکو خود تو اڑ جا دھجیان ہو کر

نگین بے بہا تھا دل ضرورت تھی حفاظت کی
ترا نقش تصور آہین بیٹھا پاسبان ہو کر

مری زردی رخ کا ذکر ہے لبہائے جانان پر
مزا دیکھو کہ حلوے مین پڑا ہون زعفران ہو کر

بلندی مراتب سے تلون ہو گیا پیدا
بدلتے ہین ہزارون رنگ اب وہ آسمان ہو کر

اسی سے آشکارا ہے بلندی تیرے ایوان کی
پڑا ہے آسمان بھی تیرے در پر آستان ہو کر

بہت پچھتایا تلاش پیر کی دیکر صلاح انکو
ہوئے وہ اور بھی ظالم مرید آسمان ہو کر

ق

بہار آئی کھلے گل زیب صحن بوستان ہو کر
عنادل نے مچائی دہوم سرگرم فغان ہو کر

بچھا فرش زمرد اہتمام سبزۂ تر مین
چلی مستانہ وش باد صبا عنبر فشان ہو کر

عروج نشۂ نشو و نما سے ڈالیان جہومین
ترانے گائے مرغان چمن نے شادمان ہو کر

بلائین شاخ گل کی لین نسیم صبح گاہی نے
ہوئین کلیان شگفتہ رو نئے رنگین بتان ہو کر

جوانان چمن نے اپنا اپنا رنگ دکھلایا
کسی نے یاسمن ہو کر کسی نے ارغوان ہو کر

کیا پھولوں نے شبنم سے وضو صحن گلستان مین
صدائے نغمۂ بلبل اٹھی بانگ اذان ہو کر

ہوائے شوق مین شاخین جھکین خالق کی سجدہ کو
ہوئی تسبیح مین مصروف ہر پتی زبان ہو کر

زبان برگ گل نے کی دعا رنگین عبارت مین
خدا سرسبز رکھے اس چمن کو مہربان ہو کر

نگاہین کاملوں پر پڑ ہی جاتی ہین زمانے کی
کہین چھپتا ہے اکبر پھول پتون مین نہان ہو کر

بہار آئی ہے اک آئینۂ معنی نشان ہو کر
چمن مین بوئے گل پہیلی ہے تیری داستان ہو کر

خموشی مین جمال شاہد معنی نظر آیا
عبث آپ الجھے رہے لفظون مین ہم محو بیان ہو کر

شبنم سے پھولوں کا وضو کرنا..... آہا ہم تو مر مٹے
[illegible]

قیامت کیا ہے خلقت کو نہ صبر آیا جدائی پر
یہ فطرت خود بنیگی صور سرگرم فغان ہو کر

جو راہ معرفت مین کاروانِ دل قدم رکھے
تو ساری کائنات اُڑجائے گرد کاروان ہو کر

کیا اچھا جنھون نے دار پر منصور کو کھینچا
کہ خود منصور کو مشکل تھا جینا رازدان ہو کر

تری فرقت مین ساری عمر جو تکلیف اُٹھاتے ہین
اجل ایجان اُنھین کو آتی ہے آرام جان ہو کر

اشارہ زاہدانِ خشک سے ہے دخترِ رز کا
ولی بنیے مرید حضرت پیر مغان ہو کر

عجب کیا ہے جو دونون دن ہین ہیوٹی کو دنیا مین
چلے جب ہو کے رخصت آئی جس دن میہمان ہو کر

الگ رکھتی ہے فطرت ہوش کو ایسے مواقع پہ
کہ تا افشا نہ کر دے رازِ ہستی رازدان ہو کر

نمایان ہین ترے دامن کی بیلین کہکشان ہو کر
اِس اطلس کی زمین اے ماہ چمکی آسمان ہو کر

ہوا زرد الفتِ گلرو مین زار و ناتوان ہو کر
مرے باغ جوانی مین بہار آئی خزان ہو کر

مری نسبت یہ فرماتے ہین واعظ بدگمان ہو کر
قیامت ڈھائیگا جنت مین یہ بوڑھا جوان ہو کر

بہار عمر جب آخر ہوئی واپس نہین آتی
درخت اچھے کہ پھلتے ہین نئے سر سے جوان ہو کر

زبانین دیکھتی ہین آفت تقریر کو چپ ہین
نگاہین داستانین کہہ رہی ہین بے زبان ہو کر

ابھارا اسقدر اس عہد مین روشن خیالون نے
کہ چل نکلی زمین قایم مقام آسمان ہو کر

بنی آدم مین اتنے مہر طلعت ہو گئے پیدا

دکھا کر ابرو و مژگان نظر اُن کی یہ کہتی ہے
کسی سے کیون جھجکین ہم صاحب تیغ و سنان ہو کر

بٹھا رکھا ہے اُس نامہربان نے منتظر کرکے
خدا سے ہے مجھے اُمید اُٹھالے مہربان ہو کر

لطیف الطبع تیز و تند و رنگین و نشاط افزا
تمہین سے ہو گئی ہے دخترِ رز بھی جوان ہو کر

کیا افسردہ نافہمون نے مجھکو ہمنشین ہو کر
طبیعت رُک گئی افسوس معنی آفرین ہو کر

ہجوم یاس نے مطلق جگہہ باقی نہین رکھی
تمنا پھر گئی آخر مرے دل سے حزین ہو کر

ہر لحظہ دیکھتا ہون زمانے کی شان اور
گویا زمین اور ہے اور آسمان اور

دل اُس بت فرنگ سے ملنے کی شکل کیا
تیرا طریق اور ہے اُسکی ہے شان اور

کیونکر زبان ملانے کی حسرت بیان کروں
اُسکی زبان اور ہے میری زبان اور

اب شغل زندگی کے ہیں قانون ہی کچھ اور
کیسی غزل بیان تو ہے مضمون ہی کچھ اور

وہ جادوئے سخن ہے نہ وہ رنگِ انجمن
تہذیبِ مغربی کے ہیں افسون ہی کچھ اور

مائل نظر ہے زلف میں کج کلاہ پر
سونا چڑھا رہا ہوں میں تارِ نگاہ پر

اچھا ہوا مقابلۂ برقِ حسن و عشق
اون کو ہنسی جو آگئی عاشق کی آہ پر

یا شہید جلوۂ ساقی ہو یا مے خانہ چھوڑ
ہوش کی پروا نہ کر یا شیشہ و پیمانہ چھوڑ

دین بچنے کا نہیں ان صورتوں کے سامنے
یا پہن زنار اکبر یا درِ بتخانہ چھوڑ

جب مانتے ہو تم کہ خدا ہی ہے کوئی چیز
پھر کیوں نہیں کہتے کہ دعا بھی ہے کوئی چیز

واعظ نے کہا خوفِ خدا بھی ہے کوئی چیز
اُس بت نے کہا میری ادا بھی ہے کوئی چیز

کہتا ہے معالج کہ دوا کا بس اثر دیکھ
فریاد زبان سے کہ قضا بھی ہے کوئی چیز

پنہان ہین خموشی و تصور مین کمالات
لیکن اثرِ لفظ و صدا بھی ہے کوئی چیز

کھلتے ہوئے عقدے نظر آتے ہین ہزارون
معلوم ہوا عقدہ کشا بھی ہے کوئی چیز

بیساختہ آتی ہے مصیبت مین یہ لب پر
فطرت ہی کی جانب سے دعا بھی ہے کوئی چیز

معنی کو ضرورت نہین الفاظ کی اکبر
سب جانتے ہین حسنِ صدا بھی ہے کوئی چیز

کم سن ہو ابھی تجربہ دنیا کا نہین ہے
تم خود ہی سمجھ لوگے خدا بھی ہے کوئی چیز

تدبیر سدا راست جو آئی نہین اکبر
انسان کی طاقت کے سوا بھی ہے کوئی چیز

ہم مصلحتِ وقت کے منکر نہین اکبر
لیکن یہ سمجھ لو کہ وفا بھی ہے کوئی چیز

مین نے کہا کیون لاش پہ آقا کی ہے مرتا
ہوٹل کی طرف جا کہ غذا بھی ہے کوئی چیز

کتّے نے کہا ہو یہ جہالت کہ تعصب
لیکن مرے نزدیک وفا بھی ہے کوئی چیز

طبع کرتی ہے تیرے عشق کی تائید ہنوز
ان جفاؤن پہ بھی ٹوٹی نہین امید ہنوز

قصۂ شوق کو چھیڑا ہے ازل سے دل نے
خاتمہ پر مگر آئی نہین تمہید ہنوز

نہ خوشی ہوتی ہے دل کو نہ طبیعت کو اُبھار
پھر بھی سالانہ کیے جاتے ہین ہم عید ہنوز

اور کچھ اسکے سوا کر نہین سکتے ناصح
بس چلی جاتی ہے تعلیم کی تاکید ہنوز

کسقدر جارتجے سیدکے وہ اجزاے رقارم
عاما دسے رہے ہین قوم کو تبسر ید ہنوز

دل تو مدت سے ہی خاک در دیر اے اکبر
ہان زبان پر ہے مگر کفر کی تردید ہنوز

غم جانان سے ہین کرنے کا نہین جان عزیز
ہے سوا جان سے بھی مجھکو یہ مہمان عزیز

نگاہ اُس بت بیدین کی ہے شراب فروش
عجب نہین مجھے مستی کرے شباب فروش

کہا جو اُسنے کہ اب ہین پھرونگا بے پردہ
ہنہ اُسکا دیکھ کے بس رہ گئے نقاب فروش

اہل مذہب مین زیادہ تر ہے بس لفظی نزاع
ایک ہی مالک جہان کا ہے تو پھر کیسی نزاع

ایک ہے پریون کا قائل ایک کو انکار ہے
سب نزاعون مین جو ہے تو بس یہی اچھی نزاع

علم اگر ہوتا زیادہ اور ہوتی حرص کم
صلح رہتی بیشتر لوگون مین کم ہوتی نزاع

شیخ مائل ہوے ہین ساغر و مینا کی طرف
برہمن نشہ کی لائین گی کلیسا کی طرف

مین پھنسانے لگا کیون دام بلا مین دل کو
خود کھنچا جاتا ہے اُس زلف چلیپا کی طرف

دوستون نے اِنہین حضرت کو خضر سمجھا ہی
انکی جا ہین تو لیے جاتی ہین اعدا کی طرف

جوش گریہ ہے یہ کیون موسم پیری مین مجھے
لوگ جاڑون مین تو کم جاتے ہین دریا کی طرف

گنتی مین زیادہ نہین ہے قول مرا ایک
بیخوف مین کہتا ہون اُسے یعنی خدا ایک

تثلیث کے قائل نے بھی خالق کو کہا ایک
گنتی نین یہ سوئی مری ہیبت سے بجا ایک

کہتے ہو مسلمان ہین اللہ کے طالب
دس پانچ نہین مجھکو دکھا دو تو بھلا ایک

اللہ کی جانب متوجہ رہین احباب
صحت ہوگی شکستہ جو کہین رُخ نہ رہا ایک

یارب رہے جمعیت مسلم یونہی قایم
رُخ ایک رسول ایک کتاب ایک خدا ایک

پہونچی نگاہِ عقل رسا دور دور تک
لیکن نہ جا سکی کبھی اوجِ حضور تک

جامِ مئے الست سے ایسی تھی بیخودی
ہستی کا اپنی حس نہ ہوا نفخ صور تک

کھینچی ہے ہم پر اُس سفاک کی تیغ ستم اب تک
یہ کیا سچ ہے کہ ان زخموں پہ بھی زندہ ہیں ہم اب تک

ملت کو جو دیکھو تو نہیں حامی دین ایک
قوت کو جو پوچھو کہیں وہ دل بھی نہیں ایک

دل تم نے لیا دین لیا مال نہ چھوڑا
باقی ہے مرے پاس فقط جان حزین ایک

ہر ایک کو دو دو تم نے کیا تیغ ستم سے
اب رہ گئے ہو عرصۂ ہستی میں تمہیں ایک

کیا جانیئے سید تھے حق آگاہ کہاں تک
سمجھے نہ کہ سیدھی ہے مری راہ کہاں تک

منطق بھی تو ایک چیز ہے اے قبلہ و کعبہ
دے سکتی ہے کام آپکی واللہ کہاں تک

افلاک تو اس عہد میں ثابت ہوئے معدوم
اب کیا کہوں جاتی ہے مری آہ کہاں تک

کچھ صنعت و حرفت پہ بھی لازم ہے توجہ
آخر یہ گورمنٹ سے تنخواہ کہاں تک

مرنا بھی ضروری ہے خدا بھی ہے کوئی چیز
اے حرص کے بندو ہوس جاہ کہاں تک

تحسین کے لایق ترا ہر شعر ہے اکبر
احباب کریں بزم میں اب واہ کہاں تک

مل گیا شرع سے شراب کا رنگ
خوب بدلا غرض جناب کا رنگ

چلدیئے شیخ صبح سے پہلے
اُڑ چلا تھا ذرا خضاب کا رنگ

پائی ہے تم نے چاند سی صورت
آسمانی رہے نقاب کا رنگ

صبح کو آپ ہیں گلاب کا پھول
دوپہر کو ہے آفتاب کا رنگ

لاکھ جانیں نثار ہیں اس پر
ٹکٹکی بندھ گئی ہے بوڑھوں کی
جوش آتا ہے ہوش جاتا ہے
دیدنی ہے ترے شباب کا رنگ

رندِ عالی مقام ہے اکبر
بو ہے تقویٰ کی اور شراب کا رنگ

عزیزانِ وطن سے چھپ کے سوں سرو سے کیا حاصل
یگانوں میں رہو بیگانہ ہو کر اس سے کیا حاصل

نہ سحرِ چشمِ جاناں ہے نہ لطفِ غمزۂ ساقی
تو پھر صحنِ چمن میں دیدۂ نرگس سے کیا حاصل

نہ ہو ادراک خالق کا نہ اُبھرے شوق طاعت کا
تو ایسے ذہن سے اکبر اور ایسے حس سے کیا حاصل

گو چکا چوند کا عالم ہے نئی روشنی میں
ہے مگر پیشِ نظر عرش کا تارا اسلام

خوفِ حق الفتِ احمد کو نہ چھوڑا ای اکبر
منحصر ہے انھیں دو لفظوں پہ سارا اسلام

رغبت کفر سے اللہ بچائے سب کو
نور افگن رہے ہر سینہ میں پیارا اسلام

اُنکی خواہش مری نسبت ہو جو کچھ وہ جانیں
میں تو کرتا ہوں دعا لائیں تمھارا اسلام

اُنکے مضبوط جہازوں کی مددگار ہے آگ
میری ٹوٹی ہوئی کشتی کا سہارا اسلام

قرار نہیں ہے ذرا بھی مجھے یہ کیسی حیا ہے کہو تو صنم
اُٹھو بھی بس اب کرو نہ غضب گذر گئی شب خدا کی قسم

فراق کی شب نہ ہو گی سحر اجل سے کہو کہ آئے اِدھر
عذاب میں ہوں نجات ملی کہاں تلک یہ سہوں میں ستم

خوشی بھی ہوئی الم بھی ہوا مزے بھی ملے ستم بھی سہے
نکل چکی دل کی ساری ہوس نظر میں ہے اب سوادِ عدم

ہوئے ہیں مست مئے عاشقی کے جام سے ہم
خوشا نصیب چھٹے عاقلی کے دام سے ہم

نہیں کوئی شبِ تارِ فراق میں دل سوز
خموش شمع ہے خود جل رہے ہیں شام سے ہم

زمانہ جسکو مٹائے بھلائے خلق جسے
عبث ہے خوش ہوں جو ایسی نشان و نام سے ہم

خوشی بہت ہے جہاں میں ہمارے گھر بھی
ملول کیوں رہیں دنیا کے انتظام سے ہم

خوشامدی کو مبارک ہو رات دن چکر
یہاں تو رکھتے ہیں بس کام اپنے کام سے ہم

اخیر عمر میں آیا ہمیں خیالِ مآل
بہت دنوں میں ہوئے واقف اپنے کام سے ہم

گناہ کیا جو کہیں ہم بھی السلام علیک
کہ لطف اُٹھاتے ہیں اُس بت کی رام رام سے ہم

ہمیں ہے یاد وہ عہدِ الست اے غافل
بہل سکینگے نہ دنیا کی دھوم دھام سے ہم

چلا ہے فلسفہ لیکر ہمیں سوے ظلمات
بہت ہی تنگ ہیں اس اسپِ بےلگام سے ہم

خیالِ یار میں اُلجھا ہوا ہے تارِ نفس
کبھی نہ ہونگے رہا عاشقی کے دام سے ہم

جبین کے عشق سے آخر بچی نہ جان اپنی
تمام ہو گئے اِس ماہِ ناتمام سے ہم

اگر وہ کہتے ہیں املی تو ہم کہیں گے بہی
ضرور کیا ہے کریں بحث جا کے آم سے ہم

ملا نہ امن شبستانِ دہر میں دم بھر
چراغِ صبح رہے اس جہان میں شام سے ہم

اب اور چاہیے ٹیڈو کے واسطے کیا بات
یہی بہت ہے مشرف ہوے سلام سے ہم

نگاہِ پیرِ مغاں کہتی ہے مریدوں سے
رہِ سلوک میں واقف ہیں ہر مقام سے ہم

فلک کے دور میں ہارے ہیں بازیِ اقبال
اگرچہ شاہ تھے۔ بدتر ہیں اب غلام سے ہم

ہماری کوہ نوردی نہیں ہے بے معنی
کہ اُنس رکھتے ہیں اک کبکِ خوشخرام سے ہم

ہمیں ہلاک کریگا خیالِ ابروے یار
مفر نہ پائینگے اس تیغِ بے نیام سے ہم

سنا ہے حلّت بادہ کا ہو گیا فتوی
خدا نے فضل کیا بچ گئے حرام سے ہم

لیے ہیں ہاتھ میں نامہ کھڑا ہے چپ قاصد
پتا ہے گھر کا نہ واقف ہیں اُنکے نام سے ہم

اشارہ کرتی ہے ساقی کی چشمِ مست اکبر
کہ دو جہان کو بھلاتے ہیں ایک جام سے ہم

چھڑی اُٹھائی خموشی سے چل دیے اکبر
سفر میں رکھتے نہیں کام ٹیم ٹام سے ہم

دلِ مایوس میں وہ شورشیں برپا نہیں ہوتیں
اُمیدیں اس قدر ٹوٹیں کہ اب پیدا نہیں ہوتیں

مری بیتابیاں بھی جزو ہیں اک میری ہستی کی
یہ ظاہر ہے کہ موجیں خارج از دریا نہیں ہوتیں

وہی پریاں ہیں اب بھی راجہ اندر کے اکھاڑے میں
مگر شہزادۂ گلفام پر شیدا نہیں ہوتیں

یہاں کی عورتوں کو علم کی پروا نہیں بیشک
مگر یہ[1] شوہروں سے اپنے بے پروا نہیں ہوتیں

[1] یعنی ہندی عورتیں بھی اپنے شوہر کی مددگار ہیں۔

تعلق دل کا کیا باقی میں رکھوں بزم دنیا سے
وہ دلکش صورتیں اب انجمن آرا نہیں ہوتیں

ہوا ہوں اسقدر افسردہ رنگِ باغ ہستی سے
ہوائیں فصل گل کی بھی نشاط افزا نہیں ہوتیں

قضا کے سامنے بیکار ہوتے ہیں حواس اکبر
کھلی ہوتی ہیں گو آنکھیں مگر بینا نہیں ہوتیں

سانس لیتے ہوئے بھی ڈرتا ہوں
یہ نہ سمجھیں کہ آہ کرتا ہوں

انکا گھر چھوڑ کر کہاں جاؤں
دل ہی کے ساتھ میں ٹھہرتا ہوں

ہوں اسیرِ طلسمِ بحر فنا
نقش بر آب ہی میں بھرتا ہوں

بحر ہستی میں ہوں مثل حباب
مٹ ہی جاتا ہوں جب ابھرتا ہوں

اتنی آزادی بھی غنیمت ہے
سانس لیتا ہوں بات کرتا ہوں

لن ترانی نہیں ہے مانع عشق
میں ترے نام ہی پہ مرتا ہوں

آپ کیا پوچھتے ہیں میرا مزاج
شکر اللہ کا ہے مرتا ہوں

یہ بڑا عیب مجھ میں ہے اکبر
دل میں جو آئے کہہ گزرتا ہوں

شیخ صاحب خدا سے ڈرتے ہوں
میں تو انگریزوں ہی سے ڈرتا ہوں

فلسفی کو بحث کے اندر خدا ملتا نہیں
ڈور کو سلجھا رہا ہے اور سرا ملتا نہیں

معرفت خالق کی عالم میں بہت دشوار ہے
شہر تن میں جبکہ خود اپنا پتا ملتا نہیں

غافلوں کے لطف کو کافی ہے دنیاوی خوشی
عاقلوں کو بے غمِ عقبیٰ مزا ملتا نہیں

کشتیٔ دل کی الٰہی بحر ہستی میں ہو خیر
ناخدا ملتے ہیں لیکن باخدا ملتا نہیں

غافلوں کو کیا سناؤں داستانِ عشق یار
سونے والے ملتے ہیں درد آشنا ملتا نہیں

زندگانی کا مزا ملتا تھا جن کی بزم میں
انکی قبروں کا بھی اب مجکو پتا ملتا نہیں

صرف ظاہر ہو گیا سرمایۂ زیب و صفا
کیا تعجب ہے جو باطن باصفا ملتا نہیں

پختہ طبعون پہ حوادث کا نہین ہوتا اثر
کوہساروں مین نشانِ نقشِ پا ملتا نہین

شیخ صاحب برہمن سے لاکھ برتین دوستی
بے بھجن گائے تو مندر سے ٹکا ملتا نہین

ولہ

جسپہ دل آیا ہے وہ شیرین ادا ملتا نہین
زندگی ہے تلخ جینے کا مزا ملتا نہین

لوگ کہتے ہین کہ بدنامی سے بچنا چاہیئے
کہہ دو بے اسکے جوانی کا مزا ملتا نہین

اہلِ ظاہر جسقدر چاہین کرین بحث و جدال
مین یہ سمجھا ہون خودی مین تو خدا ملتا نہین

چل بسے وہ دن کہ یارون سے بھری تھی انجمن
ہائے افسوس آج صورت آشنا ملتا نہین

منزلِ عشق و توکل منزلِ اعزاز ہے
شاہ سب بستے ہین یان کوئی گدا ملتا نہین

بارِ تکلیفون کا مجھپر بارِ احسان سے ہے سہل
شکر کی جا ہے اگر حاجت روا ملتا نہین

چاندنی راتین بہار اپنی دکھاتی ہین تو کیا
بے ترے مجھکو تو لطف اے مہ لقا ملتا نہین

معنئ دل کا کرے اظہار اکبر کسطرح
لفظ موزون بہر کشف مدعا ملتا نہین

کسقدر رستے فیض ان دو نرون ہے آکا ہر بشر
بوئے گل کو دامن باد صبا ملتا نہین

فیضِ باطن سے بدولے عشق کا ہو جا مرید
اہل ظاہر کے ملائے تو خدا ملتا نہین

ڈھونڈھتے ہین لوگ اس دنیا مین اطمینان دل
کچھہ سہی لیکن داغ حسرت کے سوا ملتا نہین

تیشئہ وقعت کے کم ہونے کا ہے اکبر کو غم
آفیشل عزت کا اُسکو کچھہ مزا ملتا نہین

دل کی ہمدردی سے کچھہ تسکین ہوتی تھی مگر
اب تو اُس مظلوم کا بھی کچھہ پتا ملتا نہین

بیکسی میری نہ پوچھہ اے جادۂ راہ طلب
کاروان کیسا کہ کوئی نقش پا ملتا نہین

اسکو اربابِ طریقت مین کرون مین کیا شمار
آپ کی زلفون سے جسکا سلسلہ ملتا نہین

جب کہا مین نے مرا دل مجھکو واپس کیجیئے
ناز و شوخی سے وہ بولے کھو گیا ملتا نہین

جب کہین ملتا ہے کرتا ہے نہ ملنے کا گلا
اور جو ملنے جاتا ہون مرد خدا ملتا نہین

یون کہو مِل آؤن اُن سے لیکن اکبر سچ یہ ہے

دل نہین ملتا تو ملنے کا مزا نہین

پہر اور کون ہوگا جو آئے ہمارے کام
ہوگے شریک حال ہمارے نہ جب تمہین

دنیا کے انتظام پہ اکبر نہ ہو ملول
انصاف یہ نہین ہے کہ پایا جاو سب تمہین

یہ فقط تمہین ہے کافی کہ مرا مزاج پوچھین
مرے درد دل کو سمجھین مری احتیاج پوچھین

تھا زمانہ کل موافق مجھے پوچھتا تھا ہر اک
مین تو انکو دوست سمجھون کہ جو مجھکو آج پوچھین

جنہین تیری لو لگی ہے وہ جہان سے بیخبر ہین
نہ وہ مال و جاہ ڈھونڈین نہ وہ تخت و تاج پوچھین

جو مرض ہے ہمکو لاحق وہی شرط زندگی ہے
جو نہ چاہین اپنا جینا تو کوئی علاج پوچھین

تو خود انکو لکھ عریضہ نہ کر انتظار اکبر
انھین کیا غرض ہے ایسی کہ ترا مزاج پوچھین

موسم گل مین صبا کو جو ہوئی ناچ کی دھن
لحن بلبل سے بھی پیدا ہوئی کھماچ کی دھن

یہ کلاک اچھے سرون مین تو بجا کرتی ہے
مفت پیدا ہوئی ہے آپکو کیون واچ کی دھن

نغمہ سنجی سے بھی آتی تھی خواتین کو شرم
ساز مغرب سے مگر ہو گئی اب ناچ کی دھن

کبھی دل کی ترنگ کا رنگ یہ ہے کہ مین سارے جہان کو پیار کرون
کبھی طبع مین موج سماتی ہے یہ کہ خود اپنی خودی سے بھی عار کرون

مجھے پیاری اگرچہ ہے جان حزین مگر انسے سوا یہ عزیز نہین
وہ گھڑی بھی تو آئے کہ پاؤن انھین اور انہین پہ مین اسکو نثار کرون

کبھی غنچہ ہے یہ کبھی شعلہ ہے یہ کبھی آئینہ ہے کبھی قطرۂ خون
یہ ہے صفحۂ دہر پہ دل کا جو رنگ اسے کونسی مد مین شمار کرون

فتنہ نہین فساد نہین شور و شر نہین
یان زن نہین زمین نہین اور زر نہین

مانا کہ ہر طرح سے مین بے اختیار ہون
پر یہ بتاؤ تم کو خدا کا بھی ڈر نہین

دل زیست سے بیزار ہے معلوم نہیں کیوں
سینے پہ نفس بار ہے معلوم نہیں کیوں

اقرار وفا یار نے ہر اک سے کیا ہے
مجھ سے ہی بس انکار ہے معلوم نہیں کیوں

ہنگامۂ محشر کا تو مقصود ہے معلوم
دہلی میں یہ دربار ہے معلوم نہیں کیوں

جس سے دل رنجور کو پہنچی ہے اذیت
پھر اسکا طلبگار ہے معلوم نہیں کیوں

اے گل ترا نظارہ دل آویز ہے لیکن
پہلو میں ترے خار ہے معلوم نہیں کیوں

افلاس میں مستی تو مجھے خوش نہیں آتی
ساقی کو یہ اصرار ہے معلوم نہیں کیوں

انداز تو عشاق کے پائے نہیں جاتے
اکبر جگر افگار ہے معلوم نہیں کیوں

جینے پہ تو جان اہل جہان دیتے ہیں اکبر
پھر یہ تجھے دشوار ہے معلوم نہیں کیوں

بھولے پن سے پوچھتے ہیں تیری خاطر کیا کریں
اس محل پر راز دل ہم اپنا ظاہر کیا کریں

ہیں کلکٹر نزع میں عملے کھڑے ہیں دم بخود
جب خدا ہی ہو گیا حاضر تو ناظر کیا کریں

ان کی آنکھوں کی خدا کیا خود ہیں ہم الفت میں مست
آپ ہم ایمان چھوڑیں تو یہ کافر کیا کریں

منتیں کیں ہاتھ جوڑے سر قدم پر رکھ دیا
پھر بھی ہے تیوری چڑھی ہی ہے اب آخر کیا کریں

بحثیں فضول تھیں یہ کھلا حال دیر میں
افسوس عمر کٹ گئی لفظوں کے پھیر میں

ہے ملک ادھر تو قحط زدہ اسطرف یہ وعظ
کشتے نہ کھا کہ پیٹ بھرے پان سیر میں

ہیں غش میں شیخ دیکھکے حسن مس فرنگ
بچ بھی گئے تو ہوش انھیں آئیگا دیر میں

چھوٹا اگر میں گردش تسبیح سے تو کیا
اب پڑ گیا ہوں آپ کی باتوں کے پھیر میں

صبا نے دفتر گل کے بہت ورق الٹے
مگر وہ بوسے معانی روئے یار کہاں

میں خاک میں بھی اگر مل گیا تو کیا امید
وہ آستانہ کہاں اور مرا غبار کہاں

خیال ایسا نہ فرمایئے مری نسبت
بھلا حضور کہاں اور یہ خاکسار کہاں

ہجر کی رات یوں ہوں میں حسرت قد یار میں[1]
جیسے لحد میں ہو کوئی حشر کے انتظار میں

[1] بمقام سرائے الوان اپریل سنہ ۱۹۰[illegible]ء

دل ہے ملول فرقت قامت و روے یار مین
سوز نہان ہے فرقت شمع جمال یار مین
کیا مین خوشی سے ہون لیا کوچۂ زلف یار مین
ہوتے وسے انقلاب چرخ کوہ الم کو لے اٹھا
پایا ہوا ہے دہر کو دشمن انبساط دل
کر دیا ایسا زار و خشک منزل عشق نے مجھے
آئی نسیم باغ مین میرے یہان نہ آئے تم
مستی عشق کا مزا عہد شباب ہی مین ہے
مہر کرم سے آپ کے ذرہ نوازیان یہ کین
تم تو بہلا کے وعدے کو شام سے چہپ کے سو رہے
سینے سے تیرے متصل شاید اسے قرار ہو
رنگ جہان کے ساتھہ کاش میری بھی ہو یقین لیسر
وقعت ریش شیخ کو دیکہہ کے یہ ہوا یقین
کہلنے پہ آئی ہے کلی بلبلون کو ہے بے کلی
تو کر مرا ہے کو مکو پہیلی ہے بات چار سو
سینے مین کیون خلش ہے جان مین کیون طپش ہے یہ
الفت زلف قہر ہے حق مین ہمارے زہر ہے
بہو ترسے ہین مست بوی گل تیتریان ہین سیو گل
سنبل تر پہ خوب ہے جلوۂ شبنم لطیف
دور شراب لالہ فام کیون نہ ہو لالہ زار مین
باد صبا کا ناچ ہو نغمہ سرا ہون بلبلین

بہار مین جایئن سرو گل آگ سے لگے بہار مین
آگ سی سینے لگی ہوئی رشتۂ جان زار مین
کوئی بلا مین کیون پہنسے دل ہو جو اختیار مین
وزن مگر سبک نہ ہو دیدۂ اعتبار مین
کہلتے ہین کب گل مراد گلشن روزگار مین
خار چبہے گا مجہہ مین کیا مین ہی چہپا ہون خار مین
لالہ و گل بہت کہلے دل نہ کہلا بہار مین
بادہ کشی کا لطف اگر ہے تو فقط بہار مین
بات تو ورنہ کچہہ نہ تہی بندۂ خاکسار مین
جاگا کیا مین صبح تک حسرت و انتظار مین
گوندہ لے میرے دلکو بہی اپنے گلے کے ہار مین
جیسے گل و نسیم کی نبہہ گئی چاہ و پیار مین
خر مین خس بہی شرط ہے گلشن اعتبار مین
حسن تو ہے اُبہار پر عشق ہے انتظار مین
آئی ہے کچہہ جنون کی بو بیٹہا ہون کوہسار مین
عقل کی سرزنش ہے یہ دل کو رکہہ اختیار مین
بحر بلا کی لہر ہے روح ہے انتشار مین
سب کو ہے جستجو سے گل موسم خوشگوار مین
زلف پری کے تار ہین گوہر آبدار مین
کچہہ تو مزا ہو زیست کا کچہہ تو کہلین بہار مین
شاخون کی گود مین ہو گل وہ ہون مری کنار مین

ہوا اثر سرور سے کیف مین ہو ہر ایک شے   دل مین ہو زمزمون کی لے بول بہین ستار مین
آنکہ کی ناتوانیان حسن کی لن ترانیان   پہر بہی ہین جانفشانیان کوچہ انتظار مین
عشق مین نفع ہے ضرر اشک گرین تو ہین گہر   یان تو ہین پارۂ جگر لعل کے اعتبار مین
عشق ہو کسطرح نہان لب پہ ہے غم کی داستان   کہنے مین اب نہین زبان دل نہین اختیار مین

بے بہرہ ہین نور سے وہ آنکہین جو تیرے لئے غمناک نہین
سرمہ وہ بصر افروز نہین جس مین ترے در کی خاک نہین
بیگانہ سرور سے ہے وہ دل جو تیرے لئے غمناک نہین
اُس رخ پہ نظر کا شوق جو ہو آنکہون کو تو اپنی اشک سے دہو
ہے اسکے طہارت دل کی نہین ہے اسکے نگاہین پاک نہین
رشتہ تو بتون سے الفت کا قایم ہی ہے دل مین مدت سے
زنار پہننی باقی ہے اس مین ہی مجہے کچہہ باک نہین
ہے مستی عشق نصیب مجہے مشغول مین رہتا ہون دل سے
حاجت نہین مے کی میرے لئے انگور کی مجکو تاک نہین
صورت کی ہے ان مین جلوہ گری معنی سے ہے بالکل بیخبری
ہین کام تو انکے صاف بہت نیت کے مگر یہ پاک نہین
پہٹین یہ نگاہین لاکہہ طرح خود اپنے مشاہد ہو نہ سکین
کیا اصل و حقیقت ہے میری ادراک کو یہ ادراک نہین

ان مدعیون کا طرزِ عمل اکثر یہ شہادت دیتا ہے
پڑہنے کو کتابین پڑہ لی ہین سمجہے یہ مگر کچہہ خاک نہین

پیش کر دیتا شکایت کا تو کچہہ مشکل نہین   لیکن اُن کو رنج ہوگا مجکو کچہہ حاصل نہین
عاشقون کی زیست پر کیونکر نہ رشک آئی مجہے   زندگی کے بہی مزے پہر موت سے غافل نہین

کیا طریق طالب دنیا کی جانب رخ کرون
دل کو ہو جس مین سکون ایسی کوئی منزل نہین

قوم مین گو علم ہو نکے بہی ہواے زندگی
جان کیا پیدا ہو جب دو شخص بہی یکدل نہین

مشرقی تو سر دشمن کو کچل دیتے ہین
مغربی اُسکی طبیعت کو بدل دیتے ہین

تار کیا اسپہ جو بدلا ہے زمانے نے تمہین
مرد وہ ہین جو زمانے کو بدل دیتے ہین

حضرت ہوش ہین گو دل کے وفادار رفیق
آپ کی یاد جو آتی ہے تو چل دیتے ہین

تخت کے قابض وہی دیہیم اُنکے ہاتھ مین
ملک اُنکا رزق کی تقسیم اُنکے ہاتھ مین

برق کی صورت پہونچتا ہے طبایع پر اثر
آگیا تار اُمید و بیم اُنکے ہاتھ مین

ہم کو سایہ پر جنون وہ دہوپ مین مصروف کار
بس یہ ہے اپنی نظر اور سیم اُنکے ہاتھ مین

صبر باقی ہے نہ ہم مین یا ہمی اعزاز ہے
سب کی ہے تذلیل اور تعظیم اُنکے ہاتھ مین

شیخ کی جانب کوئی جاتا نہین کہتے ہین سب
ہے فقط اب کوثر و تسنیم اُنکے ہاتھ مین

مغربی رنگ و روش پر کیون نہ آئین اب قلوب
قوم اُنکے ہاتھ مین تعلیم اُنکے ہاتھ مین

خوب تر سمجھے ہین اُنکے دل مین اخلاقی اُصول
گو نہین ہے دین ابراہیم اُنکے ہاتھ مین

جج بنا کر اچھے اچھون کا لبہا لیتے ہین دل
ہین نہایت خوشنما وہ جیم اُنکے ہاتھ مین

مغرب ایسا ہی رہا اور رہے اگر مشرق بہی
ایک دن دیکھینگے سفت اقلیم اُنکے ہاتھ مین

دلیلین فلسفہ کو نور باطن کر نہین سکتین
کواکب کی شعاعین رات کو دن کر نہین سکتین

ضروری چیز ہے اک تجربہ بہی زندگانی مین
تجہے یہ ڈگریان بوڑہا ہو نیکا ہمسن کر نہین سکتین

طلب کر دین سے اے مجہ تجہر جوش با مستی
صدائین مرغ کی کار مؤذن کر نہین سکتین

جہان کی زینتین راحت رسان ہین چشم غافل مین
مگر حق جُو کے مضطر دل کو ساکن کر نہین سکتین

کچھہ نہ پوچھ اے ہمنشین میرا نشیمن تہا کہان
اب تو یہ کہنا بہی مشکل ہے وہ گلشن تہا کہان

سامنے وہ تہے تو کہتا حالت دل کسطرح
ہوش مین اُسوقت مین ای مشفق من تہا کہان

دل جوانی مین ہماری جان کا خواہان ہوا
آجتک سینے مین پوشیدہ یہ دشمن تہا کہان

کرلیا ہمنے ازل مین شوق سے عہد الست
پیش چشم اُسوقت یہ دیر یہ ہمن تھا کہان

دہر مین خار تعلق سے اولجھتا کس طرح
کرچکا تھا مین جنون کو نذر دامن تھا کہان

شہر بابل کی بتائین ڈھونڈھتے پھرتے ہین آج
اکدن اسکی جستجو ہوگی کہ لندن تھا کہان

سچ ہے کسی کی شان یہ اسے نازنین نہین
تو ہر جگہ ہے جلوہ گرا ور پھر کہین نہین

مین نے وفور شوق مین شاید سنا نہو
یا شاید آپ ہی نے نہ کی ہو نہین نہین

ان تیورون کا مین تو ہون کشتہ شب وصال
دل مین ہزار شوق زبان پر نہین نہین

دست جنون سے قطع ہوا پیرہن مرا
دامن نہین ہے جیب نہین آستین نہین

کیا زور طبع ہو کہ نہین کوئی معترض
کیا نکتہ سنجیان ہون کوئی نکتہ چین نہین

مین تمسے کیا بتاؤن کہ اسوقت ہون کہان
جب تم ہو پیش چشم تو پھر مین کہین نہین

پھیری نگاہ شوق کا اللہ رے اثر
معشوق بھول جاتے ہین اپنی نہین نہین

جب سے گناہ چھوڑ دیے سب کھسک گئے
اب کوئی میرا دوست نہین ہمنشین نہین

ہے جسکو شوق اپنی خودی کی نمود کا
سچ پوچھیے تو اوسکو خدا پر یقین نہین

طالب خدا کی راہ مین سر رکھے مثل ماہ
نور جبین کہان ہو جو داغ جبین نہین

اکبر ہمارے عہد کا اللہ رے انقلاب
گویا وہ آسمان نہین وہ زمین نہین

یہ تماشے ہین یہین زیر زمین تو کچھ نہین
زندگی جبتک ہے سب کچھ ہے نہین تو کچھ نہین

وہ یہ کہتے ہین کہ دنیا ہی مین ہے سب کچھ حضور
مین یہ کہتا ہون کہ اے حضرت یہین تو کچھ نہین

کار دنیا شوق سے کرتے رہو اے دوستو
لیکن اسکے ساتھ بگڑا کار دین تو کچھ نہین

اُنکا گھر اور اُن کی باتین دیکھکر کہنا پڑا
قصر عالیشان ہے لیکن مکین تو کچھ نہین

ہوائے نفس کا طوفان ہے بحر زندگانی مین
خدا محفوظ رکھے کشتی دل کو جوانی مین

نہین بنتا کسی کا نقش اس دنیاے فانی مین
حباب آسا مٹا اُبھرا جو بحر زندگانی مین

حباب آسا رہی وقعت جو ابھرا زندگانی مین
عبث ہے خودنمائی کی ہوا اس بحر فانی مین

سکون قلب کی دولت کہان دنیائے فانی مین
بس اک غفلت سی ہو جاتی ہے اور وہ بھی جوانی مین

تری پاکیزہ صورت کر رہی ہے حسن ظن پیدا
مگر آنکھون کی مستی ڈالتی ہے بدگمانی مین

اجل کی نیند آجاتی ہے آخر سننے والے کو
قیامت کا اثر پاتا ہون دنیا کی کہانی مین

نسیم صبحگاہی نکہت گل سے ہے بے پروا
مگر گیسو ترے مصروف ہین عنبر فشانی مین

حباب اپنی خودی سے بس یہی کہتا ہوا گزرا
تماشا تھا ہوا سے اک گرہ دیدی تھی پانی مین

نہ پوچھ اے ہمنشین وہ قصۂ عیش و طرب ہمسے
کسے اب یاد ہے اک خواب دیکھا تھا جوانی مین

کمر کا کیا ہون عاشق کھلگئی زلف دراز انکی
کمر خود پڑگئی ہے اک بلائے آسمانی مین

اسی صورت مین دلکش خوبی الفاظ ہوتی ہے
کہ حسن یار کا پیدا کرے جلوہ معانی مین

زبان حال سے پروانۂ بسمل یہ کہتا ہے
حضوری ہو اگر حاصل مزا ہے نیم جانی مین

فلک نے مضمحل کرکے ہمین بیحس کر دیا آخر
سبھے جاتے ہین سب مقصود بحر زندگانی مین

ادائے شکر کرکے احتراز اولی ہے ای اکبر
ہزارون آفتین شامل ہین اُن کی مہربانی مین

پریشان ہوش کو کرتے ہین بگڑے دلکی کرتے ہین
مگر عاقل بھی ہین کرتے ہین جو کچھ مل کے کرتے ہین

حریفون سے لگاوٹ کرتے ہین آپس مین لڑتے ہین
یونہین بربادیان آتی ہین یونہین گھر بگڑتے ہین

خوشامد کرتے ہین غیرون کی اور آپس مین لڑتے ہین
اور اسپر مدعی تہذیب کے بنکر اکڑتے ہین

بزرگون سے عداوت دوستی بادہ فروشون سے
مگر دینی مقاصد مین ہزارون پیچ پڑتے ہین

الجھنا زلف مغربی مین دکھاتا ہے رہ دنیا
یہ اسپر کیون اکڑتے ہین کہ جسمین مر کے گڑتے ہین

تعجب نخوت اہل زمین پر مجھکو آتا ہے
ابھی اس ہیکڑے سے ہین ہم پڑے گوشے مین سڑتے ہین

ہمارا جوش مین آنا دکھا ہی دیگا رنگ اپنا
تحیر آپکی غزلون پہ آتا ہے مجھے اکبر

بتون پر آپ مرتے ہین کہ شیدا نون سے لڑتے ہین

ضرورت جب نہین پھر طبع کا کیون رخ بدلتے ہین
چمن ہوتے ہوئے بیفائدہ کانٹون مین چلتے ہین

عوض قرآن کے اب ہے ڈارون کا ذکر یارو مین
جہان تھے حضرت آدم وہان بندر اچھلتے ہین

اگر جلتا مرا کرتا ہے روشن بزم معنی کو
تو کیا شکوا اگر ہم مغربی شمعون سے جلتے ہین

واعظ ہمین یہ وعظ کا دفتر سنائے کیون
ہم پوچھتے ہین عالم ہستی مین آئے کیون

موسیقی و شراب و جوانی و حسن ناز
بچتا ہے کون اور خدا بھی بچائے کیون

حاصل انھین کیا ایک ایک سے جو افسانہ حسرت کہتے ہین
عاقل تو وہی ہین ای اکبر جو سنتے ہین اور چپ رہتے ہین

ہے شاق جدائی آپکی اب دن رات پریشان رہتے ہین
ہم آپکو سمجھاتے ہین دل سے ہین قید سے چھوٹتے ہین

ہی پابند شریعت بھی ہمکو ہین عشق کی لہرین بھی دل مین
پابند ہین ہم ساحل مذہب کے دریا کی طرح سے بہتے ہین

اکبر کی برائی اچھائی تو پوچھئے محلے والون سے
نظم انکی سستی ہے البتہ ہان شعر تو اچھے کہتے ہین

وزن اب انکا معین نہین ہو سکتا کچھ
برف کی طرح مسلمان گھلے جاتے ہین

داغ اب انکی نظر مین ہین شرافت کے نشان
نئی تہذیب کی موجون سے دھلے جاتے ہین

علم نے رسم نے مذہب نے جو کی تھی بندش
ٹوٹی جاتی ہے وہ سب بند کھلے جاتے ہین

شیخ کو وجد مین لائین ہین پیانو کی گتین
پیچ دستار فضیلت کے کھلے جاتے ہین

تمھین جو دیکھ لے پھر کیا وہ محو حور و جنت ہو
قیامت گو کہ برحق ہے مگر تم بھی قیامت ہو

سوئے گلگون کی جانب دل بہت کھنچتا ہے ای اکبر
مگر مشکل یہی ہے شیخ جی سن لین تو آفت ہو

جسکو سارا قصۂ عہد جوانی یاد ہو
کیا عجب ہے عہد پیری مین جو وہ ناشاد ہو

شوخ ایسا ہے کہ اس بت کو اگر کافر کہو
ہنسکے کہتا ہے کہ پیارے اللہ ہے یہہ پھر کہو

جو کہو چھپا جائے ان آنکھون پہ مستی کیطرح
فتنۂ دوران کہو ساقی کہو ساحر کہو

قیمت دل سُنکے کہتے ہو کہ سودا ہے تجھے
خیر سودا ہی سہی تم بھی تو کچھہ آخر کہو

خوشدلی عشق مین دستور یہی ہے کہ نہو
مرض عشق یہی کیا چیز ہے جس سے صحت
ہان اور اون کو بھی تو منظور یہی ہی کہ نہو
آرزوے دل رنجور یہی ہے کہ نہ ہو

جلایا دل کو تڑپایا جگر کو
دل سوزان کی گرمی بڑہتی ہے اور
خدا رکھے سلامت اُس نظر کو
خدا کے واسطے پہلو سے سرکو

جوانی مار ہی رکھتی ہے اکبر
سنبھالو دل کو یارو کو نظر کو

آبرو چاہو اگر انگریز سے ڈرتے رہو
ہو مصیبت تو نہین کچھہ خوف سیل اشک سے
دید نرگس سے چمن مین لطف اُٹھاؤ بیخطر
ناک رکھتے ہو تو تیغ تیز سے ڈرتے رہو
عیش ہو تو نفس طوفان خیز سے ڈرتے رہو
لیکن اُس چشم جنون انگیز سے ڈرتے رہو

تا بہ سینہ گردنین جھکنے لگین تسلیم کو
گردن محراب مسجد خم ہوئی تسلیم کو
طفل دل نے مکتب ادراک مین رکھا جو پاؤن
درد دل اُٹھا خیال یار کی تعظیم کو
اُٹھی آواز اذان اسلام کی تعظیم کو
عشق پیدا کر دیا اللہ نے تعلیم کو

فہم و ادراک مین ہو عقل مین ہو جان مین ہو
ہاتھہ ہو کام مین اور دل ترے ارمان مین ہو
مین تو سو جان سے مرتا ہون مرے جان تم پہ
چاند پیارا ہے تو کیا اُس سے سوا پیارا ہے
پیاری صورت پہ تو انسان کو آتا ہی ہے پیار
حسن جس چیز مین ہو دیکھکے خوش کر دل کو
جھوٹ سے نفرت کلی ہو طمع سے پرہیز
دل جہان ہوگا وہان عشق بہی ہوگا پیدا
حق تو یہ ہے کہ تمہین جلوہ گر انسان مین ہو
ہے یہی طرز عمل خوب جو امکان مین ہو
تم مری جان بچاؤ اگر امکان مین ہو
صحن مین بیٹھو نہین کیون یار جو دالان مین ہو
دلکو روکین کوئی صاحب اگر امکان مین ہو
بند کرلے نگر آنکھین اگر انسان مین ہو
ہو نہ کچھہ اور سوا اتنا تو مسلمان مین ہو
خواہ افریقیہ مین ہو خواہ پرستان مین ہو

ہے یہ غلامی ہی جو قسمت مین تو ہو لطف کی ساقی … کہہ دو ہنساری سے کہ آیا د پرستان مین ہو
آپ کی آنکھ مین کس نے یہ بھرا ہے جادو … اسکا ایما ہے کہ لغزش مرے ایمان مین ہو
کاہلی اور توکل مین بڑا فرق ہے یار … اُٹھو کوشش کرو بیٹھے ہو کس دہیان مین ہو

ٹھیک ہو دل کی جو نسبت تو اثر دین نالے
شور مین آواز ہوا کہیر تو مزا تان مین ہو

ممکن نہین کہ عشق ہو اور دل حزین نہو … میرا ہی حال دیکھ لے جسکو یقین نہ ہو
گرم نظارہ ہر اک سمت سے راہ نہ ہو … رہزن عقل کوئی صورت دلخواہ نہ ہو
شارح معنی حسن بت دلخواہ نہ ہو … فہمین قاصد نہ ہون خلقت کہین گمراہ نہ ہو
یار کے دل مین اسر ہو یہ ہے مقصود کلام … اسکی پروا نہین محفل مین اگر واہ نہ ہو
یہ چمک اسکی ہے ایجاد تمہارے دم سے … تم جو پہلو مین نہ ہو طلعت شب ماہ نہ ہو
قلقل شیشہ کو سنیئے تو ذرا حضرت شیخ … دیکھیئے تو کہین اس قل مین ہو اللہ نہ ہو
چاہتا ہون مین شب وصل کی کوتاہی کو … یہ دعا ہے کہ مری عمر ست کوتاہ نہ ہو
یہ ادائین یہ لگاوٹ یہ بلا کی چتون … مین تو کیا ضبط فرشتون سے بھی واللہ نہ ہو
اک زمانہ ہے مرے قصۂ غم سے واقف … اسکا باعث ہے جو شاید وہی آگاہ نہ ہو
بنے رہتی اُس بت کمسن کی نہین باعث یاس … نظر شوق سے شاید ابھی آگاہ نہ ہو
کیون گلابی کی عوض پہنا ہے جوڑا کاہی … طعنہ زن گل پہ مری جان کہین کاہ نہ ہو
شیخ کہتا ہے پرائی بت خوش رو کی کرو … دل دھڑکتا ہے کہ ناخوش کہین اللہ نہ ہو
چشم کافر کا اشارہ ہے کہ ایمان کیسا … چہرہ ہنستا ہے کہ دیکھو کوئی گمراہ نہ ہو
اک ترحم کی نظر یار نے کی ہی آخر … دل سے نکلے تو کہا تک اثر آہ نہ ہو

ق

اپنے ہاتھون سے جو دو تخلیہ مین جام شراب … شیخ صاحب کو ذرا عذر کبھی واللہ نہ ہو
اور سوا اسکے وہ اک شخص ہین معقول پسند … غالبا جاڑون مین یون بھی اُنہین اکراہ نہ ہو

جوشش گریۂ پیہم کا ہے باعث رخِ یار
جز رو مد ہو نہ سمندر مین اگر ماہ نہ ہو

ہو نمود اور حسینون کی چلے جائین جو آپ
رونق آجائے کواکب مین اگر ماہ نہ ہو

مین سمجھتا ہون کہ حورین جو نہ ہون جنت مین
تو عزازیل پھر انسان کا بدخواہ نہ ہو

دوست کا دوست نہ ہو جو۔ وہ مرا دشمن ہے
نہ ملے مجھسے وہ۔ اُسکا جو بہی خواہ نہ ہو

سالک راہِ محبت کو خرد سے کیا کام
وہ تو چاہیگا کہ خود ہوش بھی ہمراہ نہ ہو

خیر پر کیسا ہین فقط جمع کے شایق احباب
مین تو خوش ہون اگر افزایش تنخواہ نہ ہو

گل پہ بلبل بھی فدا باد صبا بھی صدقے
صورت اچھی ہو تو پھر کون ہوا خواہ نہ ہو

نرگس مست تری قاتلِ عالم نکلی
کہین صیادِ اجل کی یہ کمین گاہ نہ ہو

پھر جو آئی ہے شب ہجر تو آجائے اجل
ایسی تکلیف مجھے پھر مرے اللہ نہ ہو

منتون کی اُدھر افراط ادھر گھاٹون کی
ڈھونڈھ ہون وہ شہر کہ جسمین کوئی درگاہ نہ ہو

زلف ابجد کی کہین نفی نہ کر دے ہندی
لام کی جا کہین لا لے مرے اللہ نہ ہو

مرد آزاد ہون مجھسے یہ تکلف کیسا
بس مرے ساتھ تو یہ واللہ باللہ نہ ہو

دسترس صید پہ حاصل تجھے ہو خواہ نہ ہو
شیر ہی بنکے نکل صورتِ روباہ نہ ہو

ذوقِ آرام بجا شوقِ تعلّی بے جا
طلبِ رزق ہو لیکن ہوسِ جاہ نہ ہو

دل کو بے عشق حقیقی نہین ہوتی حرکت
وہین چلتی ہے یہ کشتی کہ جہان تھاہ نہ ہو

خیر خواہ آج زمانے مین کہان ملتے ہین
ہے یہی لاکھ غنیمت کوئی بدخواہ نہ ہو

تجھ تمکین رہے نفرت ہو سبک وضعی سے
صورتِ کوہ ہو انسان صفتِ کاہ نہ ہو

شرک ہے اپنی خودی کا اگر آتا ہے خیال
کفر ہے جان سے پیارا اگر اللہ نہ ہو

یا قدم منزلِ یوسف مین نہ رکھ اے طالب
یا نہ کر شرط کہ وان گرگ نہ ہو چاہ نہ ہو

بند کر بیٹھا ہو آنکھین جو تمھاری دھن مین
کیا عجب شورِ قیامت سے بھی آگاہ نہ ہو

ہے اگر منزلِ راحت کی تلاش اے اکبر
وہ جگہ ڈھونڈھ تمنا کی جہان راہ نہ ہو

تم اگر چاہو برائی نہ کسی کی اکبر
پھر تمھارا بھی جہان مین کوئی بدخواہ نہ ہو

شکر ہے راہ ترقی مین اگر بڑھتے ہو
یہ تو بتلاؤ کہ قرآن بھی کبھی پڑھتے ہو

شیخ صاحب کا تعصب ہے جو فرماتے ہین
اونٹ موجود ہے پھر ریل پہ کیون چڑھتے ہو

یہ سوال انکا ہے البتہ بہت با معنی
کہ سمجھ بوجھ کے قرآن بھی کبھی پڑھتے ہو

دین کو سیکھ کے دنیا کے کرشمے دیکھو
تم ابھی درس الف بے ہو علیگڈھ تے ہو

دست فطرت سے بنو پھول چمن کا اکبر
دست اغیار سے دو کاغذین کیون گڑھتے ہو

سب ہو چلے ہین اس بت کافر ادا کے ساتھ
رہ جائینگے رسول ہی بس اب خدا کے ساتھ

جادو کیا یہ کس بت کافر نگاہ نے
اسلام مین وفا نہ رہی اتقا کے ساتھ

خواب اجل ہی نیند کے بدلے اب آئیگا
دیوانہ کر دیا مجھے اک شب ٹسلا کے ساتھ

واعظ کے اعتراض سے تنگ آگیا ہون مین
اسکو بھی دیکھ لو کبھی تم اک ادا کے ساتھ

اکبر دعا کا ذوق ہو کیون کر نصیب دل
اٹھے نہ درد دل بھی جو دست دعا کے ساتھ

کرتے ہو تم خوشامد دنیا بڑھا کے ہاتھ
اللہ کی طرف نہین اوٹھتے دعا کے ہاتھ

اچھی نہین شے کوئی محبت سے زیادہ
وہ بھی ہے بری ہو جو ضرورت سے زیادہ

اے حسن کے مائل یہ نصیحت مری سن لے
سیرت پہ نظر چاہیئے صورت سے زیادہ

سید سے علیگڈہ مین یہ جا کر کوئی کہدے
ہے تجکو طلب قوم کی قسمت سے زیادہ

مجھ رند سے اس درجہ نہ ہو محترز اے شیخ
تو پاک نہین ہے مری نیت سے زیادہ

اک بوسہ پہ وہ ٹال گئے ہم بھی رہے چپ
سمجھے کہ کسی ملتا ہے قسمت سے زیادہ

عشق بتان مین اکبر نادان تری یہ حالت توبہ توبہ
ایسے مسلم فخر حرم کی دیر مین ذلت توبہ توبہ

دیوانون نے شعر نہ چنے سب کا خلاصہ مجھسے سنیے / آپ کی صورت سبحان اللہ سیرت توبہ توبہ
مذہب چھوڑو ملت چھوڑو صورت بدلو عمر گنواؤ / صرف کلرکی کی اُمید اور اتنی مصیبت توبہ توبہ
لڑکے کہنی ہے دست بخشش بو ہی بد بھی آتی ہے اس سے / ایسی چیز سے بھائی صاحب آپکو رغبت توبہ توبہ

حسن گل کو خزان لیجائیگی اک بار بانده / آشیانہ یان نہ تو اے عندلیب زار بانده
شعر مین اکبر یہی مضمون تو ہر بار بانده / اے مسلمان سبحہ لے اے برہمن زنار بانده
سر مین سودا آخرت کا ہو یہی مقصود ہے / مغربی ٹوپی پہن یا مشرقی دستار بانده
خلق تجھسے بے خبر ہے وے خبر خالق کو تو / تار برقی گر نہین ہے آنسوؤنکا تار بانده

بیکار شب کو یون سر بستر پڑا نہ رہ / اکبر جو تجھکو نیند نہ آئے تو شعر لکھ

بچنا فضول گوئی سے ہے مقصد سکوت / معقول بات ذہن مین آئے تو چپ نہ رہ
نام خدا بڑے ہوئے ہین کہین آپ بدر سے / چودہ شبین وہان ہین تو یان سال چار دہ
یہ عمر یہ جمال یہ جادو بھری نگاہ / پھر اسپہ واعظون کا یہ کہنا کہ باز رہ

ڈوبے یہ جسطرح سے ہو تازی کا ساز پوچھ / یون بابوان ہند پہ ہے اب نماز بوجھ
کپتان اپنی موج مین ہے ہم ہین ڈوبتے / واللہ قوم پر ہے یہ قومی جہاز بوجھ
منصور سر کٹا کے سبکدوش ہو گیا / تھا سخت اُسکے دل پہ انا الحق کا راز بوجھ

اکبر کے واسطے کبھی وہی شرط پاس کی
ہر ایک پہ نہ لادیے بے امتیاز بوجھ

جو کردے حسن کو مشتاق و بیتاب / غضب ہے وہ ادائے عاشقانہ

سنا خون جگر کھاتا ہے اکبر
مبارک یہ غذائے عاشقانہ

آئینہ رکھدے بہار غفلت افزا ہو چکی / دل سنوار اپنا جوانی خود آرا ہو چکی
خانۂ تن کی خرابی پر بھی لازم ہے نظر / زینت و آرایش قصر معلی ہو چکی

ہیچ وہی کی دیکھہ لذت کرکے ترک آرزو
حسن مطلق کے تصور ہی سے بھی لو دو اک جام

ہو چکی حد ہوس عشق تمنا ہو چکی
روئے زیبا ہو چکا زلف چلیپا ہو چکی

چل بسے یاران ہمدم اٹھ گئے پیارے عزیز
آخرت کی اب کر اکبر فکر دنیا ہو چکی

بادۂ عرفان کی مستی روح کو بھا ہی گئی
عقل سر مین رکھی دل مین کچھ اور آ ہی گئی

اس جفا پر بھی طبیعت اسپہ بس آ ہی گئی
اک ادا ظالم نے ایسی کی کہ وہ بھا ہی گئی

عاشقون مین رسم عیش دنیوی رائج نہین
قیس کب دولہا بنا لیلیٰ کہان بیاہی گئی

اک لطافت قلب مین تھی عقل و حکمت کے سوا
رہ گئے سب وہ مگر یہ تو ترا پا ہی گئی

مختلف شکلون مین آ کر ہو گئی آخر ہوا
ابر کی پھبتی مری امید پر چھا ہی گئی

عشوہ ہاے دشمن ایمان کا اک طوفان تھا
دیکھکر بت کو مگر یاد خدا آ ہی گئی

خوش نصیبی زال دنیا کی تعجب خیز ہے
چاہے جانے کے نہ تھی لایق مگر چاہی گئی

مستی مے سے نظر انکی تھی تیغ بے نیام
لشکر عشق و جنون سے چھیڑ کی شرما ہی گئی

سیکھہ لو بدلی سے تم طرز عمل اے عاملو
جو سمندر سے لیا تھا ہمیشہ برسا ہی گئی

اپنے تمکین و تحمل پر بہت نازان تھا مین
اک بت کافر کی چشم مست تڑپا ہی گئی

نکہت گل سے شمیم زلف یاد آ ہی گئی
آج تو مجھکو نسیم صبح تڑپا ہی گئی

رقص کرتی ہے صبا نغمہ سرا ہے بلبل
ہر رکاوٹ کی وہ دھج ہے کہ تڑپ جاتا ہے دل

شاہد گل کے لیے ناچ کبھی ہوگا ابھی
کسی استاد سے تم سیکھے ہو شرمانا بھی

کچھ طرز ستم بھی ہے کچھ انداز وفا بھی
کھلتا نہین حال انکی طبیعت کا ذرا بھی

عشوہ بھی ہے شوخی بھی تبسم بھی حیا بھی
ظالم مین اور اک بات ہے ان سب کے سوا بھی

ایمان بھی تھا علم بھی تھا عقل رسا بھی
وہ لے گئے دل اور کوئی بولا نہ ذرا بھی

الفت ہی مین کرتے ہین شکایت بھی گلا بھی
اب اوسکو بھلا دو کہ یہ اگر مین نے کہا بھی

سچ بات کا انکار مین کیونکر کرون اے بت
بیشک مجھے آتی ہے کبھی یاد خدا بھی

سالک کو دم تیغ ہے قطع رہِ توحید
دو ہو گیا اک آن مین چوکا جو ذرا بھی

کچھہ قدر نہ کی عہد جوانی کی صد افسوس
ہم رہ گئے غفلت مین یہ آیا بھی گیا بھی

تصدیق ہوئی دیکھہ کے وہ قامت زیبا
سنتا تھا کہ فتنے ہین قیامت کے سوا بھی

دیکھین کسے حاصل ہو قدمبوسی جانان
پیسے کو ہے موجود مرا دل بھی حنا بھی

ڈاڑہی پہ بھی واعظ کے ہے تلوون پہ بھی انکے
چالاک مرے ہاتھون کی صورت ہے حنا بھی

باقی نہ رہا خون بھی اب میرے جگر مین
افسوس ہوا چاہتی ہے ترک غذا بھی

کیونکر کہون رنگینی باطن سے ہے عزت
پامال نظر آتی ہے مجکو تو حنا بھی

چپ رہتا ہون تو کہتے ہین الفت نہین تجھکو
کرتا ہون خوشامد تو یہہ فرماتے ہین جا بھی

سنتے ہین کہ اکبر نے کیا عشق بتان ترک
اس بات سے تو خوش نہ ہوا ہوگا خدا بھی

(طرح پیام یار)

چمن کی یہ کیسی ہوا ہو گئی
کہ صرصر سے بدتر صبا ہو گئی

عیادت کو آئے شفا ہو گئی
علالت ہماری دوا ہو گئی

وہ اُٹھے تو لاکھون ہی فتنے اُٹھے
چلے تو قیامت بپا ہو گئی

پڑہی یاد رخ مین جو مین نے نماز
عجب حسن کے ساتھ ادا ہو گئی

تماشے مقتل کو آئے جو وہ
تڑپنے کی لذت سوا ہو گئی

محبت کی گرمی بھی کیا چیز ہے
طبیعت مری کیا سے کیا ہو گئی

لگاوٹ بہت ہے تری آنکھہ مین
اسی سے تو یہ فتنہ زا ہو گئی

مین ممنون ہون وعدۂ یار کا
تسلی تو خیر اک ذرا ہو گئی

بتوں نے بھلایا جو دل سے مجھے
مرے ساتھ یاد خدا ہو گئی

انھیں نے عطا کی تھی جان حزیں
ہوا خوب انھیں پر فدا ہو گئی

مری روح تن سے جدا ہو گئی
کسی نے نہ جانا کہ کیا ہو گئی

بہت دختر رز تھی رنگین مزاج
نظر ملتے ہی آشنا ہو گئی

مریض محبت ترا مر گیا
خدا کی طرف سے دوا ہو گئی

نہیں تھی تو نام کمر کیوں ہوا
جو پیدا ہوئی تھی تو کیا ہو گئی

نہ تھا منزل عافیت کا پتا
قناعت مری رہنما ہو گئی

ملا میں بھی اک رات دنیا سے خوب
مرے گھر بھی یہ بیسوا ہو گئی

ستایا بہت حاسدوں نے مجھے
تری مہربانی جفا ہو گئی

گھٹی گو کہ رندی سے وقعت مری
طبیعت مگر بے ریا ہو گئی

گوارا نہ تھا ذکر خون جگر
مگر اب تو میری غذا ہو گئی

بتوں کو محبت نہ ہوتی مری
خدا کا کرم ہو گیا ہو گئی

اشارہ کیا بیٹھنے کا مجھے
عنایت کی آج انتہا ہو گئی

رہ معرفت میں جو رکھا قدم
خودی بھی بس اک نقش پا ہو گئی

کتاب حقیقت کرے کون ختم
کہ ہر اک خبر مبتدا ہو گئی

وہ ساری امیدیں ملیں خاک میں
فلک سے مٹا دل کا سارا ابھار
جو بدلی اٹھی تھی ہوا ہو گئی

یہ تھی قیمت رزق ٹوٹے جو دانت
غرض کوڑی کوڑی ادا ہو گئی

بہانی جسم خاکی میں روح لطیف
اسیر کمند ہوا ہو گئی

دوا کیا کہ وقت دعا بھی نہیں
تری حالت اکبر یہ کیا ہو گئی

عاشق جو آستانۂ مشکل کشا کی ہے
تابش تری جبین پہ نور خدا کی ہے

حُبِّ علی سے ہوگی دلون کی شگفتگی
کلیون کو احتیاج نسیم و صبا کی ہے

رو بہ مزاجیان سگ دنیا کی دیکھلین
حسرت بس اب زیارت شیر خدا کی ہے

ق

صورت شگفتہ ہر گلِ رنگین قبا کی ہے
مستانہ چال باغ مین باد صبا کی ہے

آزار ہی نہین ہے کہ پیدا ہوا شک و آہ
دنیا مین دھوم خوبیٔ آب و ہوا کی ہے

پھولون سے لو لگائے ہے باد صبا کی لے
دمساز تان بلبلِ شیرین نوا کی ہے

سبزہ لہک رہا ہے بہ صد انبساطِ طبع
سنبل مین تاب یار کے زلف دوتا کی ہے

مرغانِ باغ وجد مین ہین فرطِ شوق سے
ڈوبی ہوئی مزے مین طبیعت ہوا کی ہے

آراستہ ہے ایک طرف بزمِ مومنین
کثرت لبون پہ حمد و درود و دعا کی ہے

پوچھا جو اُس سمان کا سبب بول اُٹھے ملک
پیدایش آج حضرت مشکل کشا کی ہے

دل مرا اُنپہ جو آیا تو قضا بھی آئی
درد کے ساتھ ہی ساتھ اسکے دوا بھی آئی

آئے کھولے ہوئے بالون سے تو شوخی سے کہا
مین بھی آیا ترے گھر میری بلا بھی آئی

وائے قسمت کہ مرے کفر کی وقعت نہ ہوئی
بت کو دیکھا تو مجھے یاد خدا بھی آئی

ہو گئین آغاز جوانی مین نگاہین نیچی
نشہ آنکھون مین جو آیا تو حیا بھی آئی

ڈس لیا افعیِ شام شب فرقت نے مجھے
پھر نہ جاگون گا اگر نیند ذرا بھی آئی

فارسی اُٹھ گئی اُردو کی وہ عزت نہ رہی
ہے زبان منہ مین مگر اسکی وہ قوت نہ رہی

بند کر اپنی زبان ترک سخن کر اکبر
اب تری بات کو دنیا کی ضرورت نہ رہی

روز افزون ہو محبت وہ ملاقات اچھی
شوق ملنے کا بڑھاتی رہے وہ بات اچھی

وہ عمل کیا جو دلیری کو گھٹائے اے دوست
قوتِ دل کو بڑھاتی رہے وہ بات اچھی

موقعۂ بحث نہین ۔ صاحبِ اقبال ہین آپ
میری ہر بات بُری آپ کی ہر بات اچھی

شب برات اچھی ہے ایجان نہ اچھی شب قدر
آپ حصے میں مرے آئیں وہی رات اچھی

ہم بغل شاہد دلجو ہو تو جاڑا اچھا
ہمنشیں ساقی مہوش ہو تو برسات اچھی

مائل ضبط بھی ہوں شایق فریاد بھی ہوں
جو پسند آپ کو آجائے وہی بات اچھی

فتنہ اُن آنکھوں سے اُٹھا تو مچی واہ کی دھوم
سچ یہ ہے صاحب اقبال کی ہر بات اچھی

ہو نمود اپنی تو اندھیر کی پروا کس کو
کوئی تاروں سے جو پوچھے تو کہیں رات اچھی

آپکے جور و ستم بھی ہیں دلآویز مجھے
چشم عاشق میں ہے معشوق کی ہر بات اچھی

بار خاطر ہو تو واعظ کا بھی ارشاد برا
دل کو بھا جائے تو اکبر کی خرافات اچھی

آپ کا حیر طلب لایق عزت نہ سہی
رحم ہی کیجئے للہ محبت نہ سہی

ہو رہو خاک در پیر مغان اے اکبر
زندگی لطف سے کٹ جائیگی عزت نہ سہی

کر دیا کنج قناعت میں بسر اکبر نے
عزت دل تو سلامت رہی دولت نہ سہی

سکھ پائی طبیعت جس سے تری رکھ شغل اپنا دن رات وہی
جو دل میں سمائے من بھائے ہے تیرے لئے حق بات وہی
کیا روتا ہے اگلے وقتوں کو تہ کر دے تو اپنے نیعوں کو
بھٹکاتے ہیں جو انسے ہو الگ پھر دن ہے وہی اور رات وہی
دھرتی نے جو بدلا رنگ تو کیا تو اپنی نظر اوپر کو اٹھا
داتا کے کرم میں کیا ہے کمی بادل ہے وہی برسات وہی

مری ناکامیابی کی کوئی حد ہو نہیں سکتی
صداقت چل نہیں سکتی خوشامد ہو نہیں سکتی

مری ہستی ہی خود شاہد وجود ذات باری کی
دلیل ایسی ہے یہ جو منکر رد ہو نہیں سکتی

نہیں ہاتھ آتی دولت نام رٹنے سے بزرگوں کے
ہجا سے جب تک ترکیب زیر زبر جدید ہو نہیں سکتی

نہایت خوشنما پتھر پڑے ہین عقل پر اُنکی
جنھین تسکین ہے لعل و زمرد ہو نہین سکتی

ترنم سازِ ہستی کا تجھے کیا لطف دے غافل
تری روح آشناے صوتِ سرمد ہو نہین سکتی

بہار آئی ہے اے واعظ ابھی معذور رکھ مجھکو
محل توبہ فصلِ گل کی آمد ہو نہین سکتی

بُری تعلیم سے پیدا ہون گو رائین غلط لیکن
طبیعت فطرتاً ہے نیک تو بد ہو نہین سکتی

بلین کو دیکھکر اکبر مین جھکتا ہون کسی در پر
نظر اپنی مریدِ طاق و گنبد ہو نہین سکتی

مسلمانون کو فیض اُس بزم سے ممکن نہین اکبر
کہ جس مین عزتِ نامِ محمدؐ ہو نہین سکتی

شکر ہے تم نے مرے درد کی کچھ داد تو دی
نہ دوا کی نہ سہی رخصتِ فریاد تو دی

کیا ہوا شمع حرم تو نے بجھا دی اے دوست
دیر کے شعلہ زبانون نے تجھے داد تو دی

بہرِ رفتار مین جب کرتا ہون تدبیر نئی
ڈال دیتا ہے فلک پانون مین زنجیر نئی

تو خوشامد کا ہے محتاج مین قناعت کا مرید
میری اکسیر جُدا ہے تری اکسیر نئی

پالسی تیرے لئے میرے لئے صبر و رضا
کہہ نہ دیتے ہو جو تم مذہب و ملت ایکبار
کیا سمجھتے ہو کہ مل جائیگی تقدیر نئی

الفت سے تری قطع نظر ہو نہین سکتی
یہ بات تو اچھی ہے مگر ہو نہین سکتی

افسوس کہ دل شوقِ حضوری مین ہے بیتاب
دربان یہ کہتا ہے خبر ہو نہین سکتی

اغیار کی آمد و شد آپنے جاری
راحت مجھے اب آپکے گھر ہو نہین سکتی

ختم کیا صبا نے رقص۔ گل پہ نثار ہو چکی
جوشِ نشاط ہو چکا۔ صوتِ ہزار ہو چکی

نیک و بدِ زمانہ کو دیکھکے گل نے راہ لی
لطفِ نسیم ہو چکا۔ کاوشِ خار ہو چکی

رنگ بنفشہ مٹ گیا۔ سنبل تر نہین رہا
صحنِ چمن مین زینتِ نقش و نگار ہو چکی

مستیِ لالہ اب کہان۔ اُسکا پیالہ اب کہان
دورِ طرب گذر گیا۔ آمدِ بہار ہو چکی

رُت وہ جو تھی بدل گئی۔ آئی بس اور نکل گئی
تھی جو ہوا مین نکہتِ مشکِ تتار ہو چکی

اب تک اُسی روش پہ ہے اکبر ست و بیخبر
کہہ دے کوئی عزیز من فصل بہار ہو چکی

سہت رہا ہے کبھی لطف یار ہم پر بھی
گذر چکی ہے یہ فصل بہار ہم پر بھی

عروس دہر کو آیا تھا پیار ہم پر بھی
یہ بیسوا تھی کسی شب نثار ہم پر بھی

بٹھا چکا ہے زمانہ ہمیں بھی مسند پر
ہوا کیے ہیں جواہر نثار ہم پر بھی

عدو کو بھی جو بنایا ہے تمنے محرم راز
تو فخر کیا جو ہوا اعتبار ہم پر بھی

خطا کسی کی ہو لیکن کھلی جو انکی زبان
تو ہو ہی جاتے ہیں دو ایک وار ہم پر بھی

ہم ایسے رند مگر یہ زمانہ ہے وہ غضب
کہ ڈال ہی دیا دنیا کا بار ہم پر بھی

ہمیں بھی آتش الفت جلا چکی اکبر
حرام ہو گئی دوزخ کی نار ہم پر بھی

انکی نگاہ دشمن اسلام ہی رہی
شرم و حیا کے ساتھ بھی بدنام ہی رہی

یاروں نے سو طرح کے مشاغل کیے بہم
لیکن مجھے تو فکر مے و جام ہی رہی

تسکین دل اس ترجمہ میں واللہ نہ پائی
چاہا تھا نکل جائیں مگر راہ نہ پائی

معنی سے معرّا نظر آیا مجھے ہر نقش
آنکھوں نے کوئی صورت دلخواہ نہ پائی

غوّاص رہی بحر حقیقت کی ہمیشہ
فکر حکما نے بھی مگر تھاہ نہ پائی

جو دیکھی نہ کوئی بات سوا نام کے ہمیں
کچھ لذت شان و حشم و جاہ نہ پائی

بار دل پر غم میں کمی ہوتی کچھ اس سے
فریاد کی طاقت بھی مگر آہ نہ پائی

ملت کا ادب اٹھ گیا جس قوم کو کیسی
اقبال کے سمت اُس نے کبھی راہ نہ پائی

کفر کی رغبت بھی ہے دل میں بتوں کی چاہ بھی
کہتے جاتے ہیں مگر منہ سے معاذ اللہ بھی

اب تو نقدی سے کوئی صاحب مراد خوش کر دیا
سن چکا ہوں مرحبا بھی آفریں بھی واہ بھی

واہ کیا جلوہ ہے پیش چشم اور اک بشر
شبہ بھی ہاں بھی نہیں بھی وہم بھی اللہ بھی

حالت تو یہ پہونچی ہے کہ دیکھی نہین جاتی
اور دل سے محبت ہے کہ اب بھی نہین جاتی

کیا کام چلے انکی توجہ نہین اکبر
اب کیجئے خوشامد کی تو وہ کی نہین جاتی

نئی تہذیب سے ساقی نے ایسی گرم جوشی کی
کہ آخر مسلمون مین روح پہونکی بادہ نوشی کی

تمہاری پالسی کا حال کچھہ کُھلتا نہین صاحب
ہماری پالسی تو صاف ہے ایمان فروشی کی

چھپانیکے عوض چھپوا رہے ہین خود وہ عیب اپنے
نصیحت کیا کرون مین قوم کو اب عیب پوشی کی

پہننے کو تو کپڑے ہی نہ تھے کیا بزم مین جاتے
خوشی گھر بیٹھے کر لی ہمنے جشن تاجپوشی کی

شکستِ رنگ مذہب کا اثر دیکھین نئے مرشد
مسلمانون مین کثرت ہو رہی ہے بادہ نوشی کی

رعایا کو مناسب ہے کہ باہم دوستی رکھین
حماقت حاکمون سے ہے توقع گرم جوشی کی

ہمارے قافیے تو ہو گئے سب ختم اے اکبر
لقب اپنا جو دیدین مہربانی ہے یہ جوشی کی

حسن ہے بیوفا بھی فانی بھی
کاش سمجھے اسے جوانی بھی

بڑھتا جاتا ہے حسن قوم مگر
ساتھ ہی اُس کے ناتوانی بھی

سب پہ حاوی ہین لعبتانِ فرنگ
چپ ہین بیگم بھی پست ہین رانی بھی

دلِ مبتلائے غفلت تو ہے محوِ دیر فانی
جو خدا کی یاد آئے تو اُسی کی مہربانی

جو گزر گیا خودی سے تو وہ مل گیا اُسی سے
نہ ہوائے رب ارنی نہ صدائے لن ترانی

مین زبان پہ لاؤن کیونکر وہ حدیثِ حسنِ مطلق
کہ نہ بار لفظ اُٹھائیگی نزاکتِ معانی

مین سمجھہ گیا وہی ہے مرے پردۂ نفس مین
مجھے اب تو سانس لینا ہی ہے لطفِ زندگانی

شیخ کی بات بگڑتے سے بھی مطلق نہ بنی
بادہ خواری پہ بھی اُس شوخ سے گاڑھی نہ چھنی

گم ہوئے ہوش جو دیکھا بتِ ترسا کا جمال
اسقدر کبر یہ عشوے یہ دہج - اللہ غنی

آپ کے ہو نہین سکتے ہین یہ عربی ریزے
دل نہ ٹھیرے تو نگل جائیے ہیرے کی کنی

پاؤں کانپا ہی کئے خوف سے اُنکے در پر
چست پتلون پہننے پہ بھی پنڈلی نہ تھمی

دل ہی دیتا تھا یہ - وہ دین بھی کرتے تھے طلب
یہی باعث تھا کہ اکبر سے بتوں سے نہ بنی

آئی ہوگی کسی کو ہجر میں موت
مجھکو تو نیند بھی نہیں آتی

عاقبت میں بشر سے ہے یہ سوا
یار تو رکو ہنسی نہیں آتی

حال وہ پوچھتے ہیں میں ہوں خموش
کیا کہوں شاعری نہیں آتی

ہمنشیں بک کے اپنا سر نہ پھرا
رنج میں ہوں ہنسی نہیں آتی

عشق کو دل میں دے جگہ اکبر
علم سے شاعری نہیں آتی

دشت غربت ہے علالت بھی ہے تنہائی بھی
اور ان سب پہ فزوں یاد مسیحائی بھی

ق

خواب راحت ہے کہاں نیند بھی آتی نہیں اب
بس اُچٹ جانے کو آئی جو کبھی آئی بھی

یاد ہے مجکو وہ بیفکری و آغاز شباب
سخن آرائی بھی تھی انجمن آرائی بھی

صحن گلزار بھی تھا ساقی گلفام بھی تھا
مئے گلرنگ بھی تھی نے بھی تھی اور نائی بھی

نکہت شوق و تمنا کی وہ دلکش تھی کمند
جس سے ہو جاتے تھے رام آہوے صحرائی بھی

ہم صنم خانہ جہان کرتے تھے اپنا قائم
پھر کھڑے ہوتے تھے واں حور کے شیدائی بھی

اب نہ وہ عمر نہ وہ لوگ نہ وہ لیل و نہار
بجھ گئی طبع کبھی جوش پہ گر آئی بھی

اب تو شعلے بھی مجھے دیو نظر آتے ہیں
اُس زمانے میں پری زاد تھی رسوائی بھی

میں تو آنکھوں میں جگہ دینے کو حاضر تھا اُسی
نیند ظالم سے یہ پوچھے کہ کبھی آئی بھی

اب تلک گو تڑے سے اُمید رہائی ہیں کچھ
لیجئے ہو گئی ختم آج توجہ لائی بھی

کام کی بات جو کہنی ہو وہ کہہ لو اکبر
دم میں چھن جائیگی یہ طاقت گویائی بھی

عشق و مذہب مین دو رنگی ہوگئی
دیر و دل مین خانہ جنگی ہوگئی

سختیِ ایام کا دیکھو اثر
گلبدن کی جا پہ سنگی ہوگئی

دخترِ رز شیشہ سے نکلی بیحجاب
سامنے رندون کے ننگی ہوگئی

علم یورپ کا ہوا میدان وسیع
رزق مین ہندی کے تنگی ہوگئی

کر دیا نزع نے واقف کہ یہ ہستی کیا تھی
ہوش آیا تو کھلا حال کہ مستی کیا تھی

رنگِ حافظ پہ بہک جاتے ہین اربابِ مجاز
یہ سمجھتے نہین وہ بادہ پرستی کیا تھی

فرقتِ یار مین بدلی کا مزا کچھ نہ ملا
پھر ہی نظرون مین تو رشتی تھی برستی کیا تھی

مین تو بت خانے مین گاہک نہ ہوا عزت کا
دین کے بدلے مین ملتی تھی تو سستی کیا تھی

اولوالعزمی جسے سمجھے تھے ہم وہ خود کشی نکلی
گمانِ ہوشیاری جس پہ تھا وہ بیہشی نکلی

غضب یہ ہے کہ فریاد و فغان بھی کر نہین سکتے
جو دیکھی فال تو بس آہ مین بیدِ خامشی نکلی

وقتِ پیری آگیا اکبر جوانی ہوچکی
سانس لینا رہ گیا اب زندگانی ہوچکی

ہجر مین دل کی سزا اے میرے جانی ہوچکی
ملیے اب بہرِ خدا نامہربانی ہوچکی

ایڑیون تک پہونچی زلف انکی تو مجکو کیا امید
راحتِ جان یہ بلائے آسمانی ہوچکی

وقت لطف و مہر ہے ایجان عشوے چھوڑیئے
کیجیئے دلداریان اب دلستانی ہوچکی

ضعف ایسا ہے تو قصد کوئی جانان کیا کرون
ہمت عالی تو نذرِ ناتوانی ہوچکی

رنگِ گلزار جہان ہے ہائے کتنا بے ثبات
دو ہی دن مین لالہ و گل کی جوانی ہوچکی

ایک عالم منتظر ہے بس اُٹھیے اب نقاب
کیجیئے برپا قیامت لن ترانی ہوچکی

عاشقی شاہد کالج ہے بربادیِ عمر
پاس تک پہونچے نہین ہم اور جوانی ہوچکی

حضرتِ دل ہوگئے اس عہد مین جزو شکم
کیجیئے عرضی نویسی شعر خوانی ہوچکی

رفیقِ حرص و مکاری دلیری ہو نہین سکتی
جو ہین روباہ طینت انمین شیری ہو نہین سکتی

کسیکے ساتھ دنیا نے وفا کی ہی نہین ابتک
تو مین کیون ہور ہون اسکا جو میری ہو نہین سکتی

کہون جھوم کے ہوتے کیون شب تار اُنکی زلفون کو
جب اتنے چاند ہون تو رات اندھیری ہو نہین سکتی

خدا ہی جانے کتنے قالبون مین مشترک ہوگی
یہ خاک جسم کبھی دنیا مین تیری ہو نہین سکتی

محبت اپنی ہی پریون سے رکھین حضرت انسان
مس مغرور لندن اُن کی چہیتی ہو نہین سکتی

فزون ہے دلکشی مشرق کی مغرب کی لطافت سے
حریف بلبل گلشن کنیری ہو نہین سکتی

خدا کا ہے جو کچھ ہے آپ ہم دونون کی مہمان ہین
شر و مندرون مین باہم میری تیری ہو نہین سکتی

غزل مین حالت دل نظم کر سکتا ہون اے اکبر
مگر اُسکے کہون اتنی دلیری ہو نہین سکتی

طپش دل مجھے ہوتی ہے کہین اس سے سوا
بیٹھے تو ہیئے ابھی آپ نے دیکھا کیا ہے

پسند آئی ہے عزلت مین جہان اپنے گھر کا گوشہ ہے
خدا کی یاد منزل ہے قناعت اپنا توشہ ہے

طبیعت اوج پر ہے رزق نا محتاج ملتا ہے
ہمین اک خوشہ گندم یہان پروین کا خوشہ ہے

طرح پیام یار

اپنا رنگ اُن سے ملانا چاہیئے
آج کل پینا پلانا چاہیئے

خوب وہ دکھلا رہے ہین سبز باغ
ہمکو بھی کچھ گل کھلانا چاہیئے

چال مین تلوار ہے دل کی گھڑی
توپ سے اسکو ملانا چاہیئے

قول بابو ہے کہ جب بل پیش ہو
پیش حاکم بلبلانا چاہیئے

کچھ نہ ہاتھ آئے مگر عزت تو ہے
ہاتھ اُس مس سے ملانا چاہیئے

دو عالم کی بنا کیا جانئے کیا ہے
نشان ماسوا کیا جانئے کیا ہے

مری نظرون مین ہے اللہ ہی اللہ
دلیل ماسوا کیا جانئے کیا ہے

حقیقت پوچھ گل کی بلبلون سے
بھلا اسکو صبا کیا جانئے کیا ہے

ہوا ہون اُنکا عاشق ہے یہ اک جرم
مگر اسکی سزا کیا جانئے کیا ہے

مرے مقصودِ دل تو بس تمہین ہو
لگاوٹ بھی ہے ساتھ اسکے جفا بھی
تمہارا مدعا کیا جانے کیا ہے

نہ اکبر سا کوئی نادان نہ ذی ہوش
ہر اک شے کو کہا کیا جانے کیا ہے

ہم اُنکی خوشی کیلیئے کیا کچھہ نہین کرتے
لیکن وہ جفاؤن کے سوا کچھہ نہین کرتے

وہ کہتے ہین یہ ٹھیک ہے ہم کہتے ہین جی ہان
بالفعل تو ہم اسکے سوا کچھہ نہین کرتے

بتخانے سے کچھہ فیض نہ ہوگا تمہین اکبر
تم یان بھی بجز ذکرِ خدا کچھہ نہین کرتے

نہ بہتے اشک تو تاثیر مین سوا ہوتے
صدف مین رہتے یہ موتی تو بے بہا ہوتے

جنونِ عشق مین ہم کاش مبتلا ہوتے
خدا نے عقل جو دی تھی تو با خدا ہوتے

لیا نہ تخلیہ مین اُن کا بوسہ چوک ہوئی
ہلاتے مجھہ پہ وہ ہوتے اگر خفا ہوتے

ستم کی جس سے کیسے سب ہین تیری مجوِ چال
کبھی سنا نہین مین نے تر اگلا ہوتے

نہ ہوتی گر یہ حسینانِ چین کی پابندی
تو اُن کی چال سے فتنے بہت بپا ہوتے

سمجھہ گئے کہ یہ اپنے حواس ہی مین نہین
ہماری بات پہ اب وہ نہین خفا ہوتے

یہ خاکسار بھی کچھہ عرضِ حال کر لیتا
حضور اگر متوجہ ادہر ذرا ہوتے

پہ جس نے آنکھہ ہین دی ہے وہ قابلِ دید
پھر اسکو چھوڑ کے کیا محوِ ماسوا ہوتے

مجھہ ایسے رند سے رکھتے ضرور ہی الفت
جناب شیخ اگر عاشقِ خدا ہوتے

دلون کو آلفتِ دنیا نے سخت ہی رکھا
ہوائے نفس مین غنچے شگفتہ کیا ہوتے

گناہگارون نے دیکھا جمالِ رحمت کو
کہان نصیب یہ ہوتا جو بے خطا ہوتے

ہے زاہدون کو جو وحشت جمالِ انسان سے
تو کاش دخترِ رز ہی کے آشنا ہوتے

وہ ظلم تم مین ہے میرے سوا کوئی بندہ
تلاش سے بھی نہ پاتے جو تم خدا ہوتے

جنابِ حضرتِ ناصح کا واہ کیا کہنا
جو ایک بات نہ ہوتی تو اولیا ہوتے

مذاق عشق نہین شیخ مین یہ ہے افسوس
یہ چاشنی بھی جو ہوتی تو کیا سے کیا ہوتے

یہ انکی بیخبری ظلم سے بھی ہے افزون
اب آرزو ہے کہ وہ مائل جفا ہوتے

کبھی یہ مین نے نہ چاہا کہ ہون وہ دوست مرے
امید کیا تھی کہ ہوتے تو بے ریا ہوتے

وضو سے ہوگئی جائز نماز یارون کو
جو اثر عشق بھی ہوتا جو دل صفا ہوتے

تمہارے حسن کے بھی تذکرے ہین شہر و نگین
مرے سخن کے بھی چرچے ہین جابجا ہوتے

محل شکر ہین اکبر یہ در فشان نظمین
ہر اک زبان کو یہ موتی نہین عطا ہوتے

ضروری کام پیری کا جو ہے کرنا ہی پڑتا ہے
نہین جی چاہتا مطلق مگر مرنا ہی پڑتا ہے

خدا کو ماننا ہی پڑتا ہے دنیا کو جب برتو
خیال مرگ سے انسان کو ڈرنا ہی پڑتا ہے

آپکے قصہ دل آویز کا کہنا کیا ہے
مگر اکبر کو توقف کیا اسے رہنا کیا ہے

سانس لینے کو ذرا ٹھہرا ہو تمہین دنیا مین
کیسا سامان اقامت مجھے رہنا کیا ہے

کہہ چکا اسقدر اور پھر وہی الجھن دل کی
کچھ سمجھ مین نہین آتا مجھے کہنا کیا ہے

مسکرا کر وہ لگے کہنے کہ ذلت ذلت
جب یہ پوچھا کہ ہوا ہجر کے سہنا کیا ہے

امید و بیم کے جھگڑون سے آگاہی نہین رکھتے
سبب یہ ہے کہ ہم کوئی تمنا ہی نہین رکھتے

تجھے اے چرخ کیا مشکل ہے ہمکو مطمئن کرنا
فقیر بے نوا ہین شوکت شاہی نہین رکھتے

لب آشنا ہے دعا ہون نہ ماسوا کے لیئے
پکار بیٹھے جو خدا کو تو بس خدا کے لیئے

مقام شوق مین اے دل وہ رنگ پیدا کر
نظر زبان سے ہو ملتجی دعا کے لئے

سواے مرگ نہین کچھ علاج درد فراق
اجل کو ڈھونڈتے پھرتے ہین ہم دوا کے لئے

جو ہو سکے تو انکھین لاؤ بس مین اچھا ہون
یہ اہتمام عبث ہے مری دوا کے لیئے

جو آرزو ہے اجل ہو تو دل کسی سے لگا
بہانہ چاہیئے آخر کوئی قضا کے لئے

شب فراق مین آیا خیال زلف سیاہ
یہ اور طرہ ہوا گیسوے بلا کے لئے

حسین ہونا ہی کافی ہے ظلم کرنے کو
تلاش عذر یہ کیون ہے تمہین جفا کے لیئے

بتون کے واسطے جاتا ہون مین تو جانب دیر
سدھارین شیخ ہی جی کعبہ کو خدا کے لیئے

جہان جہان صفت اُس فخر انبیا کے لیئے
کہ عالم اُسکے لیئے اور وہ خدا کے لیئے

طریق عشق مین دل خضر بنکے پچھتایا
سمجھ گیا کہ مصیبت ہے رہنما کے لیئے

زبان و چشم بتان کا نہ پوچھیئے عالم
وہ شوخیون کیلیئے ہے یہ ہے حیا کے لیئے

خراب دل کو جو اُس نے کیا تو خوب کیا
بنا بھی تھا یہ اُسی چشم فتنہ زا کے لیئے

مذہب کبھی سائنس کو سجدہ نہ کریگا
انسان اُڑین بھی تو خدا ہو نہین سکتے

از راہِ تعلق کوئی جوڑا کرے رشتہ
انگریز تو نیٹو کے چچا ہو نہین سکتے

نیٹو نہین ہو سکتے جو گورے تو ہے کیا غم
گورے بھی تو بیچارے سے خدا ہو نہین سکتے

ہم ہون جو کلکٹر تو وہ ہو جائین کمشنر
ہم اُن سے کبھی عہدہ برآ ہو نہین سکتے

دو ہی دن مین رخِ گل زرد ہوا جاتا ہے
چمنِ دہر سے دل سرد ہوا جاتا ہے

علم و تقویٰ پہ بڑا ناز تھا مجھکو لیکن
آپ کے سامنے سب گرد ہوا جاتا ہے

ہو رہی ہے مری فریاد کی اُلٹی تاثیر
وہ تو کچھ اور بھی بیدرد ہوا جاتا ہے

یہ بت جو دلکش ہین آج اتنے یہ روح پر کل عذاب ہونگے
نہین سمجھتے جو حضرتِ دل تو آپ اک دن خراب ہونگے

ہمارے حالات کی حقیقت کسی پہ بھی منکشف نہ ہوگی
جو کوئی سوچیگا وہم ہونگے جو کوئی دیکھیگا خواب ہونگے

ڈنر کا مجھکو نہین ہے چسکا وگرنہ ہے کارڈ مین تو لکھا
شراب ہوگی کباب ہونگے حضورِ والی جناب ہونگے

بگاڑ ہا مین آپ سے نہ رہینگے جو مستند طرز پر ہین قایم
جو بے اصولی کے ہین مقلد وہ ہو کے ابتر خراب ہونگے

خواہش زرین نئی تہذیب کے پیرو ہیں
بوسے ہی تک ہم تو پہنچے تھے رہ تہذیب میں

وہ نہ ہاتھ آیا مگر گنج معائب ہو گئے
کہائی وہ منہ کی کہ اب اُس سے بھی نامہ ہو گئے

ہان ہان عدو بھی آپ کا طالب ضرور ہے
بنتے ہو میری جان تو آ بیٹھو گود مین

لیکن حضور فرق مراتب ضرور ہے
تم جانتے ہو روح کو قالب ضرور ہے

دل کا ہے قصور آپ کا طالب تو یہی ہے
میری نہ ہو تقدیر مناسب تو یہی ہے

راتون کو بتون سے وہ لگاوٹ بھی چلی جائے
کرتا ہے حقارت کی نظر پیر مغان بھی

اور صبح کو وہ نعرۂ یارب بھی نہ چھوٹے
افسوس اگر اُنسے شراب اب بھی نہ چھوٹے

قلعی بھی ریاکاری کی کھلتی رہے اکبر
طعنون سے مگر طرز مہذب بھی نہ چھوٹے

معنی کو بھلا دیتی ہے صورت ہے تو یہ ہے
کمرے مین جو ہنستی ہوئی آئی مس رعنا
یہ بات تو اچھی ہے کہ الفت ہو مسون سے
پیچیدہ مسائل کیلئے جاتے ہین انگلینڈ
پبلک مین ذرا ہاتھ ملا لیجئے مجھسے

ٹیچر بھی سبق سیکھ لے زینت ہے تو یہ ہے
ٹیچر نے کہا علم کی آفت ہے تو یہ ہے
حور اُن کو سمجھتے ہین قیامت ہے تو یہ ہے
زلفون سے اُلجھ آتے ہین شامت ہے تو یہ ہے
صاحب مرے ایمان کی قیمت ہے تو یہ ہے

عبث ہر طاقت و دولت پہ تجھکو شان و حسرت ہے
تعجب ہے مجھے ان شاعرونکے شور و غوغا پہ
مجھے بیچین کرتا ہے نظارہ سنبل و گل کا
فنا کا دور جاری ہے مگر مرتے ہین جینے پہ

نہ ہر طاقت مین تمکو ہے نہ ہر دولت مین راحت ہے
کوئی پوچھے کہ تمکو کیا جو کوئی خوبصورت ہے
ادھر ہے پیچ گیسو کا اُدھر عارض کی رنگت ہے
طلسم زندگانی بھی عجب اک راز فطرت ہے

کون ایسا ہے جو یون مجھپہ عنایت رکھے
سچ تو یہ ہے کہ سلیقہ بھی ہے ہر کام مین شرط
نہ شریعت نہ طریقت نہ محبت نہ حیا

صد و سی سال خدا تم کو سلامت رکھے
بت کو چاہئے تو برہمن کی طبیعت رکھے
جیسے جو چاہے وہ اس عہد مین تہمت رکھے

آدمی کیلئے دنیا مین مصائب ہین بہت ۔۔۔ خوش نصیبی ہے جو وہ صبر کی عادت رکھے

کیا بتاؤن تمہین اچھائی کی پہچان اکبر
بس وہی خوب ہے جو تم سے محبت رکھے

میرے حواس عشق مین کیا کم ہین منتشر ۔۔۔ مجنون کا نام ہوگیا قسمت کی بات ہے
دل جسکے ہاتھ مین ہو تو ہو اُس پہ دسترس ۔۔۔ بیشک یہ اہل دل پہ مصیبت کی بات ہے
پروانہ رینگتا رہے اور شمع جل بجھے ۔۔۔ اس سے زیادہ کونسی ذلت کی بات ہے
مطلق نہین محل عجب موت و حشر مین ۔۔۔ مجھکو تو یہ حیات ہی حیرت کی بات ہے
ترچھی نظر سے آپ مجھے دیکھتے ہین کیون ۔۔۔ دل کو یہ چھیڑنا ہی شرارت کی بات ہے
راضی تو ہوگئے ہین وہ تاثیر عشق سے ۔۔۔ موقع نکالنا سو یہ حکمت کی بات ہے

تخلیہ بھی ہے ہوا سرد ہے اور رات بھی ہے ۔۔۔ پھر بھی انکار مری جان یہ کوئی بات بھی ہے
لطف ساقی ہو تو یہ وقت ہے مے نوشی کا ۔۔۔ رحمت حق سے گھٹا چھائی ہے برسات بھی ہے

وہ بے خبر ہے غلغلۂ کائنات سے ۔۔۔ جسکی کہ لو لگی ہے فقط تیری ذات سے

سن چکے آپ کہ پیش آئے تھے حالات ایسے ۔۔۔ یہی باعث تھا کہ بیچین تھے ہم رات ایسے
میری غیبت کوئی کرتا تھا تو مجھسے نہ کہو ۔۔۔ تذکرے خوب نہین وقت ملاقات ایسے
انکو واپس کیا یہ کہکے کہ تائب ہوی وہ ۔۔۔ ہوتے جاتے ہین ملازم مرے بدذات ایسے
دشمن دین سے تمہین ہوگی کچھ اُمید فلاح ۔۔۔ ہم تو سنتے نہین اقوال خرافات ایسے
ایدل اُس ابرو و مژگان و نظر سے دب جا ۔۔۔ صلح لازم ہے جو ہون جنگ کی آلات ایسے
بحث سے پھر کے طاعت پہ کرین دل کو رجوع ۔۔۔ پیر وہ ہین کہ جو ہون اہل کرامات ایسے

واہ اکبر یہ نکالا ہے عجب طرز سخن
حسن بندش تو یہ اور اچھے خیالات ایسے

کٹے ملت سے جو دیکھیگی دنیا انکو عبرت سے ۔۔۔ گرے پتے ہین یہ بس سبز ہین اپنی رطوبت سے

قیامت کر رہے ہین لعبتان مغربی اکبر
تھیٹر کو بنایا ہے انھین حورون نے جنت سے

مرا جس پارسی لیڈی پہ دل آیا ہے ای اکبر
جو سچ پوچھو تو حسن بمبئی ہے اُسکی صورت سے

نفع ہوتا ہے فقط خارجی علاج سے
واقف آپ ابھی نہین عشق کے مزاج سے

دل ملین تو کیا ملین اہل قوم کے جسم
ایک آیا کعبے سے ایک آیا لاج سے

اکبر کچھہ آرہے ہو نظر بند بت رسے
آخر ضرر ہوا تمھین ناصح کے پند سے

سراے دہر تو ہے رہزن اجل کا مقام
یہان کبھی کیا کوئی دل آن کر ٹھہرتا ہے

دل کو مرے تم ایک نظر دیکھہ تو لیتے
ہوتے نہ خریدار مگر دیکھہ تو لیتے

رہ گئے اہل خرد دہر کے چکر مین پھنسے
وہی اچھے جو تری زلف معنبر مین پھنسے

دل کو مرے فروغ تمہاری نظر سے ہے
بجلی بنا ہوا ہے یہ اسی کے اثر سے ہے

ہر طرف سیٹھ بگڑنے کا یہان اک دور ہے
چشم عبرت کیلئے دنیا محل غور ہے

لائڈ و گل اک طرف طاعون کا غل اکطرف
ہے جنون یارونکو لیکن رنگ ہی کچھہ اور ہے

پستان بجوز بنوش بزن کار دہر ہے
دل اسمین اہل دل جو لگائین تو قہر ہے

بس ذکر ہی مین بادۂ گلگون کے ہے مزا
چکھنا نہ ہمنشین اسے واللہ زہر ہے

ملک مین مجھکو ذلیل و خوار رہنے دیجیے
آپ اپنی عزت دربار رہنے دیجیے

دل ہی دل مین باہمی اقرار رہنے دیجیے
بس خدا ہی کو گواہ اے یار رہنے دیجیے

اتقا کا آجکل اظہار رہنے دیجیے
بیچیے قبلہ یہ استغفار رہنے دیجیے

خوب فرمایا کہ اپنا پیار رہنے دیجیے
آپ ہی یہ غمزہ و انکار رہنے دیجیے

دیکھیے گا لطف کیا کیا گل کھلین گے شوق کے
مجھکو آپ اپنے گلے کا ہار رہنے دیجیے

چاندنی برسات کی تاری ہے چلتی ہے نسیم
آج تو للہ یہ انکار رہنے دیجیے

چشم بد دور آپکی نظرین ہین خود موج شراب
بس محبت لیے مست اپنے سرشار رہنے دیجیے

کیجیے اپنی نگاہِ فتنہ افزا کا علاج
نرگسِ بیمار کو بیمار رہنے دیجیے

کس بلاغت سے کہا اُسنے کہ رکییے حد مین شوق
مدعا کو قابل اظہار رہنے دیجیے

لن ترانی خود شراب معرفت ہے اے کلیم
آرزوے شربتِ دیدار رہنے دیجیے

چھوڑنے کا مین نہین اب آپ کو اے جان جان
ہے اگر مجھ پر خدا کی مار رہنے دیجیے

کیجیے ثابت خوش اخلاقی سے اپنی خوبیان
یہ نمود جبہ و دستار رہنے دیجیے

ظالمانہ مشورہ تمین مین نہین ہونگا شریک
غیر ہی کو محرمِ اسرار رہنے دیجیے

کھلگیا مجھ پر بہت ہین آپ میرے خیر خواہ
خیر چندہ لیجیے طومار رہنے دیجیے

کیجیے رشوت ستانی سے ذرا پرہیز آپ
خیر خواہی کا یہ سب اظہار رہنے دیجیے

ملکے باہم کیجیے اغیار سے بحث و جدال
بے نتیجہ باہمی تکرار رہنے دیجیے

ٹھہر مین ممکن نہین نظارۂ موج فرات
ایسی خواہش کو سمندر پار رہنے دیجیے

ہمکنار اُس بحر خوبی سے نہون گو اکبر آپ
ایسے منصوبے سمندر پار رہنے دیجیے

سو رنگ تصور مین ہم ایجان در آئے
ہر رنگ مین تم آفتِ ایمان نظر آئے

اے خضر مری راہ تو بس راہِ جنون ہے
منزل کو غرض ہو تو خود اس راہ پر آئے

اندھیر تھا بے آپ کے آنکھون مین زمانہ
دنیا نظر آئی مجھے جب تم نظر آئے

دل جسطرف آیا ہے وہ معلوم ہے مجھکو
ناصح سے تو پوچھو کہ یہ حضرت کدھر آئے

یہ حسن بتون کا یہ جنون خیز نگاہین
پتھر کا بھی دل ہو تو ادھر ٹوٹ کر آئے

بے رونقیِ انجمنِ عشق نہ چاہی
خالی جو ملی کوئی جگہ آہ بھر آئے

عکس آپ کا تھا طالب گوہر پئے تزئین
پڑتے ہی مری آنکھ مین آنسو بھی بھر آئے

خطا معاف مرون گا مین حور ہی کے لئے
حسین بھی خوب ہین لیکن حضور ہی کے لئے

کوئی گناہ ہو مدنظر معاذ اللہ
شراب پیتا ہون مین بس سرور ہی کے لئے

خلاف شرع کوئی قصد ہو معاذ اللہ
شراب پیتا ہوں میں بس سرور ہی کیلئے

بانکی وہی ادا بھی ہے ترچھی وہی نظر بھی ہے
جان پہ میری بنگئی آپ کو کچھ خبر بھی ہے

ظلم کی اک ادا بھی ہے لطف کی اک نظر بھی ہے
حسن کا اقتضا بھی ہے عشق کا کچھ اثر بھی ہے

دل پہ مرے ہیں انکے دانت میں ہوں لبِ انکے چوستا
دولت وصل یار میں لعل بھی ہے گہر بھی ہے

شرط لگائی آپ نے میری امید کم ہوئی
وعدے پہ کیا خوشی کروں ان میں جب اک اگر بھی ہے

دنیا میں بےخبر ہے جو پروردگار سے
شاید ہے زندہ اپنے ہی وہ اختیار سے

اے صانع ازل تری قدرت کے میں نثار
کیا صورتیں بنائیں ہیں مشت غبار سے

تری باتوں سے گو دل میں ملال اے یار آتا ہے
مگر جب دیکھتا ہوں تیری صورت پیار آتا ہے

جو چلتا ہے دلِ سوزاں کا انجن راہِ الفت میں
جو راہِ عشق میں دل پر مصیبت کوئی پڑتی ہے
خبر دینے کو فوراً آنسوؤں کا تار آتا ہے

دل ہو خراب دین پہ جو کچھ اثر پڑے
اب کار عاشقی تو بہرکیف کر پڑے

عشق بتاں کا دین پہ جو کچھ اثر پڑے
اپنو نباہنا ہے تب اک کام کر پڑے

مذہب چھڑا دیا عشوۂ دنیا نے شیخ سے
دیکھی جو ریل اونٹ سے آخر اتر پڑے

بیٹھا یہاں نصیب میں تھیں ورنہ ہمنشیں
یہ کیا ضرور تھا کہ انھیں پر نظر پڑے

بہتر یہی ہے قصد ادھر کا کریں نہ وہ
ایسا نہ ہو کہ راہ میں دشمن کا گھر پڑے

ہم چاہتے ہیں میل وجود و عدم میں ہو
[illegible] دہن انکی کمر پڑے

دانا وہی ہے دل جو کرے آپکا خیال
بینا وہی نظر ہے کہ جو آپ پر پڑے

ہونی نہ چاہیے تھی محبت مگر ہوئی
پڑنا نہ چاہیے تھا غضب میں مگر پڑے

شیطان کی نہ مان جو راحت نصیب ہو
اللہ کو پکار مصیبت اگر پڑے

اے شیخ ان بتوں کی یہ چالاکیاں تو دیکھ
نکلے اگر حرم سے تو اکبر کے گھر پڑے

ادہر ہماری تو یہ لگاوٹ حضور ایسے
ادہر یہ فرما کے مسکرانا کہ ہونگے کم اہل زور ایسے
خدا کی ہستی مین شبہ کرنا اور اپنی ہستی کو مان لینا
پھر اُس پہ طرہ اس ادعا کا کہ ہم مین اہل شعور ایسے
ہمین نے چاہا نہ قرب اُنکا فریب نیا ہو دشمن اگر
وگرنہ ایمان کی جو پوچھو نہ تھے وہ کچھ ہم سے دور ایسے

ہمارے مصحف ایمان کا اول ہے نہ آخر ہے
ہنر ا کی شان آیت ہے مذاق دل مفسر ہے

قرآن چھوڑ بھاگے شیطان کے مقابل
اس معرکے مین اکثر احباب ہیں نکلے
بوڑھے ہیں ہنسی کو اپنی ثابت کرین تو کیون کر
تب دانت ہی نہین ہے پھر کون چھپ نکلے
مجنون نے نام پایا اور کوہکن بھی ابھرا
اس مدرسے کے لڑکے سب خوش تمیز نکلے

جو قانع ہے کسی دن اسکی قسمت لڑ ہی جاتی ہے
جو اہل حرص ہین اُنپر مصیبت پڑ ہی جاتی ہے
حسینان جہان سے آنکھ اپنی لڑ ہی جاتی ہے
دل آ ہی جاتا ہے آخر مصیبت پڑ ہی جاتی ہے
جوانی مین ہلاکت دل کی ہے اُسکا دبا رکھنا
کہ ایسی چیز و بگڑ کر میون مین سڑ ہی جاتی ہے
گلستان مین گل رنگین کو زینت کی ضرورت کیا
مگر اس لعل پر الماس شبنم جڑ ہی جاتی ہے

ہے قوم جسم سلطنت اُسمین ہے مثل روح
جب یہ نہین تو قوم نہین بلکہ لاش ہے
سعی شغال و گرگ سے جنبش ہوئی اگر
نافہم سمجھے قوم مین خود انتعاش ہے
البتہ زندگانی شخصی کا ہے وجود
قانون مین ہر اک کے لئے زندہ باش ہے
پیمانہ ہے ساختہ شاہ وقت پر
محدود طالبین کی فکر معاش ہے
بے علم مذہبی کے ہین اخلاق نادرست
اسکی خرابیون سے تو دل پاش پاش ہے
کچھ خاک مین ملینگے تو کچھ ہونگے جزو غیر
یہ مسئلہ صحیح ہے گو دلخراش ہے
اپنی یہ احتیاط کہ بوسے پر اکتفا
اُس پر بھی یہ عتاب کہ تو بدمعاش ہے

اپنے برتاؤ سے گو وہ مجھے ناخوش رکھے
ہے دعا میری یہی اُسکو خدا خوش رکھے
منہ چھپا لیتے ہین زلفون ہی مین گو ہون ناخوش
ہنسکے کہتے ہین تجھے میری بلا خوش رکھے
واہ کس چال سے غنچون کو ہنسایا تو نے
لطف باری تجھے اے باد صبا خوش رکھے

اِن بتون کو نہین کچھ صدق و صفا سے مطلب — بس خوشامد سے کوئی اُنکو ذرا خوش رکھے
باغ و صحرا مین بھی بے لطف رہا کرتا ہون — رنج دے چرخ تو کیا آب و ہوا خوش رکھے
اُس مِس شوخ سے راحت نہ ملے گی مجھ کو — عمر بھر خیر وہ اک شب تو بھلا خوش رکھے

آپ فرماتے ہین اکبر سے مجھے خوش رکھو
خود جو مغموم ہو وہ اور کو کیا خوش رکھے

مثلِ بلبل زمزمون کا خود یہان اک رنگ ہے — ارغنون اِس انجمن مین خارج از آہنگ ہے
ہر خیال اپنا ہے یہان اک مطربِ شیرین نوا — ہر نفس سینے مین اک موجِ صدائے چنگ ہے
ہر تصور ہے مرا عکسِ جمال روے دوست — میرا ہر محبوبۂ وہم اک گُلِ خوش رنگ ہے
لوحِ دل ہر جنبشِ مژگان سے ہے معنی پذیر — ہر رگِ اندیشہ نقشِ خامۂ ارژنگ ہے
ہر حباب بحرِ جوشِ طبع ہے اک آسمان — وسعتِ دل کا ذرہ ذرہ کوہ کا ہمسنگ ہے
عکس تیرا پڑکے آئین ہوگیا پاکیزہ تر — اے بتِ کافر مری آنکھون مین فیضِ گنگ ہے

نظم اکبر سے بلاغت سیکھ لین اربابِ عشق
اصطلاحاتِ جنون مین بے بہا فرہنگ ہے

داخل ہوے حرم مین بتون کو نکال کے — اسلام کو قبول کیا دیکھ بھال کے

اُلجھا نہ مرے آج کا دامن کبھی کل سے — مانگی نہ مدد دل نے مدِ طولِ امل سے
اُنکی نگہِ مست ہے لبریز معانی — ملتی ہوئی تاثیر مین حافظ کی غزل سے
ادراک نے آنکھین شبِ اوہام مین کھولین — واقف نہ ہوا روشنئ صبحِ ازل سے
قرآن ہے شاہد کہ خدا حسن سے خوش ہے — کس حسن سے یعنی تو سنو حسنِ عمل سے
حکم آیا خموشی کا تو بس حشر تلک چپ — عظمت ترے پیغام کی ظاہر ہوئی اجل سے
درجہ تحیر کا ہے بے خودی سے فزوں تر — ہے روح کو امید ترقی کی اجل سے
بحثِ کُہن و نو مین سمجھتا نہین اکبر — جو ذرہ ہے موجود ہے وہ روزِ ازل سے

ہو دعویٰ توحید مبارک تمہین اکبر
ثابت بھی کرو اسکو مگر طرز عمل سے

مذہب ہی سے حفاظت قومی ہے اے عزیز
نادان ہے کیوں اٹھاے جو پہول سے
اُتنا ہی آدمی ہین سمجھئے کمال فہم
جتنا کہ احتراز کرے وہ فضول سے
جو کام آئے میرے کرون اُس طرف کو رُخ
تخصیص سرو سے ہی نہ وحشت ببول سے
ہرگز اوس انجمن کو نہ سمجھو مُمِدّ قوم
خالی ملے جو ذکر خدا و رسول سے

نئی تہذیب مین بھی مذہبی تعلیم شامل ہے
مگر یونہین کہ گویا آبِ زمزم مے مین داخل ہے

کہانتک داد دون تیری بلاغت کی مین اے اکبر
یہ تیرا ایک مطلع لاکھہ مضمونون کا حاصل ہے

دین وملت کی ترقی کا خیال اچھا ہے
اصل مضبوط ہو جسکی وہ نہال اچھا ہے
سجدا ہند کے پُرزے بھی غضب ڈہاتے ہین
یہ غلط ہے کہ ولایت ہی کا مال اچھا ہے
گھر کے خط مین ہے کہ کل ہوگیا جہلم اوس کا
پانیر لکھتا ہے بیمار کا حال اچھا ہے

طائر رنگ چمن اُڑنے کو پر کھولے ہے
آشیان ایسے گلستان مین نہ بلبل باندھے
ہوے مطلوب جیسے زاد رہ منزل فقیر
گرہِ صبر مین وہ نقد توکل باندھے
نظر آے شب تاریک مین جگنو کی چمک
وہ جو تعویذ طلائی تہ کاکل باندھے

کبھی ہے صبح عید آمین کبھی شام محرم ہے
یہ عالم چشم بینا کے لیے عبرت کا عالم ہے
دوا ہے کالج اور کونسل سو اُسکی ہے فراوانی
غذا ہے (راحت دل اور دولت) وہ بہت کم ہے

تمہاری بحثون ہی سے شبہے خدا کی ہستی مین کم نہ ہوتے
مگر یہ بات آگئی سمجھہ مین خدا نہ ہوتا تو ہم نہ ہوتے

یہ حسن ہی سے ہے عشق پیدا یہ عشق ہی سے مصیبتین ہین
جو یہ نہ ہوتا تو دل نہ ہوتا جو دل نہ ہوتا تو غم نہ ہوتے

تمہارے عشوے تمہارے غمزے نگاہ ساقی کے ہیں مؤید
وگرنہ تقویٰ کے ٹوٹ جانے کے اتنے سامان بہم نہ ہوتے

کہا سکندر نے یہ بحسرت جب آ گیا اوسکا وقت رحلت
کہ سہل تر ہوتی نزع ہمپر جو محو جاہ و حشم نہ ہوتے

بلندیاں ہوتی ہیں مخالف جو پستیوں پہ ہو میل دل کا
زمیں کے فتنوں میں گر نہ پھنستے فلک کے جور و ستم نہ ہوتے

مذاق فطرت میں بس نہ جاتے جو قامت و گیسوی حسیناں
یہ راستی سرو میں نہ ہوتی یہ سنبل تر میں خم نہ ہوتے

تری ترقی مرا تنزل تری جفائیں مرا تحمل
فلک کی گردش کا لطف کیا تھا جو تو نہ ہوتا جو ہم نہ ہوتے

یہ موجودہ طریقے راہیٔ ملک عدم ہونگے
نئی تہذیب ہوگی اور نئے سامان بہم ہونگے

نئے عنوان سے زینت دکھائینگے حسیں اپنی
نہ ایسا پیچ زلفوں میں نہ گیسو میں یہ خم ہونگے

نہ خاتونوں میں رہ جائیگی پردے کی یہ پابندی
نہ گھونگٹ اسطرح سے حاجب روئے صنم ہونگے

بدل جائیگا انداز طبائع دور گردوں سے
نئی صورت کی خوشیاں اور نئے اسباب غم ہونگے

نہ پیدا ہوگی خط نسخ سے شان ادب آگیں
نہ نستعلیق حرف اسطرح سے زیب رقم ہونگے

خبر دیتی ہے تحریک ہوا تبدیل موسم کی
کھلینگے اور ہی گل زمزمے بلبل کے کم ہونگے

عقائد پر قیامت آئیگی ترمیم ملت سے
نیا کعبہ بنے گا مغربی پتلے صنم ہونگے

بہت ہونگے مغنی نغمۂ تقلید یورپ کے
مگر بے جوڑ ہونگے اسلئے بے تال سم ہونگے

ہماری اصطلاحوں سے زباں نا آشنا ہوگی
لغات مغربی بازار کی بھاکھا سے ضم ہونگے

بدل جائیگا معیار شرافت چشم دنیا میں
زیادہ تھے جو اپنے زعم میں وہ سب سے کم ہونگے

گزشتہ عظمتوں کے تذکرے بھی رہ نہ جائینگے
کتابوں ہی میں دفن افسانۂ جاہ و حشم ہونگے

کسی کو اس تغیر کا نہ حس ہوگا نہ غم ہوگا
ہوے جس ساز سے پیدا اُسی کے زیر و بم ہونگے

تمہیں اس انقلاب دہر کا کیا غم ہے ای اکبر
بہت نزدیک ہین وہ دن کہ تم ہوگے نہ ہم ہونگے

موت سے وحشت بشر کا اک خیالِ خام ہے
اصل فطرت مین فقط آرام ہی آرام ہے

اس تجارت گاہ دنیا کا کہوں کیا تم سے حال
کارخانے سب خدا کے ہین ہمارا نام ہے

پیش نظر صنم ہے بس عاشقی کا غم ہے
دنیا کی فکر کم ہے اللہ کا کرم ہے

یہہ گیسوے معنبر یہہ چشم سحر آگین
کیا پوچھتے ہو صاحب اندھیر ہے ستم ہے

سید کی روشنی کو اللہ رکھے قایم
بتی بہت ہے موٹی روغن بہت ہی کم ہے

کیا خوب پڑہ رہے تھے مصرع مہنت صاحب
بھنڈار تو ہے خالی بھاری مگر بھرم ہے

یہی خوشیان رہینگی دہر مین ایسے ہی غم ہونگے
مگر اک وقت آئیگا نہ تم ہوگے نہ ہم ہونگے

امیدین ٹوٹتی ہین تو بہت صدمہ پہنچتا ہے
جو اُمیدین کریگا کم اُسی صدمے بھی کم ہونگے

اسبابِ انتشار جنون مجھسے چھن گئے
مطلب یہ ہے کہ عشق و جوانی کے دن گئے

جانے کی اُس گلی مین قسم کھائی تھی مگر
مچلا یہ دل کہ بن نہ پڑی مجبور بن گئے

انداز قیامت کے ہین اسے جان تمہارے
سو دل ہون تو سو دل سے ہون قربان تمہارے

ایمان ہو یا کفر ہو سچ بات تو یہہ ہے
اسلام تمہارا ہے مسلمان تمہارے

مصرعِ طرح پیام یار

بحث مین مولوی نہ ہارین گے
جان ہارین گے جی نہ ہارینگے

آپ ناحق پہ اور ہم حق پر
آپ سے ہم کبھی نہ ہارین گے

اس مین عکس آپ کو اُتارین گے
دل کو اپنے یونہین سنوارین گے

ہم سے کرتی ہے یہ بہت نخرے
ہم بھی دنیا پہ لات مارین گے

رزق مقسوم ہی ملے گا اُسے
کوئی دنیا مین دوڑے یا رینگے

عشق کہتا ہے لطف ہونگے بڑے
ہجر کہتا ہے جان مارین گے

لیجیے جان ۔ ہے یہی جو خوشی
کیجیے ظلم ۔ دم نہ مارین گے

دل کی افسردگی نہ جائیگی
ہان وہ چاہین گے تو اُبھارینگے

مبتلاے بلا تو ہون غافل
یہ بھی اللہ کو پکارین گے

لایے بھی تو خدا کہین وہ گھڑی
کہتے ہین تجھکو خوب مارین گے

دل نہ دونگا مین آپ کو ہرگز
مفت مین آپ جان مارین گے

مطبخ قوم مین رہا کیا ہے
صرف شیخی ہی اب بگھارین گے

پند اکبر کو دینگے کیا ناصح
گھر کو اپنا یا گلستان سنوارینگے

[illegible] پورا مرا ارمان نہ کرین گے
منہ سے جو نہین نکلی ہے اب بیان نہ کرینگے

کیون زلف کا بوسہ مجھے لینے نہین دیتے
کہتے ہین کہ واللہ پریشان نہ کرینگے

ہے ذہن مین اک بات تمہارے متعلق
خلوت مین جو پوچھوگے تو پنہان نہ کرینگے

واعظ تو بتاتے ہین مسلمان کو کافر
افسوس یہ کافر کو مسلمان نہ کرینگے

کیون شکرگزاری کا مجھے شوق ہے اتنا
سنتا ہون وہ مجھ پر کوئی احسان نہ کرینگے

دیوانہ نہ سمجھے مجھے وہ ۔ سمجھے شرابی
اب چاک کبھی جیب و گریبان نہ کرینگے

وہ جانتے ہین غیر مرے گھر مین ہے مہمان
آئینگے تو مجھ پر کوئی احسان نہ کرینگے

اہل عزور وحرص کو کیا علم سے شرف
تاچرخ بھی پہونچکے وہ شیطان ہی رہے

اُٹھی نگاہ دیر مین لیکن جھکا نہ سر
پیش صنم بھی ہم تو مسلمان ہی رہے

بہت شکر کی کچھ نہ پوچھو حسین بھی ہے ذہین بھی ہے
نہین ہے دل ہی یہ صرف آفت یہان تو خطرہ ہین دین بھی

اگرچہ مغرب سے ساز دل ہے مرید آہنگِ مشرقی ہون
اگر پیا تو ہے انجمن مین محلّ خلوت مین مین بہی ہے

رعایت لعل لب سے مین نے کہا اُسے مالک بدخشان
تو بولا تیوری چڑہا کی دیکہو حبش مین کے قبضہ مین چین بہی ہے

ہمارے جہگڑون کی کچہہ نہ پوچہو تمام دنیا سے ہے اور ہم ہین
کہ جیب مین زر ہے گہر مین زن ہے خراج پر کچہہ زمین بہی ہے

ہمارا خنجر بہی بدنما ہے اور انکی سوئی بہی ہے وہ آفت
کہ صاف بہی ہے چمک بہی رکہتی ہے گول بہی ہے مہین بہی ہے

دعا کو بہی وہ کبہی ہے اُٹھتا اِسے سہے دن رات صرف چکر
خدا کی قدرت کے کارخانے مین ہاتہہ بہی ہے مشین بہی ہے

ہے وہم نقش ہستی ہرچند دل نشین ہے
دیکہو اسے تو سب کچہہ سوچو تو کچہہ نہین ہے

دیکہا نہین کسی نے اُس یار نازنین کو
لیکن سُنا یہی ہے بے انتہا حسین ہے

روحانیت کے بدلے آنکہون مین خاک ہے اب
اُسمین وہی وہی تہا اسمین ہمین ہمین ہے

تصدیق سے قرین ہو کیونکر ترا تصور
اک لفظ بے صدا ہے اک نقش بے نگین ہے

کہڑے ہین یار ششدر حیرت و عبرت کا مضمون ہے
نہ جنگل ہے نہ ناقہ ہے نہ لیلا ہے نہ مجنون ہے

وہ رنگ بزم اکبر اب کہان بہتر ہے اٹھہ جاؤ
یہی بس ایک تدبیر سکونِ جانِ محزون ہے

فتنہ اوٹھے کوئی یا گہات مین دشمن بیٹہے
کار الفت پہ اب حضرتِ دل ٹہن بیٹہے

کیون نہ اس سے مرادل اسے بتا بدظن بیٹہے
ہم کہڑے ہی نہ رہین بزم مین دشمن بیٹہے

بزم مین وہ جو دبا کر مرا دامن بیٹہے
اُٹہہ گئے رشک سے پہر پاس نہ دشمن بیٹہے

شیخ کعبے مین کلیسا مین برہمن بیٹہے
ہم تو کوچے مین ترے مار کے آسن بیٹہے

شوخیان شوق سے کر مجکو بہی لطف آتا ہے
سچ کہا تو نے کہ نچلا مرا دشمن بیٹہے

سوے دولت نظر آئی نہ جو راہِ اعزاز
مسندِ صبر و توکل ہی پہ ہم تن بیٹھے

نظر اُٹھی تو اُٹھائے گئے نظروں سے گرے
غلطی کی ترے پاس اے بتِ بدظن بیٹھے

ہوں میں وہ رند اگر حشر میں ملزم ٹھیروں
فیصلے کے لیے حوروں کا کمیشن بیٹھے

انقلابِ روشِ چرخ کو دیکھ اے اکبر
کل جو تھے دوست مرے آج عدو بن بیٹھے

ہند سے آپ کو ہجرت ہو مبارک اکبر
ہم تو گنگا ہی پہ اب مار کے آسن بیٹھے

کیا ملا عرضِ آن و این کر کے
چل دیئے وہ چنان چنین کر کے

فائدہ کیا کہ پھر کہوں اُن سے
کر چکے ہاں وہ اب نہیں کر کے

فتنے مسجد میں اُٹھتے ہیں اکبر
دیر میں بیٹھیے ترکِ دین کر کے

وہ ہوا نہ رہی وہ چمن نہ رہا وہ گلی نہ رہی وہ حسین نہ رہے
وہ فلک نہ رہا وہ سماں نہ رہا وہ مکاں نہ رہے وہ مکیں نہ رہے

وہ گلوں میں گلوں کی سی بو نہ رہی وہ عزیزوں میں لطف کی خو نہ رہی
وہ حسینوں میں رنگِ وفا نہ رہا کہیں اور کی کیا وہ ہمیں نہ رہے

نہ وہ آن رہی نہ اُمنگ رہی نہ وہ رندی و زہد کی جنگ رہی
سوے قبلہ نگاہوں کے رخ نہ رہے در دیر پہ نقشِ جبیں نہ رہے

نہ وہ جام رہے نہ وہ مست رہے نہ فدائی عہدِ الست رہے
وہ طریقۂ کارِ جہاں نہ رہا وہ مشاغلِ رونقِ دین نہ رہے

ہمیں لاکھ زمانہ لبھائے تو کیا نئے رنگ جو چرخ دکھائے تو کیا
یہ محال ہے اہلِ وفا کیلئے غمِ ملت و الفتِ دین نہ رہے

ترے کوچۂ زلف میں دل ہے مرا اب اُسی میں سمجھتا ہوں دامِ بلا

یہ عجیب ستم ہے عجیب جفا کہ بیان نہ رہے تو کہیں نہ رہے
یہ تمہارے ہی دم سے ہے بزم طرب ابھی جاؤ نہ تم نہ کرو یہ غضب
کوئی بیٹھکے لطف اُٹھائیگا کیا کہ جو رونق بزم تمہیں نہ رہے
جو تھیں چشم فلک کی بھی نور نظر وہی جن پہ نثار تھے شمس و قمر
سو اب ایسی مٹی ہیں وہ انجمنیں کہ نشان بھی اُنکے کہیں نہ رہے
وہی صورتیں رہ گئیں پیش نظر جو زمانہ کو پھیریں ادھر سے اُدھر
مگر ایسے جمال جہان آرا جو تھے رونق روے زمیں نہ رہے

غم و رنج میں اکبر اگر ہے گھرا تو سمجھ لے کہ رنج کو بھی ہے فنا
کسی شے کو نہیں ہے جہان میں بقا وہ زیادہ ملول و حزیں نہ رہے

پراگندہ بہت ہے دل مرا دنیا کے دھندوں سے — چھڑا دے مجکو یارب نوکری کے سخت پھندوں سے
غلامانہ طریقوں پہ مجھے مجبور کرتے ہیں ۱؎ — خدایا بے نیازی دے مجھے ان خود پسندوں سے
کباب آیا تو کیا جب دل ہوا جل کر کباب اپنا — مجھے نان جویں بہتر ہے بس ایسے لپسندوں سے
یہ خواہش ہے کہ ذکر حق سے دل تازہ رہے ہر دم — خداوندا ملا دے مجکو اپنے نیک بندوں سے
مسلمانوں کی خوش حالی کی بیشک دھن ہے سید کو — مگر یہ کام نکلیگا نہ لکچر سے نہ چندوں سے
درستی بخت و عزت کی کہاں ان کیل کانٹوں میں — توقع شہسواری کی نہ رکھو نعل بندوں سے

کجا وہ گیسوے مشکیں کجا یہ ڈھیلی اینچیں
دلِ وحشیِ اکبر پھنس چکا ایسی کمندوں سے

ترچھی نظر سے کیجیے عشاق کا شکار — کیا احتیاج آپ کو تیر و کمان کی ہے

ڈئیر فرینڈ نہ کہیے جنابِ من تو ہے — حضور مجھسے کوئی صورتِ سخن تو ہے
جو زر نہیں ہے تو دولتِ سخن تو ہے — نہیں جو بنگلا تو کیا غم کہ کہن تو ہے
رسائی اپنی ہے اُن تک نہیں ہے غیر کو دخل — پھر اپنا اپنا طریقہ تو ہے چلن تو ہے

۱؎ یعنی دنیا کے دھندے

سینے سے لگائیں تمہیں ارمان یہی ہے
جینے کا مزا ہے تو مری جان یہی ہے

صبر اسلیے اچھا ہے کہ آیندہ ہے امید
موت اسلیے بہتر ہے کہ آسان یہی ہے

تو دل میں تو آتا ہے سمجھ میں نہیں آتا
بس جان گیا میں تری پہچان یہی ہے

گیسو کے شریک اور بہی تہے قتل میں میری
کیا وجہ ہے اسکی کہ پریشان یہی ہے

دل تیری محبت میں دو عالم کو بہلا دے
مذہب ہے یہی اور مرا ایمان یہی ہے

اُس بت نے کہا بوسہ بے اذن پہ ہنسکر
بس دیکھ لیا آپ کا ایمان یہی ہے

کرتے ہیں بتدریج وہ ظلموں میں اضافہ
مجہہ پر اگر انکا ہے کچھ احسان یہی ہے

ہم فلسفہ کو کہتے ہیں گمراہی کا باعث
وہ پیٹ دکہاتے ہیں کہ شیطان یہی ہے

اکبر کو دعا دیتے ہیں احباب یہ کہکر
اب اپنی جماعت میں مسلمان یہی ہے

سدھاریں شیخ کعبہ کو ہم انگلستان دیکھینگے
وہ دیکھیں گہر خدا کا ہم خدا کی شان دیکھینگے

جوانوں کو ذرا پروا نہیں ہے اعتدالی کی
بڑھاپے میں نتیجے اسکے یہ نادان دیکھینگے

حسینان عدو کے اتقا کا سامنا ہوگا
میں دیکھونگا انھیں اور وہ مرا ایمان دیکھینگے

تری دیوانگی پر رحم آتا ہے ہمیں اکبر
کوئی دن وہ بہی ہوگا ہم تجہے انسان دیکھینگے

عقل ہی ایمان ہے دل ہے جان ہے
لیجیے سب آپ پر قربان ہے

خوبیٔ مذہب دمِ آخر کہلی
نزع میں مونس فقط ایمان ہے

ملکے یاروں سے ہوا شوقِ گناہ
آدمی کا آدمی شیطان ہے

کیا مجہے کرتے ہو زندوں میں شمار
سانس لیتا ہوں بس اتنی جان ہے

خود بناہے کیا وہ بت اتنا حسین
لطف فطرت ہی خدا کی شان ہے

سعی بازو سے کرے جو کسبِ رزق
بس وہی اللہ کا مہمان ہے

لطفِ ساقی سے نہ چھلکے جامِ دل
ظرفِ عالی کی یہی پہچان ہے

دل جسے سمجھا ہے سامانِ وقار
غور سے دیکھو تو اک طوفان ہے

بیوقوفی ہے تعجب موت پر
عقل تو جینے ہی پہ حیران ہے

عالمِ ہستی پہ حیرت ہے مجھے ق
کس لئے آخر یہہ سب سامان ہے

یا مصیبت امر معنی خیز ہے
یا یہہ نیچر خود بہت نادان ہے

اسکی نادانی مگر مانے گا کون
ذرہ ذرہ عاقلی کی جان ہے

پھر اُٹھی ہے آپ کی تیغِ ستم
مجھہ مین کیا باقی ابھی کچھہ جان ہے

حکمِ خاموشی ہے اور میری زبان
آپ کی باتین ہین میرا کان ہے

لطف تھا جنکے نظارے کا حسین وہ نہ رہے
جن سے رونق تھی مکانون کی مکین وہ نہ رہے

مین جو روتا ہون کہ افسوس زمانہ بدلا
مجھہ پہ ہنستا ہے زمانہ کہ تمہین وہ نہ رہے

طلب ہو صبر کی اور دل مین آرزو آئے
غضب ہے دوست کی خواہش ہو اور عدو آئے

بہار مین بھی نہ راحت ملے جو فرقت ہو
صبا سے بھی گلِ داغِ جگر کی بو آئے

بتون کے ظلم کو کردون مین ہر طرح ثابت
مگر خدا نہ کرے ایسی گفتگو آئے

کیا ہے نشۂ الفت نے مائل گریہ
شراب پینے کو آخر کنار جو آئے

تم اپنا رنگ بدلتے رہو فلک کیطرح
کسی کی آنکھہ مین اشک آئے یا لہو آئے

تری جدائی سے ہے روح پر یہ ظلم جو اس
مین اپنے آپ مین پھر کیون رہون جو تو آئے

ریا کا رنگ نہ ہو مستند ہین وہ اعمال
کلام پختہ ہے جب دردِ دل کی بو آئے

لبون کا بوسہ جسے مل گیا ہو وہ جانے
قدم تو اُس بت بیدین کے ہم بھی چھو آئے

کھلی جو آنکھہ جوانی مین عشق آپہونچا
جو گرمیون مین کھلین ورتو کیون نہ لو آئے

وہ مے نصیب کہان ان ہوس پرستون کو
کہ ہو قدم کو نہ لغزش نہ منہ سے بو آئے

بہت دن محتسب کے ہاتھ سے مے کے سبو ٹوٹے
شکایت کیا اگر دستِ سبو سے اب وضو ٹوٹے

کچھ ایسا بڑھ گیا ہے حسن لطفِ ساقی و دوران
ہزاروں شیشۂ تقویٰ پڑے ہیں چار سو ٹوٹے
شکستِ نیتِ طوفِ حرم تجھ سے ہوئی اے دل
سزا ہے اُس بتِ ظالم کے ہاتھوں سے جو تو ٹوٹے

ہوتا ہے لفظِ یورپین نان پاؤ سے
میں خوش ہوں ایشیا کے خیالی پلاؤ سے
تنہا وہ رہ گئے تھے تو میں خود نہ بیٹھتا
ناحق مجھے ذلیل کیا چاؤ چاؤ سے
ایمان بیچنے پہ ہیں اب سب تُلے ہوئے
لیکن خریدہ ہو جو علی گڈھ کے بھاؤ سے

بے نالہ و فریاد و فغان رہ نہیں سکتے
قہر اُسپہ یہ ہے اسکا سبب کہہ نہیں سکتے
موجیں ہیں طبیعت میں مگر اُٹھ نہیں سکتیں
دریا ہیں مرے دل میں مگر بہہ نہیں سکتے
پتوار شکستہ ہے نہیں طاقتِ ترمیم
ہے ناؤ میں سوراخ مگر کہہ نہیں سکتے
کہدو گے کہ ہے تجربہ اس بات کے برعکس
کیونکر یہ کہیں ظلم و ستم سہہ نہیں سکتے
عزت کبھی وہ تھی کہ بھلائے سے نہ بھولے
تحقیر اب ایسی ہے جسے سہہ نہیں سکتے

ہمنے یہ نکتہ سنا اک مردِ حق آگاہ سے
پھر گیا اُس سے زمانہ جو پھرا اللہ سے
ضعفِ مذہب ہو گیا ہے باعثِ طولِ سخن
گفتگو عامی سے ہو یا بحث ہو ذیجاہ سے
ایک لکچر کی ضرورت ہوتی ہے ہر بات پر
کام مطلق اب نہیں چلتا معاذ اللہ سے
آپ فرماتے ہیں تجھ سے مجکو الفت ہے بہت
اور ثابت کرتے ہیں اسکو فقط واللہ سے

ان بتانِ بیوفا کے حسن کا دلدادہ ہے
فکر ہے اکبر کی رنگین دل نہایت سادہ ہے
رقص پروانے کا گردِ شمع دیکھیں اہل ذوق
کس خوشی سے جان دینے کیلیے آمادہ ہے
مائلِ خالق مجھے کرتی ہے یاں رفتارِ خلق
چشمِ بینا کے لیے ہر نقشِ پا سجادہ ہے

کہاں تسکین خاطر نالۂ جانکاہ کرنے سے
بھڑکتی آتشِ دل اور بھی ہے آہ کرنے سے
یہ دورِ آسمان خضرِ طریقت ہو نہیں سکتا
خدارا اے خرد باز آ مجھے گمراہ کرنے سے
وہ کون ایسی نظر ہے جو نہ ہو محو ایسی صورت پر
وہ کون ایسی زبان ہے جو رُک سکے جو واہ کرنے سے
مصیبت سخت تھی لیکن زمانہ دیکھکر دل نے
کہا کیا فائدہ احباب کو آگاہ کرنے سے

فلک

بتون کے سامنے کیا مذہبی بہانہ چلے
چلین گے ہم بھی اُسی رُخ جدہر زمانہ چلے

مین جانتا ہون نہ چھوڑینگے آپ چال اپنی
کسی کا کام چلے ای حضور یا نہ چلے

خدا کیواسطے ساقی بھی نگاہِ کرم
چلا ہے دور تو پھر کیون یا رُکے چلا نہ چلے

کھلا ہے باغ قناعت مین غنچۂ خاطر
خدا بچائے کہین حرص کی ہوا نہ چلے

نصیب ہو نہ سکی دولتِ قدم بوسی
ادب سے چوم کے حضرت کا آستانہ چلے

فروغِ عشق کا بے آہ کے نہین ممکن
نہ پھیلے بوے گلستان اگر ہوا نہ چلے

کھلے کواڑ جو کمرے کی پھر کسیکو کیا
یہ حکم بھی تو ہوا ہے کہ راستہ نہ چلے

اُمید حور مین مسلم تو ہو گیا ہون مگر
خدا ہی ہے کہ جو مجھسے یہ پنجگانہ چلے

خودی کی حس سے بھی ہوتا ہے انتشار اکبر
کہان رہون کہ مجھے بھی مرا پتہ نہ چلے

حضور اورون کے خوش کرنیکی فکر البتہ فرمائین
ہماری کیا ہے شاعر کیلئے اک واہ کافی ہے

خوشی سے ماسوا پر آپ قبضہ کیجئے اپنا
مری تسکینِ دل کے واسطے اللہ کافی ہے

نہایت ناپسند انکو ہے یادِ مرگ ای اکبر
مگر اُسکے بھلا دینے کو حُبِّ جاہ کافی ہے

وصفِ قدِ یار مین مصروف میرا خامہ ہے
میری جو تحریر ہے وہ اک قیامت نامہ ہے

میرے دل کو وہ بتِ دلخواہ جو چاہے کرے
اب تو دے ڈالا اُسے اللہ جو چاہے کرے

حضرتِ اکبر سا ضابط اور یہہ بیتابیان
آپ کی ترچھی نظر واللہ جو چاہے کرے

منزلِ صدق و صفا ہے ہر طرح خطرون سے پاک
نیکبختون مین سے طے یہ راہ جو چاہے کرے

قاضی و مفتی ہین غرقِ بادہ و مستی و کبر
قوم کا ضعف اور حُبِّ جاہ جو چاہے کرے

شیخ کی منطق ہو یا چشمِ فسون سازِ بتان
سیدہا سادا ہون مجھے گمراہ جو چاہے کرے

دیکھکر پوتھی برہمن کہتے ہین اس عہد مین
شادی تو آسان نہین ہان بیاہ جو چاہے کرے

خرچ کی تفصیل پوچھونگا نہ مانگونگا حساب
لیلے وہ بت کل مری تنخواہ جو چاہے کرے

اچھے اچھے پھنس گئے ہین نوکری کے جال مین
ہیچ یہ ہے افزودنی تنخواہ جو چاہے کرے

یا اثر ہونا تو ہے موقوف دل کے رنگ پر
جوش مین یون آکے اکبر آہ جو چاہے کرے

جھکتا نہین بندہ کسی بدخواہ کے آگے
کیا غم ہے توکلت علی اللہ کے آگے

منطق بھی ہے قانون شہادت بھی خرد بھی
سب ہیچ مگر آپ کی واللہ کے آگے

انکی نظر کا آخر کیا کر لیا کسی نے
بس رہ گئے یہ کہکر مارا ہمین اسی نے

چمکے ہین بزم جم مین اب گیسوے طلائی
سکہ نیا بٹھایا گردون کی پالسی نے

کیا حال دل سنائین کیا سر قدم پہ ہین
مایوس کر دیا ہے اس بت کی بیحسی نے

جلوہ ہے آسمان پہ ابر و شفق کا گویا
اچھا سمان دکھایا لب پر تری مسی نے

وہ خوب سمجھتے ہین یہ کیون مجھکو عشق ہے
یہ بھی اک ادا ہے جو یہ بیگانہ وشی ہے

انکار دو عالم نے کیا ہے سبھے بیمار
سنتا ہون علاج اسکا فقط بادہ کشی ہے

محبوب بھی رخصت ہوئی ساقی بھی سدھارا
دولت نہ رہی پاس تو اب یہی نہ خوشی ہے

مین کونسا منہ لیکے انھین شکل دکھاؤن
گور سے کو کہا تب یہ گلو آ غش سی ہے

ادہر ہے جلوہ مضمون ادہر حسن قوافی ہے
یہی اک شغل میرے دل کو بہلانیکو کافی ہے

جناب شیخ ہی کو فکر اسناد و معافی ہے
ہماری طبع موزون کو زمین شعر کافی ہے

تیری زلفون مین کافری ہے
تیری آنکھون مین ساحری ہے

اللہ رے مصائب شب ہجر
گویا ہر سانس آخری ہے

کہنے لگے سن کے نظم میری
وقیانوسی یہ شاعری ہے

اٹھ گیا دنیا سے دل عزلت گزینی کے لیے
یاد تیری مل گئی ہے ہمنشینی کے لئے

مطیع و تابع فرمان کو عذر رہی کیا ہے
کہلے تو حال کہ مرضی حضور کی کیا ہے

جناب شیخ کو ہے میرے حال پر افسوس
کہو کہ اس سے بھی ہوگا سوا ابھی کیا ہے

صداے صور کی ہے ابتدا زمانے مین
بڑہیگی اسکی بتدریج لَے ابھی کیا ہے

وہ عشق کیا جو نہ ہو ہادی طریق کمال
جو عقل کو نہ بڑہاے وہ شاعری کیا ہے

ہر ایک کو ہے زمانے مین زندگی مقصود
کسے خبر ہے کہ مقصود زندگی کیا ہے

بتون کو دیتے ہین ہم جان دل لگی کیلیے
مگر یہ جان گنوانا ہے دل لگی کیا ہے

مرید لوگ بھی اب اعتنا نہین کرتے
جو دیکھتے ہین تو کہتے ہین شیخ جی کیا ہے

جو تیرے محو ہین اُنکو بتون سے کیا مطلب
وہ حور کی نہین سنتے تو پھر پری کیا ہے

اِس انقلاب کو حیرت سے دیکھتا ہون مین
زمانہ کہتا ہے دیکھا کرو ابھی کیا ہے

گل تر کو بھلا اس عارض رنگین سے کیا نسبت
کہ اوس پر اوس پڑتی ہے یہان خوبی ٹپکتی ہے

تمہارے کان کی بجلی عیان ہے قرب عارض مین
یہی وہ برق ہے سورج کے پہلو مین چمکتی ہے

اپنے پہلو سے وہ غیرون کو اوٹھا ہی نہ سکے
اُن کو ہم قصۂ غم اپنا سنا ہی نہ سکے

ذہن بیپروا قیامت کہ دو عالم پہ محیط
آپ ایسے کہ مرے ذہن مین آ ہی نہ سکے

دیکھ لیتے جو اونھین تو مجھے رکھتے معذور
شیخ صاحب مگر اُس بزم مین جا ہی نہ سکے

عقل مہنگی ہے بہت عشق خلاف تہذیب
دل کو اس عہد مین ہم کام مین لا ہی نہ سکے

ہم تو خود چاہتے تھے چین سے بیٹھین کوئی دم
آپ کی یاد مگر دل سے بھلا ہی نہ سکے ۸

عشق کامل ہے اُسی کا کہ پتنگون کی طرح
تاب نظارۂ معشوق کی لا ہی نہ سکے

دام ہستی کی بھی ترکیب عجب رکھی ہے
جو پھنسے اسمین وہ پھر جان بچا ہی نہ سکے

مظہر جلوۂ جانان ہے ہر اک شے اکبر
بےادب آنکھ کسی سمت اُٹھا ہی نہ سکے

ایسی منطق سے تو دیوانگی بہتر اکبر
کہ جو حقائق کیطرف دل کو جھکا ہی نہ سکے

ہنوز زاہدون کیطرف سی تیری نگاہ فتان پھری نہین ہے
تو کیا سبب ہے ہنوز انکی بناے تقوی گری نہین ہے

اگرچہ عاشق بتونکا ہون مگر نظر خدا سے پھری نہین ہے
جو آنکھہ رکھتے ہین جانتے ہین کہ عاشقی کافری نہین ہے

جمال دلکش کا محو ہونا نہین ہے ہرگز خلاف طاعت
خدا کی قدرت کی قدر کرنا ثواب ہے کافری نہین ہے

بس اک اشارے مین لیگئی تو دلون سے ایمان و صبر و تقوی
بتا تو اے چشم مست کافر یہ کیا ہے گر ساحری نہین ہے

ہماری دولت ایمان بت کافر نے لوٹی ہے
امید عیش پر خوش تھے مگر اب وہ بھی ٹوٹی ہے

مری تقریر طبع یار کو بیچین کرتی ہے
سبب کیا ہے وہی کہتا ہون جو دل پر گزرتی ہے

ٹھہرتا ہی نہو جو دل وہ ہے انمول دنیا مین
یہ کیا پوچھا کہ تیرے دل کی کیا قیمت ٹھہرتی ہے

مادہ عاشقی کا دل مین پیدا کرتی ہے فطرت
خدا جانے عنایت کرتی ہے یا ظلم کرتی ہے

یقین قوت تقدیر بت پرستی ہے
غرور رفعت دنیا نظر کی پستی ہے

حدیث زلف و کمر سعرقت کی غزلون مین
خدا کے عشق مین بھی لطف بت پرستی ہے

مسلمانون کو لطف عیش سے جینے نہین دیتے
خدا دیتا ہے کہانا شیخ جی پینے نہین دیتے

شیخ جی اپنی سی بکتے ہی رہے
وہ تھیٹر مین تھرکتے ہی رہے

دف بجایا ہی کیے مضمون نگار
وہ کمیٹی مین مٹکتے ہی رہے

سرکشون نے طاعت حق چھوڑ دی
اہل سجدہ سر پٹکتے ہی رہے

گائین سبزہ پا گئین کرکے کلیل
اونٹ کانٹون پر لٹکتے ہی رہے

جو غبارے تھے وہ آخر گر گئے
جو ستارے تھے چمکتے ہی رہے

مرے اجداد بھی ڈرتے تھے اکبر مین بھی ڈرتا ہون
مگر اونکو گناہون سے تھا ڈر اور مجکو مرنے سے

نشان اللہ کا اس راہ مین دیتا نہین واعظ
بجا ہے ہمت مسلم جو رکتی ہے ابھرنے سے

سعادت کا جو طالب ہے کھلا رکھہ چشم عبرت کو
اثر دکھلائیگا یہ نقش ہستی آہ بھرنے سے

سرائے دہر کو جس نے محل خوف سمجھا ہے
اسے کیا لطف آئیگا یہان دل کے ٹھہرنے سے

خدا کے نام مین لذت نہ پائی اہل غفلت نے
تعجب آہین کیا دل مرگیا دنیا پہ مرنے سے

خدا سے خوف کو کچھہ تو جگہہ دو دل مین اے اکبر

بتون کی کافری بڑہتی ہے تیرے واہ کرنیسے

اگر ملنا نہین منظور آنکھین کیون ملاتے ہو
یہ تڑپانے سے حاصل ہے فائدہ بیچین کرنے سے

نہ رہنے دیگا مجکو جوش دل اب دستکش ہرگز
قیامت ہو گیا ہے آپ کا سینہ ابہرنے سے

جوانی کی ہے آمد شرم سے جہک سکتی ہین آنکھین
مگر سینے کا فتنہ رک نہین سکتا ابہرنے سے

اور بہی دور فلک ہین ابہی آنے والے
ناز اتنا نہ کرین ہمکو مٹانے والے

سیکڑون دور جنون ہین ابہی آنے والے
مطمئن کیا ہین مجہے ہوش مین لانیوالے

اُٹھتے جاتے ہین اب اس بزم سے ارباب نظر
گھٹتے جاتے ہین مرے دل کی بڑہانیوالے

خاتمہ عیش کا حسرت ہی یہ ہوتے دیکہا
رو ہی کے اُٹھے ہین اس بزم سے گانیوالے

حد ادراک مین داخل نہ ہوا سر ازل
کچہہ سمجہہ ہی نہ سکے ہوش مین آنیوالے

موج معنی ہوئی گم بند ہ گئے الفاظ کے پل
کچہہ خبر ہے تجہے اے بات بنانیوالے

آپ اندہیرے مین ہین بجلی سے مدد لیتے ہین
چاند سورج ہین ہمین راہ دکہانیوالے

بار احسان جسے کہتے ہین وہ ہے کوہ جفا
کاش نادم ہون یہ احسان جتانیوالے

آپ منکر ہین غلامی بہی نہین ملتی ہے
سلطنت کر گئے عقبی سے ڈرانیوالے

قدم شوق بڑہے انکی طرف کیا اکبر
دل سے ملتے نہین یہ ہاتھ ملانے والے

رہ گئے ہم ہاتھ ہی ملتے ہوے
دل ہمارا لیکے وہ چلتے ہوئے

کیون نہ ہوتا دیب کالج سے ثمر
کس نے دیکہا بید کو پہلتے ہوئے

سب مین وحشت ہے زمانے کے بدلجانے ہی
دل اب اپنے سے نہ ملتا ہے نہ بیگانے سے

رحم کر قوم کی حالت پہ تو اے ذکر خدا
بے ادب ہو گئی مجلس تری اُٹھ جانے سے

جب تہین وہ نہ رہے پہر یہ بدلنا کیسا
یہہ کہو مٹ گئے دنیا کے بدل جانے سے

نقص تعلیم سے اب انکی سمجہہ ہی نہ رہی
دل تو بڑہ جاتا تہا اجداد کے افسانے سے

شیخ مرحوم کا قول اب مجھے یاد آتا ہے
دل بدلجائینگے تعلیم بدل جانے سے

حکم اکبر کو ہوا ہے کہ کرو ترک سخن
خواجہ حافظ بہی نکالے گئے میخانے سے

دم لبون پر تہا دل زار کے گہبرانے سے
آ گئی جان مین جان آپ کے آجانے سے

تراکوچہ نہ چہٹے گا ترے دیوانے سے
اسکو کہنے سے نہ مطلب ہی نہ تہجانے سے

بچتا ہون کوے حسینان کی ہوا کہانے سے
فائدہ کیا ہے دبی آگ کو بہڑکانے سے

رقص کرتی ہے صبا گرم نوا ہے بلبل
کشتہ اس ناچ کا ہون مست ہون اس گانے سے

جو کہا مین نے کرو کچہہ مرے رونے کا خیال
ہنسکے بولے مجہے فرصت ہی نہین گانے سے

جان بلب دیکہہ کے سینے سے لگایا اُسنے
گہٹگئی شرم مرے شوق کے بڑہ جانے سے

خیر چپ رہئیے مزا ہی نہ ملا بوسے کا
مین بہی بے لطف ہوا آپ کے جہنجہلانے سے

خوش کرے کیا مجہے غنچون کا شگفتہ ہونا
رنج ہوتا ہے بہت پہولون کے کملانے سے

اپنے دل ہی کی رفاقت مین بسر کی مین نے
شکر اللہ کا ہے نبہگئی دیوانے سے

شیخ نافہم ہین کرتے جو نہین قدر اُسکی
دل فرشتون کے ملے ہین ترے دیوانے سے

مضطرب عشق بتان مین ہون عبث مین اتنا
رام ہوجائینگے کیا وہ مرے گہبرانے سے

میہمان چرخ ستمگر کا کیا قسمت نے
کوئی چارا نہین اب خون جگر کہانے سے

خوان الوان جہان پر یہ ہوا ہم کو یقین
حفظ ایمان ہے فقط خون جگر کہانے سے

مین جو کہتا ہون کہ مرتا ہون تو فرماتے ہین
کار دنیا نہ رُکیگا ترے مرجانے سے

رونق عشق بڑہا دیتی ہے بیتابیِ دل
حسن کی شان فزون ہوتی ہے شرمانے سے

دلِ صد چاک سے کہلجائینگے ہستی کے یہ پیچ
بل نکل جائینگے اس زلف کے اس شانے سے

کون ہمدرد کسی کا ہے جہان مین اکبر
صفحۂ دہر پہ ہین نقش مخالف اکبر
ایک ابہرتا ہے یہان ایک کے مٹجانے سے

کل تک محبتون کے چمن سے تھے کھلے ہوئے
دو دل بھی آج مل نہین سکتے ملے ہوئے

اچھے وہی ہین آج جو سوتے ہین زیر گل
افسوس ہے اُنھین کے ہزارون گلے ہوئے

آنکھین دکھا رہی ہین کہ ہے دل مین بیٹری[لہ]
عارض اگرچہ گل کی طرح ہین کھلے ہوئے

آنکھین مجھے تلوون سے وہ ملنے نہین دیتے
ارمان مرے دل کا نکلنے نہین دیتے

خاطر سے تری یاد کو ٹلنے نہین دیتے
سچ ہے کہ ہمین دل کو سنبھلنے نہین دیتے

کس ناز سے کہتے ہین وہ جھنجھلا کے شب وصل
تم تو ہمین کروٹ بھی بدلنے نہین دیتے

پروانون نے فانوس کو دیکھا تو یہہ بولے
کیون ہمکو جلاتے ہو کہ جلنے نہین دیتے

حیران ہون کس طرح کرون عرض تمنا
دشمن کو تو پہلو سے وہ ٹلنے نہین دیتے

دل وہ ہے کہ فریاد سے لبریز ہے ہر وقت
ہم وہ ہین کہ کچھہ منہ سے نکلنے نہین دیتے

گرمی محبت مین وہ ہین آہ کے مانع
پنکھا نفس سرد کا جھلنے نہین دیتے

لہ لغت انگریزی بجلی پیدا کرنے کے آلہ کو کہتے ہین ۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دور دوم

کلام اکبر

غمزہ نہیں ہوتا کہ اشارا نہیں ہوتا
آنکھ اُن سے جو ملتی ہے تو کیا کیا نہیں ہوتا

جلوہ نہ ہو معنی کا تو صورت کا اثر کیا
بلبل گل تصویر کا شیدا نہیں ہوتا

اللہ بچائے مرض عشق سے دل کو
سنتے ہین کہ یہہ عارضہ اچھا نہیں ہوتا

تشبیہ ترے چہرہ کو کیا دون گل تر سے
ہوتا ہے شگفتہ مگر اتنا نہیں ہوتا

مین نزع مین ہون آئین تو احسان ہے اونکا
لیکن یہہ سمجھ لین کہ تماشا نہیں ہوتا

ہم آہ بھی کرتے ہین تو ہو جاتے ہین بدنام
وہ قتل بھی کرتے ہین تو چرچا نہیں ہوتا

نہاں ہے مثل بوئے گل جو رنگ اُس روئے زیبا کا
مری چشم تماشا چشمہ ہے خون تمنا کا

سیہ بختی کے پھرتے ہین جو ہم سرپیچ غربت مین
تو یاد آتا ہے بل کھانا کسی زلف چلیپا کا

ہوا ہے امتحان ضبط پر مائل بت کافر
خدا حافظ دل بے صبر و جان ناشکیبا کا

بڑھا کر آرزو اتنا گھٹایا عشق نے مجھکو
کہ کانٹا رہ گیا مین اپنی گلزار تمنا کا

نہ ہو چشم تمنا کس طرح مجبور رخ روشن
رخ روشن تمہارا نور ہے چشم تمنا کا

مری آنکھوں سے ہی کیفیت مستی دل پیدا
لب ساغر سے افشا ہو رہا ہے راز مینا کا

کمال یاس حاصل ہو گیا آخر مجھے اکبر

بہت روز رون سے دل کو شغل تہا عشق تمنا کا

غم فراق کا صدمہ اوٹھا نہین سکتا
اب اپنی جان مین ایجان بچا نہین سکتا

کسی کو رنگ محبت دکھا نہین سکتا
جو دل مین ہے وہ زبان پر مین لا نہین سکتا

حیا نے حسن اُنھین ہے حجاب عشق مجھے
غرض وہ آ نہین سکتے مین جا نہین سکتا

یہہ کہکے اُٹھہ گئے ہنگام نزع مجہسے رفیق
یہہ راہ وہ ہے کوئی ساتھہ جا نہین سکتا

لگا لے سینہ سے یا قتل کر مجھے ظالم
ترے قدم سے مین اب سر اوٹھا نہین سکتا

تمھین ملو تو ملو ورنہ اور سے کیا کام
مین اپنے دل کو کہین اب لگا نہین سکتا

نظر لگاے ہین دل پر ہر اک طرف سے حسین
کسی طرح سے مین پہلو بچا نہین سکتا

گزر چکا ہے مرا کام ضبط سے اکبر
مین راز عشق اب اپنا چھپا نہین سکتا

تمنے بیمار محبت کو ابھی کیا دیکھا
جو یہہ کہتے ہوے جاتے ہو کہ دیکھا دیکھا

طفل دل کو مرے کیا جانے لگی کسکی نظر
ہمنے کمبخت کو دو دن بھی نہ اچھا دیکھا

ق

لے گیا تہا طرف گور غریبان دل زار
کیا کہین تمسے جو کچہہ وان کا تماشا دیکھا

وہ جو تھے رونق آبادی گلزار جہان
سر سے پا تک اُنھین خاک رہ صحرا دیکھا

کل تلک محفل عشرت مین جو تھے صدر نشین
قبر مین آج اُنھین بیکس و تنہا دیکھا

بسکہ نیرنگی عالم پہ اُسے حیرت تھی
آئینہ خاک سکندر کو سراپا دیکھا

سر جمشید کے کاسے مین بہری تھی حسرت
یاس کو معتکف تربت دارا دیکھا

وصل جانان کی دل زار کو حسرت ہی رہی
عمر بہر جان پہ فرقت کی مصیبت ہی رہی
تم نے جو بات کہی ہین نے دل و جان سے وہ کی
ہم کو اس پر بہی مگر تجہہ سے شکایت ہی رہی

پر نصیب نہ ہوا
تہا یہہ قسمت مین لکھا
نہ کیا عذر کبھی
پہل یہہ خدمت کا ملا

چشمۂ چشم سے اشکون کی بھی موجین نکلین
آتش غم کی مگر دل مین حرارت ہی رہی

کہائین سو مرتبہ قسمین کہ ہون عاشق تجہہ پر
بدگمانی مگر اُس شوخ کی عادت ہی رہی

ایک تم ہو کہ ہزارون ہی کیے مجہہ پہ ستم
ایک مین ہون کہ مجہے تم سے محبت ہی رہی

دشمنون نے تو بہت بات بنائی جا کر
حال پر میرے مگر اُنکی عنایت ہی رہی

منتین کرتے رہے ہم تمہین وحشت ہی رہی

منزلِ گور مین تنہا مجہے سب چہوڑ چلے
ساتہہ دینے کو فقط اوس کی عنایت ہی رہی

ہمنشین اُٹھ گئے اِس بزم سے اپنے اکبر
نہ وہ جلسے ہی رہے اب نہ وہ صحبت ہی رہی

ٹھنڈی سانسین بھی بھرین
نہ ہوا فرق ذرا
تمہین اورون پہ نظر
صاف مجہسے تہوا
مل کے غیرون سے بہم
کبھی شکوہ نہ کیا
کہ وہ بگڑین مجہپر
کچہہ کسی سے نہ ہوا
پاس بیٹھے نہ ذرا
اپنے بیگانے جو تھے
اور کوئی نہ رہا
تم بھی لیں بانڈ ہو کمر
کیا ہے جینے کا مزا

مائل دل وحشی ہے کسی زلفِ دوتا کا
انکار وصال اُنکے لبون پر یہ نہین ہے

سودا مرے دیوانے کو ہے دامِ بلا کا
پیغام مین سنتا ہون مسیحا سے قضا کا

یار نے کچہہ خبر نہ لی دل نے جگر نے کیا کیا
دونون کو پا کے بیخبر کر گئے کام حسن و عشق
صاحبِ تاج و تخت بھی ہوش یہان نہ بچ سکے
کہلگیا سب پہ حالِ دل ہنستے ہین دوست بر ملا

نالۂ شب سے کیا ہوا آہ سحر نے کیا کیا
دل نے ہمارے کیا کیا اُنکی نظر نے کیا کیا
جاہ و حشم سے کیا ہوا کثرت زر نے کیا کیا
ضبط کیا نہ رازِ عشق دیدۂ تر نے کیا کیا

اکبر خستہ دل کا حال قابل رحم ہو گیا
اس سے سلوک کیا کہون تیری نظر نے کیا کیا

ہجوم غم سے ان روزوں ہے دل زیر و زبر اپنا
بحق احمد مرسل الٰہی فضل کر اپنا

نصیحت واعظوں کی اب کریگی کیا اثر اپنا
زمانہ ہو چکا ہے یونہی رندوں میں بسر اپنا

نہ رووں کسطرح غربت میں میں دل کھولکر اپنا
حجاب اب ہے یہاں کسکا نہ شہر اپنا نہ گھر اپنا

رہ و رسم محبت ان حسینوں سے میں کیا رکھوں
جہاں تک دیکھتا ہوں نفع انکا ہے ضرر اپنا

رہے آوارہ یوں اک عمر دنیا میں تو کیا حاصل
عزا تب تھا بنا لیتے کسی کے دل میں گھر اپنا

محل غیرت کا ہے چہرے پہ لونگا وار قاتل کے
مجھے اس معرکہ میں منہ نہ دکھلاے سپر اپنا

محبت کھل گئی اپنی پرائے طعنہ دیتے ہیں
عجب عالم ہے غیرت سے ادہر انکا ادہر اپنا

محبت میں یہ ناصح اور بھی اک قہر ڈہاتے ہیں
کہیں کیا ناک میں دم ہے اُدہر انکا ادہر اپنا

گلستان مضامین میں بسکہ ہے تر نظر اپنا
گل تر سے لطافت میں فزوں ہے شعر تر اپنا

ہوا ہے بیخودی کے کوچہ میں جب سے گزر اپنا
نگاہ شوق سے میں خود ہوں منظور نظر اپنا

اوٹھاتا تہا ہزاروں سختیاں دل میں اسی رکھکر
مرے سنگ لحد پر آ کے پٹکی گی سر اپنا

عروج ہستی فانی پہ کیا سرگرم عشرت ہوں
فروغ چند ساعت ہے یہاں مثل شرر اپنا

جگر دی آمد آمد ہے نوید وصل جاناں کی
اوٹھا لے سینہ سے بستر تو اے درد جگر اپنا

نہیں کچھہ آج ہی سے میری قسمت میں پریشانی
ازل سے حصہ سودائے گیسو میں ہے سر اپنا

لحد کی فکر بھی لازم ہے منعم قصر عالی میں
مآل کار بھی کچھہ سوچ لے اے بیخبر اپنا

امانت عشق کی بعد اپنے کیا جانے ملی کسکو
نہیں معلوم جائے کسکے سر یہ درد سر اپنا

غرض کیا انکو ہی یا یہ پیش انکی پاؤں دہوتی ہے
لیے پھرتا ہے کیوں مہر فلک یہ طشت زر اپنا

نگاہ شوق پردست ہوس کو کیوں نہ رشک آئے
کہ یہ مجبور ہیں وہ کام کرتی ہے اُدہر اپنا

کہیں دیکھا نہ ہستی و عدم کا اشتراک ایسا
جہاں میں مثل رکھتی ہی نہیں انکی کمر اپنا

نہایت جلد کر باعث تسکین خاطر سے
سراپا منتظر ہے مجھے انکی خبر اپنا

نہیں باقی نہیں باقی رسائی گوش جاناں تک
بدلتی ہے طریقہ سو طرح میری خبر اپنا

غزل ایسی پڑہو مملو جو ہو عالی مضامین سے
کرو اب دوسرے کوچہ مین ای اکبر گذر اپنا

حباب آسا اوٹھایا پھر ہستی مین جو سر اپنا
بنایا بس وہین موج فنا نے ہمسفر اپنا

بسر تیرہ دُرون مین ہو کیونکر اہل بینش کی
اندہیرے مین نہین کچھہ کام کرسکتی نظر اپنا

پہونچ جاونگا سجدون سے مقام قرب یار مین
قدم کے بدلے مین اس راہ مین رکہونگا سر اپنا

خط موہوم کو ہے نقطۂ فرضی سے اک نسبت
تمہین اپنے دہن سے کچھہ کرو وصف کمر اپنا

تصور بہی کبہی مرقد کا آتا تہا نہ دنیا مین
یہ غفلت تہی کہ ہم سمجہے ہوئے بیٹھے تھے گہر اپنا

رہِ توحید مین کہٹکا نہین ہے غیر کا مجہکو
خودی کا خوف ہے لیکن رہا کرتا ہے ڈر اپنا

نزاکت کے اثر سے شعر مین بہی بندہ نہین سکتا
بچا جاتا ہے پہلو مجہسے مضمون کمر اپنا

ہماری سرخی داغ جگر سے زرد ہو نگے
جمائینگے وہان کیا رنگ اُلفت اہل زر اپنا

تردد کچھہ نہین ایذا دہندون کو رسائی مین
تمنا بے تکلف دل مین کرلیتی ہے گہر اپنا

نسیم عیش ہو یا صرصر غم ہم نہین ہٹتے
جما ہے پاے استقلال یہان مثل شجر اپنا

جو پیش چشم معنی جلوۂ حسن بشر آیا
تماشا پرتو انوار خالق کا نظر آیا

رہا دم بہر فروغ اوسکو کبہی جو اوج پر آیا
مرے حصہ مین شاید اختر بخت بشر آیا

تصور جلوۂ توحید کا ہے مثل آئینہ
گیا شوق تماشا جب کبہی مین خود نظر آیا

تصور اُنکے عارض کا زبس رنگین و نازک تہا
پری بنکر ہمارے شیشۂ دل مین اُتر آیا

ملا ہے ہم کو یہ مضمون روشن چشم بینا سے
کہ چہوڑی جس نے خود بینی اُسے سب کچھہ نظر آیا

گیا تہا ہو کے رخصت صورت تسکین دل مجہسے
پہر رنگ ہوش وان سے پہر کے اپنا نامہ بر آیا

حسینون کو ترے ہوتے ہوئے ای بت مین کیا دیکہون
مجہے تو حسن تیرا خود تماشائی نظر آیا

ہوا ہے باعث ایجاد عالم حسن یہ کس کا
یہ کس کے دیکہنے کو مجمع اہل نظر آیا

جگہہ بہی بیٹہنے کی اب مجہے ملتی نہین صاحب
وہی اچہا رہا اس بزم مین جو پیشتر آیا

سوا افسانۂ دل کے کہا بھی کچھ نہین مینے
ہوے سرسبز لاکھون نخل اس گلزار ہستی مین

یہہ غصہ آپ کو فرمایئے کس بات پر آیا
نہ لیکن رنگ پر اپنی تمنا کا شجر آیا

نہ حاصل ہوا صبر و آرام دل کا
نہ نکلا کبھی تم سے کچھ کام دل کا

محبت کا نشہ رہے کیون نہ ہر دم
بھرا ہے مئے عشق سے جام دل کا

پھنسایا تو آنکھون نے دام بلا مین
مگر عشق مین ہوگیا نام دل کا

ہوا خوب رسوا یہہ عشق بتان مین
خدا ہی ہے اب میرے بدنام دل کا

یہ بانکی ادائین یہ ترچھی نگاہین
یہی لے گئین صبر و آرام دل کا

وہ ہوان پہلے اٹھتا تھا آغاز تھا وہ
ہوا خاک اب۔ یہ ہے انجام دل کا

جب آغاز الفت ہی مین جل رہا ہون
تو کیا خاک بتلاؤن انجام دل کا

خدا کیلیے پھیر دو مجھ کو صاحب
جو سرکار مین کچھ نہ ہو کام دل کا

پس مرگ ان پر کھلا حال الفت
گئی لیکے روح اپنی پیغام دل کا

تڑپتا ہوا یونہین پایا ہمیشہ
کہون کیا مین آغاز و انجام دل کا

دل اس بیوفا کو جو دیتے ہو اکبر
تو کچھ سوچ لو پہلے انجام دل کا

فروغ کم بضاعت رونق عالم نہین ہوتا
یہہ تو بدر ہو کر نیر اعظم نہین ہوتا

خدا محفوظ رکھے الفت مژگان خوبان سے
یہہ ذوق تیر دل مرتے مرتے کم نہین ہوتا

مقام بیخودی مین آرزو کیا عرض مطلب کیا
وہان یہہ دل نہین ہوتا ہے یہہ عالم نہین ہوتا

صفائے سینہ تک دست تصور کسطرح پہونچے
وہ سینہ آشنائے دست نامحرم نہین ہوتا

تمہارے وعظ مین تاثیر تو ہے حضرت واعظ
اثر لیکن نگاہ ناز کا بھی کم نہین ہوتا

تمناے وصال یار مین ہر وقت رہتا ہون
فراغ آستین و دیدۂ پرنم نہین ہوتا

شکستہ، سوختہ، مجروح، اسیر یہہ تمنائین
دل عاشق سا دنیا مین کوئی بے غم نہین ہوتا

اگر دل واقف نیرنگی طبع صنم ہوتا
زمانہ کی دورنگی کا اسے ہرگز نہ غم ہوتا

یہ پاپنہ مصیبت دل کے ہاتھوں ہم تو رہتے ہین ۔ نہین تو چین سے کٹتی نہ دل ہوتا نہ غم ہوتا
انھین کی بیوفائی کا یہ ہے آٹھون پہر صدمہ ۔ وہی ہوتے جو قابو مین تو پہر کا ہیکو غم ہوتا
لب و چشم صنم گر دیکھنے پاتے کہین شاعر ۔ کوئی شیرین سخن ہوتا کوئی جادو رقم ہوتا
بہت اچھا ہوا آئے نہ وہ میری عیادت کو ۔ جو وہ آتے تو غیر آتے جو غیر آتے تو غم ہوتا
اگر قبرین نظر آتین نہ دارا و سکندر کی ۔ مجھے بھی اشتیاق دولت و جاہ و حشم ہوتا
لیے جاتا ہے جوش شوق ہمکو راہ الفت مین ۔ نہین تو ضعف سے دشوار چلنا دو قدم ہوتا
نہ رہنے پاے دیوارون مین روزن شکر ہے ورنہ ۔ تمہین تو دل لگی ہوتی غریبون پر ستم ہوتا

نہ پروانے سے محفل اور نہ بلبل سے چمن چھوٹا ۔ مجھی سے جلسۂ رنگین یاران وطن چھوٹا
وہ ترچھی نظرون سے دیکھا کیے اور مین رہا بسمل ۔ نہ بچنا بی گئی میری نہ اُنکا بانکپن چھوٹا

روشن دل عارف سے فزون ہے بدن اُنکا ۔ رنگین ہے طبیعت کی طرح پیرہن اُنکا
محروم ہی رہجاتی ہے آغوش تمنا ۔ شرم آکے چرا لیتی ہے سارا بدن اُن کا
جن لوگون نے دل مین ترے گھر اپنا کیا ہے ۔ باہر ہے دو عالم سے مریجان وطن اون کا
ہر بات مین وہ چال کیا کرتے ہین مجھہ سے ۔ الفت نہ نبھے گی جو یہی ہے چلن اون کا
عارض سے غرض ہم کو عنادل کو ہے گل سے ۔ ہے کوچۂ معشوق ہمارا چمن اون کا
ہے صاف نگاہون سے عیان جوش جوانی ۔ آنکھون سے سنبھلتا نہیں مستانہ پن اُنکا
یہ شرم کے معنی ہین حیا کہتے ہین اسکو ۔ آغوش تصور مین نہ آیا بدن اُن کا
غیرون ہی پہ چلتا ہے جو اب ناز کا خنجر ۔ کیون پیچ مین لایا تھا مجھے بانکپن اُنکا
غیرون نے کبھی پاک نظر سے نہین دیکھا ۔ وہ اسکو نہ سمجھین تو یہ ہے حسن ظن اُنکا
اس زلف و رخ و لب پہ اُٹھین کیون نہو نخوت ۔ تاتار ہے اُن کا حلب اُنکا یمن اُنکا
اللہ رے فریب نظر چشم فسون ساز ۔ بندہ ہے ہر اک شیخ ہر اک برہمن اُنکا
آیا جو نظر حسن خداداد کا جلوہ ۔ بت بنگیا منہ دیکھکے ہر برہمن اُنکا
مرقد مین اوتارا ہمین تیور کچھ چڑھا کر ۔ ہم مر بھی گئے پر نہ چھٹا بانکپن اُنکا
گزری ہوئی باتین نہ مجھے یاد دلاؤ ۔ اب ذکر ہی جانے دو بس اچھا سخن اُنکا

دلچسپ ہے آفت ہے قیامت ہے غضب ہے
بات اُنکی ادا اُنکی قد اُن کا حسین اُنکا

پوشیدہ آنکھون مین کبھی دل مین نہان رہا
برسون خیال یار مرا میہمان رہا

فریاد کس کی تھی پس دیوار رات بھر
کیا مجھسے پوچھتے ہو تو کل شب کہان رہا

بیجا مرے سفر پہ ہین یہ بدگمانیان
پیش نظر تمہین تو رہے مین جہان رہا

مصحف رخسار یوسف مین ہو جب تفسیر خواب
کیا زلیخا کو عزیز مصر دے تعبیر خواب

اگلی باتین سنکے عبرت کے عوض غفلت نکر
غافلون کے واسطے افسانہ ہی تدبیر خواب

کوچۂ جانان سے اُٹھتا ہون تو سوجاتے ہین پاؤن
ہے طلسم تازہ بیڑی کی عوض زنجیر خواب

خواب تمین بیداریان اس ہستی موہوم کی
گور مین خواب فنا سے مل گئی تعبیر خواب

برق کا جلوہ نظر آیا ہے مجھکو خواب مین
قرب اُنسے ہوگا الٰہی ہے اگر تعبیر خواب

وصل مین شوق تماشا ہجر مین اشکون کا جوش
عاشقی مین الغرض ممکن نہین تدبیر خواب

قتل کرتا ہے ترا بیساختہ سونا مجھے
اس ادا سے خواب کو کہتا ہون مین شمشیر خواب

اس زمین مین اور بھی ٹپہ ہی غزل اکبر کوئی
پڑ گئی ہو گر نہ پاے فکر مین زنجیر خواب

ہم جو سمجھے تھے نہ وہ حاصل ہوئی تعبیر خواب
خواب مین بھی یہ نظر آئی نہ وہ تصویر خواب

عالم ایجاد بھی اک عالم موہوم ہے
جتنی تعمیرین ہین یان کی ہین یہ سب تعمیر خواب

خواب مین دیکھا کہ وہ دامن چھوڑا کر چل دیئے
حشر کیدن ہونگے یارب ہم گریبان گیر خواب

کون ایسا ہے جو ہر شب چین سے سوتا نہین
اک ہمین محروم ہین ای فیض عالمگیر خواب

حضرت یوسف کو لپٹا کر زلیخا نے کہا
آپ کے ملنے سے مجکو مل گئی تعبیر خواب

خواب مین شاید کہی ہے تمنے اکبر یہ غزل
سارے مضمون ہین خیالی ہے یہ سب تقریر خواب

نظر آتی نہین جب انمین اثر کی صورت
فائدہ کیا جو ہوئی اشک گہر کی صورت

خانۂ دل کو کیا عشق بتان نے برباد
کیا سے کیا ہو گئی اللہ کے گھر کی صورت

حسن کے واسطے لازم ہے تلون شاید
دیکھیے روز بدلتی ہے قمر کی صورت

ہمنے مخلوق مین خالق کی تجلی پائی
دیکھ لی آئینہ مین آئینہ گر کی صورت

دل رنگین بھی عجب دل ہے مگر قہر ہے یہ
خون ہو جاتا ہے مصروف تمنا ہو کر

مرض عشق سے صحت نہین ہوتی تو نہو
کام ہی کیا ہے کرون گا جسے اچھا ہو کر

عالم اُسکے رُخ زیبا کا بیان ہو کس سے
حسن حیرت مین ہے خود محو تماشا ہو کر

بتون کی مجھکو یہ ترچھی نظر نہین منظور
خرابی دل و جان و جگر نہین منظور

وہ ٹالتے ہین عبث آجکل پہ وعدۂ وصل
جواب صاف نہ دیدین اگر نہین منظور

یہان نکلے آنہین تکلیف ہوگی انکو کمال
اسی سے جذبۂ دل کا اثر نہین منظور

وہ خود رقیبون سے ملنا جو ترک کرتے ہین
تو خیر مجکو بھی اب اُنسے شر نہین منظور

مرض ہزار بلا خیز ہو پسند ہے وہ
دوا مین لاکھ شفا ہو مگر نہین منظور

ہزار بے اثری ہو رہیگا ضبط مجھے
فغان مین لاکھ اثر ہو مگر نہین منظور

نہ ہو عروج نہ ہو بیفروغ ہون تو رہین
یہ سرکشی تو بسان شرر نہین منظور

قبول سایۂ دیوار یار مین رہنا
ہما کا سایہ مگر فرق پر نہین منظور

ہزار نوک سنان سینہ پر گوارا ہے
مگر یہ کاوش تیر نظر نہین منظور

اداس ہوتے ہو کیون بیٹھو پھر چلے جانا
تمہارا روکنا کچھ رات بھر نہین منظور

جو گھر سے نکلا تو ظالم مرے دکھانیکو
اُدھر چلا ہے کہ جانا جدھر نہین منظور

عدم کو جاتا ہون احباب دیکھ لین اگر
وہین رہونگا اب آنا ادھر نہین منظور

ازل مین خالق برحق سے روح کا تھا یہ قول
بغیر عشق لباس بشر نہین منظور

وہ دل پسند نہین جسمین جای درد نہو
ہوای غم نہو جسمین وہ سر نہین منظور

محل امن یہی ہے کہ سب بھلای رہین
کسی کے دل مین مجھے اپنا گھر نہین منظور

خیال وصل بتان چھوڑ دو بس اے اکبر
تڑپنا روح کا آٹھون پہر نہین منظور

سنہ ۱۸۷۰ء

آگیا وقتِ اجل اے شوقِ دنیا الوداع | الوداع اے حسرتِ دل ای تمنا الوداع
الوداع اے ساقیِ مےخانۂ طولِ امل | اے سرورِ بادۂ امیدِ فردا الوداع
اے خمِ محرابِ ایوانِ خوش آئین الوداع | اے شکوہِ رفعتِ قصرِ معلّیٰ الوداع
الوداع اے مسند و فرش و قبا و پیرہن | اے حریر و اطلس و کمخواب و دیبا الوداع
الوداع اے رنگِ وحشت الوداع ای فرطِ شوق | رخصت اے جوشِ جنون اے سیرِ صحرا الوداع
الوداع اے جلوۂ نیرنگیِ حسنِ بتان | ای خیالِ عارض و زلفِ چلیپا الوداع
الوداع اے عالمِ نیرنگیِ باغِ جہان | اے نگاہِ دیدۂ محوِ تماشا الوداع

عازمِ ملکِ عدم ہے اکبرِ خونین جگر
الوداع اے عمر اے بزمِ احبّا الوداع

ہوا پھر قیدیِ زلفِ دوتا دل | بلا مین ہو گیا پھر مبتلا دل
نگاہین چھپتین عشوے کرشمے | اُدھر اتنے اِدھر تنہا مرا دل
نہ چھوڑا آتشِ اُلفت نے پیچھا | جگر جلنے لگا جب جل چکا دل
لگاوٹ غیر سے ہمسے رکھائی | انہین باتون سے تجھسے پھر گیا دل
یہ وقتِ نزع ہے دم بھر تو ٹھہرو | نہ توڑو عاشقِ رنجور کا دل

بڑے صدمے اوٹھائے تمنے اکبر
بتون کو اب نہ دو بہرِ خدا دل

عہدِ طفلی سے ہے مذہب مین گرفتاریِ دل | ساتھ ساتھ اپنے بڑہا کی ہے یہ بیماریِ دل

نئے انجام مبارک رہین نوخیزون کو
مین تو ہی ہارا درآرزوے مرگ ووفاداری دل

زلفِ اسلام مین اُلجھے ہوئے مدت گزری
اب کہان چھوڑتی ہے مجکو وفاداری دل

مین تو شیدائے رسولِ عربی ہون اکبر
بخدا ہے بس اُنھین کے لیے سرداری دل

حاصلِ عمر سوا موت کے جب کچھہ بہی نہین
چار دن کیلئے یہ عیش وطرب کچھہ بہی نہین

وجہہ کیا تمسے کہون اسکی طبیعت ہی تو ہے
دل کو اک جوش ہے روتا ہون سبب کچھہ بہی نہین

زندگی مین تو رہا کرتے تھے کیا کیا سامان
قبر مین بعد فنا آئے تو اب کچھہ بہی نہین

نہ تو خلوت ہی میسر ہے نہ کچھہ لطف کی بات
کیون بلایا ہے مجھے آپ نے جب کچھہ بہی نہین

نہ وہ احباب نہ وہ لوگ نہ وہ شمع نہ بزم
صبحدم وہ اثرِ جلسۂ شب کچھہ بہی نہین

کوئی اکبر سا بہی دیوانہ نظر آیا ہے کم
پھرون روتا ہے جو پوچھو تو سبب کچھہ بہی نہین

سنبھالین دل کو کہ ہم حالتِ جگر دیکھین
تمام آگ لگی ہے کدہر کدہر دیکھین

کرین نہ لطف وکرم وہ تو کیا وفا نہ کرون
یہی سمجھہ ہے تو اچھا ستم ہی کر دیکھین

یہ کہکے روح نے دل کو کیا سپرد اُن کے
کہ ہم تو جاتے ہین اب آپ اپنا گھر دیکھین

تڑپ کے جان ابھی دون کہ ہون خجل اغیار
خدا کرے کہ مجھے بہی وہ اک نظر دیکھین

کبھی تو بوسۂ سیب ذقن عنایت ہو
نہالِ عیش کو اک دن تو بارور دیکھین

زہاد خشک حسن بتان سے ہین بی نصیب
آنکھین خدا نے دین ہین مگر دیکھتے نہین

ہین جنکے دیکھنے کو سمجھتا ہون زندگی
اُنکا یہ حال ہے کہ ادہر دیکھتے نہین

تاثیر انتظار نے یہ حال کر دیا
آنکھین کھلی ہوئی ہین مگر دیکھتے نہین

بیخوف دل کو کرتے ہو پامال اے بتو
یہ شوخیان خدا کا بہی گھر دیکھتے نہین

ڈورے تو ڈالتے وہ ذرا چشمِ شوق کو
دیکھینگے کسطرح وہ ادہر دیکھتے نہین

زخمی تری نظر سے بہی ہو ضبط بہی کرے
اتنا ہم اپنے دل کا جگر دیکہتے نہین

میری جو پوچہتے ہو تو دیتا ہون اپنی جان
انکا یہ حال ہے کہ ادہر دیکہتے نہین

ہے انقلاب حسن کہ عالم مین کسقدر
وہ دن بہی ایک شکل قمر دیکہتے نہین

اکبر نہ سینک شعلۂ حسن تپان پہ آنکہہ
عاقل جو لوگ ہین وہ ادہر دیکہتے نہین

رقیب تیرہ باطن کو جگہہ دے رکہی ہے دلمین
نہین کچہہ اور عیب اسکے سوا اُس ماہ کامل مین

نہ پوچہو وسعت اندیشۂ عشاق قامت کو
یہہ وہ ہین سو قیامت گم ہے انکے گوشۂ دل مین

بہت عاشق مگر صورت سے معنی بہی تو ہون پیدا
بہت مجنون مگر جلوہ تو ہو لیلی کا محمل مین

زبانون کو نہین کہلنے کی طاقت بزم مین تیری
نگاہون کو نہین یارا کہ اُٹہین تیری محفل مین

بہت آسان ہے تشریح منطق کے نتیجون کی
بہت مشکل ہے لیکن فرق کرنا حق و باطل مین

سو جان سے محو رخ جانان ہین تو ہم ہین
اس آئینہ خانہ مین جو حیران ہین تو ہم ہین

گلگشت کرین پہول چنین اُنکو ہے کیا غم
آوارۂ صحراے مغیلان ہین تو ہم ہین

بہرکی ہوئی ہے آتش گل اپنے ہی دم سے
سوز جگر بلبل نالان ہین تو ہم ہین

شور اپنے ہی جلوہ کا ہے یہ دیر و حرم مین
مقصود دل گبر و مسلمان ہین تو ہم ہین

اے برق تڑپنے مین ہمین ہین تری ساتہی
اے ابر ترے ساتہہ جو گریان ہین تو ہم ہین

دن رات رقیبون پہ ہے صاحب کی عنایت
بس ایک غم ہجر مین نالان ہین تو ہم ہین

آچکی بس مرے حصہ مین شب وصل ازل
گردش چرخ ہین ایسے مرے مقسوم نہین

بعد مدت کی جو تقریر بہی کی تم نے تو وہ
جسکے مطلب نہین معنی نہین مفہوم نہین

کمر یار ہے باریکی سے غایب ہرچند
مگر اتنا تو کہون گا کہ وہ معدوم نہین

ترچہی چتون سے خدا جانے وہ دیکہین مجہکو کب
موت کا وقت کسی شخص کو معلوم نہین

میرا احوال جو یارون نے کہا کچہہ اُن سے
ہنسکے فرمایا کہ ہوگا مجہے معلوم نہین

دم نکلتا ہے ہمارا خبر اُن کو نہین کچھ — جان جاتی ہے ہماری اُنہین معلوم نہین
جب کہا مین نے مرے حصہ مین آؤگے کبھی — ہنسکے فرمایا کہ ایسے ترے مقسوم نہین
خوب کرتا ہون رقیبون کی برائی اُن سے — مذہب عشق مین غیبت کہین مذموم نہین

حرم کیا دیر کیا دونون یہ ویران ہوتے جاتے ہین — تمہارے معتقد گبر و مسلمان ہوتے جاتے ہین
الگ سب سے نظر نیچی خرام آہستہ آہستہ — وہ مجھکو دفن کرکے اب پشیمان ہوتے جاتے ہین
سوا طفلی سے بھی ہین بھولی باتین اب جوانی مین — قیامت ہے کہ دن پر دن وہ نادان ہوتے جاتے ہین
کہان سے لاؤنگا خون جگر ان کے کھلانے کو — ہزارون طرح کے غم دل کے مہمان ہوتے جاتے ہین
خرابی خانہای عیش کی ہے دور گردون مین — جو باقی رہ گئے ہین وہ بھی ویران ہوتے جاتے ہین
بیان مین کیا کرون دل کھولکر شوق شہادت کو — ابھی سے آپ تو شمشیر عریان ہوتے جاتے ہین
غضب کی یاد ہین عیاریان واللہ مت کو بھی — غرض قائل تمہارے ہم تو ایمان ہوتے جاتے ہین
ادہر ہمسے بھی باتین آپ کرتے ہین لگاوٹ کی — ادہر غیرون سے بھی کچھ عہد و پیمان ہوتے جاتے ہین

غم ہے اتنا کہ دل زار پہ قابو بھی نہین — ضبط یہ ہے کہ کہین آنکھ مین آنسو بھی نہین
کیا مرے عہد مین بدلی ہے گلستان کی ہوا — رنگ کیسا کہ کسی پھول مین خوشبو بھی نہین

جفائین جھیلکر تاثیر الفت کی دکھاتے ہین — حنا کی طرح ہم پس لیتے ہین تب رنگ لاتے ہین
فدا سو جان سے ہوتا ہون پروانون کی ہمت پر — جلے جاتے ہین لیکن شمع سے لپٹے ہی جاتے ہین
کھلایا غم پلایا خون دل مہمان نوازی کی — ترے احسانمند ای چرخ ہم دنیا سے جاتے ہین
خودی و بیخودی دونون ہین عکس صورت جانان — اُسیکا جلوہ گر پاتے ہین جس عالم مین جاتے ہین
سحر کو در پہ جاتا ہون تو فرماتے ہین اندر سے — ابھی سو کر اُٹھے ہین ہاتھ منہ دہوتے ہین آتے ہین

چرخ نے برہم کیا جسکو وہ صحبت خوب تھی — لٹ گئی جو قسمت بد سے وہ رنگت خوب تھی
صحبت باہم مین تو اب روز رہتا ہے فساد — ہمسے اُنسے دور کی صاحب سلامت خوب تھی
مار ڈالا رنج تنہائی نے غربت مین ہمین — اب خیال آیا کہ یارون ہی کی صحبت خوب تھی
جان دی شیرین نے اُسپر اُسپہ لیلیٰ مر گئی — عشق مین فرہاد و مجنون کی بھی قسمت خوب تھی

ه عاشقانہ مین ہے۔

غم نہین اسکا جو شہرت ہوگئی
ہوگئی اب تو محبت ہوگئی

اب کہان اگلے سے وہ راز و نیاز
مل گئے صاحب سلامت ہوگئی

ہاے کیا دلکش ہے اُسکی چشم مست
آنکھ ملتے ہی محبت ہوگئی

چودہوان سال اُنکو ہے نام خدا
عمر آفت تھی قیامت ہوگئی

ناز سے اُسنے جو دیکھا شیخ کو
دینداری اُن کی رخصت ہوگئی

خدا کا گھر بنانا ہے تو نقشہ لے کسی دل کا
یہ دیوارونکی کیا تجویز ہے زاہد یہ چھت کیسی

یہ کار عاشقی ہے دل جدھر لیجاے جا اکبر
یہ بحثین اسمین کیا ہین مشورہ کیا مصلحت کیسی

تمہین سی ہوئی مجکو الفت کچھ ایسی
نہ تھی ورنہ میری طبیعت کچھ ایسی

جہان دل دُکھا بس نکل آے آنسو
بگاڑی محبت نے عادت کچھ ایسی

حیا کی نگاہون نے مارا ہے مجکو
نہین چتونون کی شرارت کچھ ایسی

گرے میری نظرون سے خوبان عالم
پسند آگئی تیری صورت کچھ ایسی

مین رونے لگا حال دل کہتے کہتے
یکایک بھر آئی طبیعت کچھ ایسی

یہ غیرون نے اب اُنکو برہم کیا ہے
نہ تھی ورنہ رنجش کی صورت کچھ ایسی

پسر کیون نہ ہو عشق خوبان مین اکبر
خدا ہی نے دی ہے طبیعت کچھ ایسی

۱۸

حسینون کے گلے سے لگتی ہے زنجیر سونے کی
نظر آتی ہے کیا چمکی ہوئی تقدیر سونے کی

نہ دل آتا ہے قابو مین نہ نیند آتی ہے آنکھون مین
شب فرقت مین کیونکر بن پڑے تدبیر سونے کی

یہان بیداریون سے خون دل آنکھون مین آتا ہے
گلابی کرتی ہے آنکھون کو وان تاثیر سونے کی

بہت بیچین ہون نیند آرہی ہے رات جاتی ہے
خدا کے واسطے جلدی کرو تدبیر سونے کی

یہ زر وہ چیز ہے جو ہر جگہ ہے باعث شوکت
سنی ہے عالم بالا مین بھی تعمیر سونے کی

ضرورت کیا ہے رکنے کی مرے دل سے نکل تارہ
ہوس مجھکو نہین اے نالۂ شبگیر سونے کی

یہ جھیر کھٹ یان جو سونے کی بنائی اس سے کیا حاصل
کرو اے غافلو کچھ قبر مین تدبیر سونے کی

نظر لطف و کرم یار کی اب وہ نہ رہی
پہلے اک بات جو تھی پیار کی اب وہ نہ رہی

ناامیدی سی ہوئی دیکھکے غیروں کا ہجوم
آرزو تیرے طلبگار کی اب وہ نہ رہی

وہ لگاوٹ تھی فقط دل کو لبھانیکے لیے
مہربانی بتِ عیار کی اب وہ نہ رہی

یہ درد دل ہی نہ تھا سوزش جگر بھی نہ تھی
اِن آفتون کی تو اُلفت مین کچھ خبر بھی نہ تھی

زمانہ سازی ہے اب یہ کہ منتظر تھا مین
ہمارے آنے کی تم کو تو کچھ خبر بھی نہ تھی

فلک نے کیون شب فرقت سے مجھے ہلاک کیا
جمال یار نہین تھا تو کیا سحر بھی نہ تھی

تمہارے دل کی نزاکت پہ اسکو رحم آیا
نہین تو آہ مری ایسی بے اثر بھی نہ تھی

سمجھ مین کچھ نہین آتا طلسم حسن بتان
دہن کو سمجھے تھے معدوم وان کمر بھی نہ تھی

جو آپ ہوتے ہین منکر تو خیر مین جھوٹا
مرا جگر بھی نہ تھا آپ کی نظر بھی نہ تھی

گزر یہ ہو گیا کیونکر دلِ پریشان کا
جگہ تو کوچہ گیسو مین بال بھر بھی نہ تھی

لپٹ گئے وہ گلے سے مرے تو حیرت کیا
وہ سنگ دل بھی نہ تھے آہ بے اثر بھی نہ تھی

نگاہ بھر کے دیکھا یہی غنیمت ہے
مجھے تو آپ سے اُمید اسقدر بھی نہ تھی

شہید جلوہ مستانہ ہو گیا شبِ وصل
خوشی نصیب مین عاشق کے رات بھر بھی نہ تھی

تیری نظرون سے ہماری جب نظر ملتی نہ تھی
ہمکو ایسی لذت درد جگر ملتی نہ تھی

ہر گلی کوچہ مین چرچا میری بیماری کا تھا
کیا کسی سے آپ کو میری خبر ملتی نہ تھی

وہ بھی کیا دن تھے تری شرم و حیا کے اے پری
آئینہ مین چشم جوہر سے نظر ملتی نہ تھی

مین اپنے آہ کیے جاؤن وان اثر نہ سہی
مجھے تو بیخبری ہو انہین خبر نہ سہی

یہ بے حجابی سر شام بام پہ آنا
حیا بھی تو کوئی شے ہے کسیکا ڈر نہ سہی

اثر یہی ہے محبت کا گو ہے ضبط مجھے
جگر مین درد تو رہتا ہے چشم تر نہ سہی

مزے نکال لون اچھی طرح سے سب دلکے
شباب تک تو رہے عیش عمر بھر نہ سہی

خدا کیواسطے تشریف لائین آج ضرور
رہین وہ دو ہی گھڑی پاس رات بھر نہ سہی

حسین جتنے ہین خواہان ہین سب کے دل
بس ایک انکی توجہ نہین اگر نہ سہی

یہ سوچ کیا ہے تجہی پر نج کا ہے کون محل
تمام شہر پڑا ہے اک انکا گہر نہ سہی

سنہ ۱۸۷۱ء

نہ خود رہے نہ حکومت رہی سلیمان کی
کہانی ہوگئی وہ سلطنت پرستان کی

اسی کے سائے مین ہوتی ہے میرے دل کی بسر
خدا دراز کرے عمر زلف پیچان کی

خزان مین بلبل و گل کا نشان تک نہ رہا
ہوا بدل گئی دو روز مین گلستان کی

جماتی ہے لب نازک پہ انکے رنگ اپنا
یہ شوخیان تو ذرا دیکھو سرخی پان کی

نگاہ نازبتان سے خدا بچائے رہے
یہ وہ نظر ہے کہ رہزن ہے دین و ایمان کی

مین اپنی راست روی کو کبھی نہ چھوڑون گا
حضور وضع کو سیدہی بنائین یا انکی

طریق عشق مین ہے بیخودی کو منصب خضر
کہ رہنمائی یہ کرتی ہے کوئے جانان کی

فریب مین بت کافر کے آگیا ہون مین
نظر نہین ہے خرابی پہ دین و ایمان کی

عجب ہے مجھکو وہ کیون شرم سے نہین جھکتین
جو گردنین متحمل ہین بار احسان کی

غذائے خون جگر عاشقون کو کافی ہے
ہوس نہین مجھے اے چرخ خوان الوان کی

ہمین نہین ہین ہوا خواہ اس چمن مین ترے
صبا بہی اک متوسل ہے تیرے دامان کی

نہین ہے سیب کی خواہش پئے علاج دماغ
یہ آرزو ہے کہ بو سونگہئے زنخدان کی

عجیب رنگ نظر آیا کوئے قاتل مین
ق
کسی کو دل کی ہے پروا نہ قدر ہے جان کی

کوئی ہے سینہ سپر تیغ ناز کے آگے
کسی کی روح نشانہ ہے تیر مژگان کی

نہین ہے ظلمت اعمال کا کچھ اندیشہ
کہ روشنی ہے مرے دل مین نور ایمان کی

وہ اشک پاک کرین آکے اپنے دامن سے
ہے قسمت ایسی کہان میری چشم گریان کی

وہ چشم ہون کہ جو ہے محو جلوۂ توحید
وہ دل ہون جسمین تجلی ہے نور عرفان کی

وہ حال ہون کہ بیان جسکا دل دکہاتا ہے
وہ مشکل ہون کہ نشانی ہے درد پنہان کی

وہ ذرہ ہون کہ بیابان ہے گرد جسکے حضور
وہ قطرہ ہون کہ حقیقت نہ سمجھے طوفان کی

وہ درد ہون جو پیام اجل ہے دل کیلیئے
طپش وہ ہون کہ جو بجلی ہے خرمن جان کی

سکوت کیون نہو مہر لب سخن اکبر
زمانہ مین نہ رہی قدر اب سخن دان کی

(یہ غزل مشاعرہ کی تہی کہو گئی ہے)

ہو گیا بدر ہلال اس کا سبب روشن ہے
روز گہستا تہا ترے در پہ جبین تہوڑی سی

منزل گور مین کیا خاک ملے گا آرام
خو تڑپنے کی وہی اور زمین تہوڑی سی

طلسم کالبد مین ہے مقید روح انسانکی
نہین اربع عناصر چار دیواری ہی زندان کی

اُسے سودائے گیسو ہوگیا جسنے مجہے دیکہا
پریشانی مری تصویر ہے زلف پریشان کی

نہین کچہہ رنج اس ظلمت کدہ مین بیفروغی کا
تجلی پیش چشم اپنے ہے شمع نور ایمان کی

صبا سے کیون نہ رو رو کر کہون مین حال دل اپنا
یہی قاصد ہوا کرتی ہی اکثر کوئی جانان کی

وہ تہا اک وقت جب سیر چمن مین پہول چنتے تہے
زمانہ ایک یہ ہی خاک اڑاتے ہین بیابان کی

پہر آئی فصل گل پہر جوش سودا ہوگیا مجہکو
اڑائین دہجیان دست جنون نے پہر گریبان کی

وہی مین ہون کہ غیرونکو وہان آنے نہ دیتا تہا
وہی مین ہون کہ پہرون منتین کرتا ہون دربان کی

تمام حسرتین پیری مین ہوگئین رخصت
بس ایک رہ گئی مرنیکی آرزو باقی

جو ذبح کرتا ہے پر کہول دے مرے صیاد
کہ رہ نہ جائے تڑپنے کی آرزو باقی

ہمارے شہر پہ یارب یہ کیا پڑی آفت
نہ خوبرو رہے باقی نہ خوش گلو باقی

پروانہ جلکے خاک ہوا شمع رو چکی
تاثیر حسن و عشق جو ہونی تہی ہو چکی

دنیا مین کون خانہ دل کی کریگا قدر
آبادی اسکی ایسے خرابی مین ہو چکی

حسین جتنے ہین خواہان ہین سب کے دل
بس ایک انکی توجہ نہین اگر نہ سہی

یہ سوچ کیا ہے تجہے برج کا ہے کون محل
تمام شہر لٹا ہے اک انکا گھر نہ سہی

سنہ ۱۸۷۱ع

نہ خود رہے نہ حکومت رہی سلیمان کی
کہانی ہوگئی وہ سلطنت پرستان کی

اسی کے سایہ مین ہوتی ہے میرے دل کی بسر
خدا دراز کرے عمر زلف پیچان کی

خزان مین بلبل و گل کا نشان تک نہ رہا
ہوا بدل گئی دو روز مین گلستان کی

جمائی ہے لب نازک پہ انکے رنگ اپنا
یہ شوخیان تو ذرا دیکہو سرخی پان کی

نگاہ نازبتان سے خدا بچائے رہے
یہ وہ نظر ہے کہ رہزن ہے دین و ایمان کی

مین اپنی راست روی کو کبہی نہ چہوڑون گا
حضور وضع کو سیدہی بنائین یا بانکی

طریق عشق مین ہے بیخودی کو منصب خضر
کہ رہنمائی یہ کرتی ہے کوئے جانان کی

فریب مین بت کافر کے آگیا ہون مین
نظر نہین ہے خرابی یہ دین و ایمان کی

عجیب ہے مجہکو وہ کیون شرم سے نہین جہکتین
جو گردنین متحمل ہین بار احسان کی

غذائے خون جگر عاشقون کو کافی ہے
ہوس نہین مجہے اے چرخ خوان الوان کی

ہمین نہین ہین ہوا خواہ اس چمن مین ترے
صبا بہی اک متوسل ہے تیرے دامان کی

نہین ہے سیب کی خواہش پئے علاج دماغ
یہ آرزو ہے کہ بو سونگہیئے زنخدان کی

ق

عجیب رنگ نظر آیا کوئے قاتل مین
کسی کو دل کی ہے پروا نہ قدر ہے جان کی

کوئی ہے سینہ سپر تیغ ناز کے آگے
کسی کی روح نشانہ ہے تیر مژگان کی

نہین ہے ظلمت اعمال کا کچہہ اندیشہ
کہ روشنی ہے مرے دل مین نور ایمان کی

وہ اشک پاک کرین آکے اپنے دامن سے
ہے قسمت ایسی کہان میری چشم گریان کی

وہ چشم ہون کہ جو ہے محو جلوۂ توحید
وہ دل ہون جسمین تجلی ہے نور عرفان کی

وہ حال ہون کہ بیان جسکا دل دکہاتا ہے
وہ شکل ہون کہ نشانی ہے درد پنہان کی

وہ ذرہ ہون کہ بیابان ہے گرد جسکے حضور
وہ قطرہ ہون کہ حقیقت نہ سمجھے طوفان کی

وہ درد ہون جو پیام اجل ہے دل کیلئے
طپش وہ ہون کہ جو بجلی ہے خرمن جان کی

سکوت کیون نہو مہر لب سخن اکبر
زمانہ مین نہ رہی قدر اب سخن دان کی

(یہہ غزل مشاعرہ کی تہی کہو گئی ہے)

ہو گیا بد رہا اس کا سبب روشن ہے
روز گہستا تہا ترے در پہ جبین تہوڑی سی

منزل گور مین کیا خاک ملے گا آرام
خو تڑپنے کی وہی اور زمین تہوڑی سی

طلسم کالبد مین ہے مقید روح انسان کی
نہین اربع عناصر چار دیواری ہی زندان کی

اسے سودائے گیسو ہو گیا جسنے مجہے دیکہا
پریشانی مری تصویر ہے زلف پریشان کی

نہین کچہہ بیچ اس ظلمت کدہ مین بزم فروزی کا
تجلی پیش چشم اپنے ہے شمع نور ایمان کی

صبا سے کیون نہ رو رو کر کہون مین حال دل اپنا
یہی قاصد ہوا کرتی ہے اکثر کوئی جانان کی

وہ تہا اک وقت جب سیر چمن مین چہچہے تہے
زمانا ایک یہہ ہے خاک اوڑاتے ہین بیابان کی

پہر آئی فصل گل پہر جوش سودا ہو گیا مجہکو
اوڑائین دہجیان دست جنون نے پہر گریبان کی

وہی مین ہون کہ غیر انکو وہان آنے نہ دیتا تہا
وہی مین ہون کہ پہرون منتین کرتا ہون دربان کی

تمام حسرتین پیری مین ہو گئین رخصت
بس ایک رہ گئی مرنیکی آرزو باقی

جو ذبح کرتا ہے پر کہو دے مرے صیاد
کہ رہ نہ جائے تڑپنے کی آرزو باقی

ہمارے شہر پہ یارب یہ کیا پڑی آفت
نہ خوبرو رہے باقی نہ خوش گلو باقی

پروانہ جلکے خاک ہوا شمع رو چکی
تاثیر حسن و عشق جو ہونی تہی ہو چکی

دنیا مین کون خانۂ دل کی کریگا قدر
آبادی اسکی ایسے خرابی مین ہو چکی

بیگانہ وار رہتی ہے اب کیون نگاہِ یار
دونون جہان سے بہی تو یہ مجکو کہو چکی

اب جانِ ناتوان بہی طبیعت کی نذر ہے
ایمان و دل تو پہلے ہی الفت مین کہو چکی

تہک تہک گئی زبان دمِ شرحِ دردِ دل
یہ داستان مگر نہ کبہی دوستو چکی

اکبر عروسِ دہر سے چشمِ وفا نہ رکہہ
دارا و جم کی جب نہ ہوئی تیری ہو چکی

خفا ہو بے سبب مجہسے کہو میری خطا کیا ہے
چہوا بہی زلفِ مشکین کو تو آفت کیا بلا کیا ہے

قیامت ہے طبیعت آگئی اُس آفتِ جان پر
جسے اتنا نہین معلوم الفت کیا وفا کیا ہے

اُنہین بہی جوشِ الفت ہو تو لطف اُٹہے محبت کا
ہمین دن رات اگر تڑپے تو پہر اسمین مزا کیا ہے

مصیبت عین راحت ہے اگر ہو عاشقِ صادق
کوئی پروانے سے پوچہے کہ جلنے مین مزا کیا ہے

کوئی دن کا ہون مہمان آچکی ہے جان ہونٹون پر
وہی خود دیکہہ لین آکر کہ اب مجہہ مین رہا کیا ہے

طبیبون سے مین کیا پوچہون علاجِ دردِ دل اپنا
مرض جب زندگی خود ہو تو پہر اُسکی دوا کیا ہے

سنبہالو دل کو اکبر ہجر مین رو کو طبیعت کو
یہ رونا یہ تڑپنا خیر ہے تمکو ہوا کیا ہے

آج آرایشِ گیسوے دوتا ہوتی ہے
پہر مری جان گرفتارِ بلا ہوتی ہے

شوقِ پابوسیِ جانان مجہے باقی ہے ہنوز
گہاس جو اُگتی ہے تربت پہ حنا ہوتی ہے

پہر کسی کام کا باقی نہین رہتا انسان
سچ تو یہ ہے کہ محبت بہی بلا ہوتی ہے

جو زمین کوچۂ قاتل مین نکلتی ہے نئی
وقف وہ بہرِ مزارِ شہدا ہوتی ہے

جسنے دیکہی ہو وہ چتون کوئی اُس سے پوچہے
جان کیونکر ہدفِ تیرِ قضا ہوتی ہے

ق

نزع کا وقت برا وقت ہے خالق کی پناہ
ہے وہ ساعت کہ قیامت کی سوا ہوتی ہے

روح تو ایک طرف ہوتی ہے رخصت تن سے
آرزو ایک طرف دل سے جدا ہوتی ہے

خود سمجہتا ہون کہ رونے سے بہلا کیا حاصل
پر کرون کیا یونہین تسکین ذرا ہوتی ہے

روندتے پہرتے ہین وہ مجمع اغیار کیساتھ
خوب توقیرِ مزارِ شہدا ہوتی ہے

مرغ بسمل کیطرح لوٹ گیا دل میرا
نگہہ ناز کی تاثیر بہی کیا ہوتی ہے

نالہ کر لینے دین لِلّٰہ نہ چہیڑین احباب
ضبط کرتا ہون تو تکلیف سوا ہوتی ہے

جسم تو خاک مین ملجاتے ہوئے دیکہتے ہین
روح کیا جانے کدہر جاتی ہے کیا ہوتی ہے

ہون فریبِ ستمِ یار کا قائل اکبر
مرتے مرتے نہ کُہلا یہ کہ جفا ہوتی ہے

اثر دکہانے پہ یہ جذبِ دل جو آتا ہے
کوئین سے حضرتِ یوسف کو کہینچ لاتا ہے

فلک جو روز نیا داغ اک دکہاتا ہے
ہمارے حوصلۂ دل کو آزماتا ہے

کبہی جو دعوئے منصور مین شک آتا ہے
خیالِ یار مجہے آئینہ دکہاتا ہے

وہ بات ہون کہ جو لاتی ہے جوش مین دل کو
وہ حال ہون کہ جسے سُنکے وجد آتا ہے

جو بیخودی مین مجہے چہوڑکر وہ جاتے ہین
تو میرے حال پہ رونے کو ہوش آتا ہے

الٰہی خیر ہو اُس بت کے نازِ بیجا کی
دلِ غریب کو میرے بہت ستاتا ہے

زیادہ جان سے کیونکر نہ رکہون دل کو عزیز
یہ آئینہ تری صورت مجہے دکہاتا ہے

وہ دو ہی ہاتہ مین سمجہے کہ آرزو نکلی
دہانِ زخم اسی پر تو شکر آتا ہے

ہمین تو آٹہ پہر رہتی ہے تمہاری یاد
کبہی تمہین بہی ہمارا خیال آتا ہے

بچانے کا تو ہمین جانتے تہا نہ کچہہ
ہزار حیلہ نہ آنے کا تمکو آتا ہے

وہ میکدہ ہے ہمارا کہ جس مین مستون سے
ہزار ساغرِ جم روز ٹوٹ جاتا ہے

خدا پناہ مین رکہے کشاکشِ غم سے
اسی سے تارِ نفس جلد ٹوٹ جاتا ہے

مصائبِ شبِ فرقت اُٹہا چکا ہون مین
عذابِ گور سے واعظ کسے ڈراتا ہے

نہ پوچہیے ستمِ جوشِ حسرتِ دیدار
یہ جانِ زار کو آنکہون مین کہینچ لاتا ہے

دوئی کا دخل نہین بزمِ وصل مین منظور
وگرنہ آپ مین آنا تو مجہکو آتا ہے

فنا کا خوف کچھہ اہل حیات ہی کو نہین
ہوا سے شمع کا شعلہ بہی کانپ جاتا ہے

مقام شکر ہے غافل مصیبت دنیا
اسی بہانہ سے اللہ یاد آتا ہے

خدا کے واسطے یاد خدا کر اے اکبر
بتون کے عشق مین جان اپنی کیون گنواتا ہے

کیا پوچھتے ہو مجھسے پہلو مین تیرے کیا ہے
اب تو نہین ہے کچھہ بہی دل تہا سو کھو گیا ہے

پایا عجیب عالم قاتل تری گلی مین
ہر زخم یان ہے مرہم ہر درد یان دوا ہے

مجھہ زار ناتوان کا رہتا ہے میل خاطر
سختیٔ دل تمہاری ہمسنگ کہربا ہے

برسون کا چھوڑتی ہے دم بہر مین ساتھ ظالم
کہتے ہین عمر جسکو معشوق بے وفا ہے

گنجینۂ محبت وحشت مین کیا ہو خالی
داغ جنون کا سکہ سرمایۂ وفا ہے

صرصر نے لاکھہ چاہا اوٹھا نہ اُس گلی سے
اب تک غبار اپنا خاک رہ وفا ہے

رنگین تری ادا نے دل خون کیا چمن کا
جو گل ہے داغ دل ہے جو برگ ہے حنا ہے

ہو جسطرف طبیعت لازم ہے شوق کامل
ہر بات مین اثر ہے ہر رنگ مین مزا ہے

ایسا مٹا دیا ہے الفت مین دل کو مین نے
رنگ رخ تمنا گرد رہ وفا ہے

گل کی بہی بیخودی مین دم بہر کو سیر دل کی
کس لطف کی ہوا ہے کیا باغ پُر فزا ہے

کیا شرح آرزو پر وا ہو زبان اپنی
افسانۂ دو عالم آغاز مدعا ہے

اظہار شوق مین ہے رسوائی محبت
ہے حرف آبرو پر جو حرف مدعا ہے

اہل عدم نہ پوچھو کچھہ ہمسے حال دنیا
رہ آئے ہم بہی دو دن اک میہمان سرا ہے

کیونکر نہ شعر اکبر آئے پسند سب کو
یہ رنگ ہی نیا ہے کوچہ ہی دوسرا ہے

بس گئی ہے دل مین وہ زلف دوتا کیا کیجیے
جان آفت مین ہوئی ہے مبتلا کیا کیجیے

نزع مین پوچھا جو اکبر سے کہ کیون دیتا ہی جان

آہ سرد اک بھر کے وہ کہنے لگا کیا کیجیے

اضافۂ غزل

دم لبوں پر آگیا ہے اب دوا کا ذکر کیا
اک بت کافر کی الفت ہے دعا کیا کیجیے
جسکے صدمے سے سنبھل کل بچی تھی میری جان
پھر وہی درد آج سینے میں اوٹھا کیا کیجیے

وہ اُٹھے تو بہت گھر سے اپنے مرے گھر میں مگر کبھی آ نہ سکے
وہ نسیم مراد چلے بھی تو کیا کہ جو غنچۂ دل کو کھلا نہ سکے
ترے عشق سے باز بھی آ نسکے ترے ظلم و ستم بھی اُٹھا نہ سکے
جو نصیب میں لکھی ہوئی تھی قضا کسی طور سے جان بچا نہ سکے
شب و روز جو رہتے تھے پیش نظر ترے لطف سے ہوتی تھی جنکی بسر
یہ خبر نہیں جا کے رہے وہ کدھر کہ ہم انکا نشان بھی پا نہ سکے
کبھی جنکے خیال میں ہجر کی شب مجھے نیند نہ آتی تھی ہائے غضب
وہ جو رونے بھی آکے مزار پہ اب مجھے خواب لحد سے جگا نہ سکے
یہ مرے ہی نہ آنیکا سبب ہے اثر کہ رقیبوں سے دبتے ہو آ کے ٹھہر
مرے حال پہ چشم کرم جو رہے کوئی آپ سے آنکھ ملا نہ سکے
کیا جذبۂ عشق نے میرے اثر رہی غیرت حسن پہ اٹکی نظر
پس پردہ صدا تو سنائی مجھے مگر اپنا جمال دکھا نہ سکے
رہا شہرۂ عشق کا یاں مجھے ڈر انھیں اپنی پرائے کا خوف و خطر
رہیں دل ہی میں حسرتیں دونوں طرف جو میں جا نہ سکا تو وہ آ نہ سکے
رہی دل کی تڑپ رہی درد جگر ہوا تو یہ عشق کا کچھ نہ اثر
تری شکل جو آنکھوں میں پھرتی رہی تری یاد بھی دل سے بھلا نہ سکے

تری بانکی ادا ہے وہ ہوش ربا کہ ہوں خضر و مسیح بھی جسپہ فدا
وہ فریب بھرا ہے نظر میں تری کہ فرشتہ بھی دل کو بچا نہ سکے

ہے خدا کی جناب میں صبح و مسا یہی اکبرِ خستہ جگر کی دعا
کہ ہمارے سوا بت ہوش ربا کوئی سینے سے تجھکو لگا نہ سکے

تری زلفوں میں دل الجھا ہوا ہے
بلا کے پیچ میں آیا ہوا ہے

نہ کیونکر بوئے خون نامے سے آئے
اسی جلاد کا لکھا ہوا ہے

چلے دنیا سے جسکی یاد میں ہم
غضب ہے وہ ہمیں بھولا ہوا ہے

کہوں کیا حال اگلی عشرتوں کا
وہ تھا اک خواب جو بھولا ہوا ہے

جفا ہو یا وفا ہم سب میں ہیں خوش
کریں کیا اب تو دل اٹکا ہوا ہے

ہوئی ہے عشق ہی سے حسن کی قدر
ہمیں سے آپ کا شہرا ہوا ہے

بتوں پر رہتی ہے مائل ہمیشہ
طبیعت کو خدایا کیا ہوا ہے

پریشاں رہتے ہو دن رات اکبر
یہ کسکی زلف کا سودا ہوا ہے

دل کو غفلت نے کدورت میں چھپا رکھا ہے
بخل نے زر کو تہ خاک دبا رکھا ہے

شور کیوں گبر و مسلمان نے مچا رکھا ہے
دیر میں کچھ بھی نہیں کعبہ میں کیا رکھا ہے

زیر زمیں کوئی معشوق تو پہلو میں کہاں
داغ افلاس کو سینے سے لگا رکھا ہے

آپ کو پردہ نشینی ہی جو آئی ہی پسند
مجھکو کیوں مفت میں دیوانہ بنا رکھا ہے

جوشش فصل بہاری ہے کہ ہنگامۂ حشر
بلبلوں نے تو غضب شور مچا رکھا ہے

دیکھیے صبح تلک بدلے وہ کیا کیا پہلو
منتوں سے اُسے ہاں آج سُلا رکھا ہے

آپکی شہرۂ رحمت نے تو ڈھایا ہے غضب
ایک عالم کو گنہگار بنا رکھا ہے

آرزو مرگ کی اکبر نہ کر اللہ سے ڈر
تجھسے عاصی کیلئے قبر میں کیا رکھا ہے

کسیکی قسمت مین زہر غم ہی کسی کو حاصل مئی طرب ہے
نظر جو آئے وہ آفت جان تو دلکو کیونکر بچائی انسان
جلا چکی آتش محبت تمام میرے دل وجگر کو
گذر گیا ہے جو عہد عشرت تو رکھتہ نادان پھر اُسکی حسرت
یہ اُنکی جتنی لگاوٹین ہین یہ ظاہری سب بناوٹین ہین
دلاتی ہین نزع مین جو ہیچم خدا کی یاد آکے یار و ہمدم
یہان بہی آرام پائیگا کہان اب اسوقت جائیگا

وہی بگاڑی وہی بنا ہی اُسیکی قدرت کا کھیل سب ہے
ادا ہی بانکی نگاہ ہی ترچھی ستم ہی عشوہ حیا غضب ہے
تمہین نہین ہے یقین ابتک یہی تو ای مرکجان غضب ہے
قیام سیکا سمجھ غنیمت جو وقت پیش نگاہ اب ہے
یہ جی لبہانیکی اک ادا ہی یہ دلکو لینیکا ایک ڈہب ہے
بہلا مین بہولو نگا اُسکو کیونکر وہ میرا مالک ہے میرا رب ہے
اندہیرا چہایا ہی ابر طاری ہی مینہ برستا ہی وقت شب ہے

دعا ہی اکبر یہی پہر دم لحد مین نکلے زبان سے پیہم
محمد اپنا رسول برحق خدا سے برتر ہمارا رب ہے

سنتا ہون کہ تاثیر محبت مین بہی کچھ ہے
تسخیر بتان ہوتی ہی گو نقش درم سے
بیچین ہوے سُنکے مرے شوق کا قصہ
جب کہتا ہون اُنسے کہ مری دل مین ہی حسرت
واعظ بہت متعصب ہی کاش اوار نہین ہون
رندون مین تو ہے لطف ہی ساقی و مطرب
وہ کوچۂ جانان کے مزے ایک تو پائے
بگڑے ہوے تیور رہی ثابت نہین بخشش
فرماتے ہین وہ سُنکے مرے رونیکا احوال
گو راز محبت کا چہپاتا ہے بہت خوب
افسانۂ حسرت مرا سُن سُنکے وہ بولے
خوش وصل سی کوئی کوئی نظارہ سی دلشاد

کیونکر نہ کہون اُنکی طبیعت مین بہی کچھ ہے
تاثیر مگر دل کی محبت مین بہی کچھ ہے
صد شکر مرا اُنکی طبیعت مین بہی کچھ ہے
کس ناز سے کہتی ہین کہ حسرت مین بہی کچھ ہے
حصہ مرا گنجینۂ رحمت مین بہی کچھ ہے
واعظ یہ بتا تو تری صحبت مین بہی کچھ ہے
ہم پہلے سمجھتے تہے کہ جنت مین بہی کچھ ہے
اُن روز تو فرق اُنکی طبیعت مین بہی کچھ ہے
یہ بات تو واضح تری عادت مین بہی کچھ ہے
لیکن بخدا لطف تو شہرت مین بہی کچھ ہے
ہی سب یہ زبانی کہ طبیعت مین بہی کچھ ہے
ای گردش گردون مری قسمت مین بہی کچھ ہے

بالای زمین پاس سکندر کے تھا سب کچھہ — اب جا کے ذرا دیکھیے تربت مین بھی کچھ ہے
تم آنے نہ دو یاد بھی کیا کرنے نہ دوگے — دخل آپ کو بندے کی طبیعت مین بھی کچھ ہے

قید احسان سے تری ای فلک آزاد رہے — بیکسی کا ہو بھلا بے وطنی شاد رہے
مے گلگون سے چکے مست ہوے شاد رہے — ساقیا خانہ احسان ترا آباد رہے
اجل آتی ہے غم ہجر مین اللہ رے نصیب — ملک الموت کو کسطرح سے ہم یاد رہے
ہے یہ حسرت تری حسرت کے سوا سب ہو فنا — دونون عالم نہ رہین شہر دل آباد رہے
حشر برپا جو ہوا بھول گیا ایک کو ایک — ایسی آفت مین بھلا کون کسی یاد رہے
گوشہ خاطر عالی مین جو پائے نہ جگہہ — کہیے پھر جاکے کہان عاشق ناشاد رہے
نزع مین نام لیا قبر مین مذکور آیا — کونسی جا تھی جہان تم نہ مجھے یاد رہے

زخمی کیا سینے کو نظر ہے کہ غضب ہے — خون ہو کے بھی قایم ہے جگر ہے کہ غضب ہے
وہ کہتے ہین مے پینے کو تو پی نہین سکتا — اسے شیخ یہ اللہ کا ڈر ہے کہ غضب ہے
گذری ہے شب وصل کہ آئی ہے مری موت — وہ ہوتے ہین رخصت یہ سحر ہے کہ غضب ہے

لپٹا کے مجھے سینے سے وہ آج یہ بولے
اکبر تری آہ دل کا اثر ہے کہ غضب ہے

دل شکستہ ہون مگر دل مین خدا کا نور ہے — یہ وہ ویرانہ ہے روشن جس مین شمع طور ہے
آپکی بیماری ادا پر دل نہ مین دیتا کبھی — بس یہی کہیے قضا سے آدمی مجبور ہے
کون ایسا ہے نہین ہے موت کی جسکو خبر — پھر جو غفلت ہے تو یہ دنیا کا اک دستور ہے
گو نہج سے بالی کی زلف الجھی مین عاشق ہوگیا — یہ نہ خوف آیا کہ وہ افعی ہے یہ زنبور ہے

شعر گوئی کی وکالت مین مجھے فرصت کہان
یہ بھی اکبر خاطر احباب گورکھپور ہے

کہون کس سے قصہ درد و غم کوئی ہمنشین ہے نہ یار ہے — جو انیس ہے تری یاد ہے جو شفیق ہے دل زار ہے

تو ہزار کرتا لگاوٹیں میں کبھی نہ آتا فریب میں
مجھے پہلے اسکی خبر نہ تھی ترا دو ہی دن کا یہ پیار ہے

یہ تو یاد رون کو جانتا ہم اسیر دام ہیں ای صبا
ہمیں کیا چمن ہی جو رنگ پر ہمیں کیا جو فصل بہار ہے

جسے دور چرخ میں ہو خوشی تو ضرور ہے اسکو رنج بھی
شب ہجر میں ہے جو درد سر ہے وصل کا یہ خمار ہے

وہ نظر جو مجھسے ملا گئے تو یہ اور آفتیں ڈہا گئے
کہ حواس و ہوش و خرد ہی اب نہ شکیب و صبر و قرار ہے

مجھے رحم آتا ہے دیکھکر ترا حال اکبر نوحہ گر
تجھے وہ بھی چاہے خدا کرے کہ تو جسکا عاشق زار ہے

۳۵ سال بعد

مری چشم کیوں نہ ہو خونفشاں نہ رہی وہ بزم نہ وہ سماں
نہ وہ طرز گردش چرخ ہے نہ وہ رنگ لیل و نہار ہے

جہاں کل تھا غلغلۂ طرب وہاں ہای آج ہی یہ غضب
کہیں اک مکان ہی گرا ہوا کہیں اک شکستہ مزار ہے

غم و یاس و حسرت و بیکسی کی ہوا کچھ ایسی ہی چل رہی
نہ دلوں میں اب وہ امنگ ہے نہ طبیعتوں میں ابھار ہے

ہوئے مجھ پہ جو ستم فلک کہوں کس سے اسکو کہاں تلک
نہ مصیبتوں کی ہی کوئی حد نہ مری غموں کا شمار ہے

مرا سینہ داغوں سے ہی بھرا مری دل کو دیکھیے تو ذرا
یہ شہید عشق کی ہے لحد پڑا جس پہ پھولوں کا ہار ہے

میں سمجھ گیا وہ ہیں بیوفا مگر انکی راہ میں ہوں فدا
مجھے خاک میں وہ ملا چکے مگر اب بھی دل میں غبار ہے

اب تو ہیں نام خدا آپ کی انداز نئے
نئی نخرے ہیں نئے عشوے ہیں اور ناز نئے

اٹھتے ملنے کا نکل آتا ہے ہر شب اک طور
روز ہو جاتے ہیں سامان خدا ساز نئے

کل جو باتیں تھیں وہی ہوں یہ تکلف کیسا
آج کیا ہو گئے ہم اے بت طناز نئے

یہ آج وجہ توقف ہے کیا اجل کیلیے
طبیب لکھتے ہیں نسخہ مرا جو کل کیلیے

یہ اضطراب یہ تلپیاں یہ بے تابی
مجھے ہمیشہ ہے بجلی کو ایک پل کیلیے

ہوا مقام فنا میں میں اپنا خود عاشق
سمجھ گیا یہی موقع تھا اس محل کیلیے

جو دل میں درد محبت اوٹھا تو ہمنے بھی
مزے تڑپنے کے پہلو بدل بدل کیلیے

نہین ہے منزل ہستی مین فکر زاد سفر / کہ آج کیلیئے ہے صبر اُمید کل کے لیئے
خیال صورت جانان کا شغل دلکو رہے / عجیب حسن ہے یہ چہرۂ عمل کے لیئے
ہوا ہون خلق مین جینے کو جو کٹتے دم دو تیر / زبان اُنکی دہن مین ہے آج کل کے لیئے
مین گہر مین غیر کے کیا اُنسے حال دل کہتا / زبان ہی نہ کُھلی عرض بے محل کے لیئے

مین کرون لاکہہ ارادہ تو وہ کس کام کا ہے / بس پہر دساہر سے اللہ ترے نام کا ہے
طالب وصل ہوا یہ تو عجب کیا اس کا / حوصلہ ہی تو مری جان دل ناکام کا ہے
بار اب پہلو مین رکہنا دل ناکام کا ہے / خبر اپنی نہ ہو جسکو وہ کسی کام کا ہے
خط عبث لکہتے ہین آنا ہو تو آئین جلدی / نزع مین ہون یہ محل نامہ و پیغام کا ہے
شوق سے آنکہین دکہاؤ مجہے کچہ رنج نہین / شعبدہ یہ بہی تو اک گردش ایام کا ہے
دل کیا نذر جو مین نے تو وہ ہنس کر بولی / آپ رکہہ چہوڑیئے اسکو مرے کس کام کا ہے
دل مرا ہاتہہ مین لیکر وہ یہ فرماتے ہین / اسکو پامال کرون اور یہ کس کام کا ہے

لگاوٹ کی ادا سے اُنکا کہنا پان حاضر ہے / قیامت ہے ستم ہے دل فدا ہے جان حاضر ہے
کہو جو چاہو سن لینگے مگر مطلق نہ سمجہین گے / طبیعت تو خدا جانے کہان ہے کان حاضر ہے
نگاہین ڈہونڈتی ہین جنکو اُنکا دو نشان یارو / اسے مین کیا کرونگا یہ جو سب سامان حاضر ہے

بٹہا کر غیر کی محفل مین مجکو اُس نے فرمایا
سنو اکبر کی غزلین دیکہو یہ مستان حاضر ہے

اک بوسہ دیجیئے مرا ایمان لیجیئے / گو بت ہین آپ پہر خدا مان لیجیئے
دل لیکے کہتے ہین تری خاطر سے لے لیا / اُلٹا مجہی پہ رکہتے ہین احسان لیجیئے
غیرون کو اپنے ہاتہہ سے ہنسکر کہلا دیا / مجہہ سے کبیدہ ہو کے کہا پان لیجیئے
مرنا قبول ہے مگر الفت نہین قبول / دل تو نہ دونگا آپکو مین جان لیجیئے
حاضر ہوا کرونگا مین اکثر حضور مین / آج اچہی طرح سے مجہے پہچان لیجیئے

اپنی ہستی جو حجاب رخ جانان نہ رہے
واں رہیں ہم کہ جہاں پھر کوئی ارمان نہ رہے

صورت یار جو تو پردوں میں پنہاں نہ رہے
بحث پھر تم میں یہ اے گبر و مسلمان نہ رہے

سامنا جلوۂ معشوق کا اللہ اللہ
ہے یہی وقت کہ بس آپ میں انسان نہ رہے

مانگتا ہوں جو دعا صبح کی کہتی ہے اجل
یہ بھی ممکن ہے رہو تم شب ہجران نہ رہے

آپ ہی سے تو کیا ہے مجھے دیوانہ عشق
آپ ہی کہتے ہیں اب آپ تو انسان نہ رہے

قابلیت تو بہت بڑھ گئی ماشاء اللہ
مگر افسوس یہی ہے کہ مسلمان نہ رہے — اضافہ حال

میں تو عشق بت ظالم سے نہ باز آؤں گا
عقل چھٹ جائے جگر ٹکڑے ہو ایمان نہ رہے

آئینہ کو ہے یہ حیرت کہ سکندر ہوے خاک
ہوش پریوں کے اڑے ہیں کہ سلیمان نہ رہے

چشم نرگس سے کوئی حال چمن کا پوچھے
دیکھتے دیکھتے کیا کیا گل خندان نہ رہے

صبح تک ہجر صنم میں یہ دعا تھی اپنی
میں رہوں یا نہ رہوں یہ شب ہجران نہ رہے

اونکا یہ ناز کہ آجائینگے جلدی کیا ہے
اپنا یہ حال کہ دم بھر کے بھی مہمان نہ رہے

منہ نہ موڑو ستم و جور بتاں سے **اکبر**
بندگی کیسی اگر تابع فرمان نہ رہے

مصیبت عشق کی تنہا مجھی پہ کیا گزرتی ہے
تمہارے حسن عالمگیر پر اک خلق مرتی ہے

خبر ملتی نہیں کچھ مجھکو یاران گزشتہ کی
خدا جانے کہاں ہیں کسطرح ہیں کیا گزرتی ہے

مری آنکھوں میں تو اسکا گزر بھی ہو نہیں سکتا
یہ آنکھیں آپکی ہیں نیند جنمیں چین کرتی ہے

محبت کا اثر ہے عاشق و معشوق پر یکسان
جو مجنوں سر پٹکتا ہے تو لیلیٰ آہ کرتی ہے

[illegible] جلا ہے سوزش الفت کا سینے میں
الٰہی خیر ہو دل کانپتا ہے روح ڈرتی ہے

[illegible] بڑھتی ہے دن رات اکبر بیوفاؤں پر
طبیعت آدمی کو کسقدر بے چین کرتی ہے

[illegible] ہے اجل مرے سر پہ کھڑی رہے
غیروں کی تم کو فکر عیادت پڑی رہے

اے شور حشر شہر خموشاں کی لے خبر
اب کب تلک اجاڑ یہ بستی پڑی رہے

جدت ہو فکر مین تو توارد کبھی نہو — مضمون کیون لڑین جو طبیعت لڑی رہے

ہے عشق مین ہر لحظہ ترقی مرے دل کی — ہر داغ بڑہاتا ہے تجلی مرے دل کی

کیا اور سے ممکن ہو تسلی مرے دل کی — جب آپ ہی نے کچھہ نہ خبر لی مرے دل کی

رونا ہے جو فرقت مین بہی دیدۂ تر کا — طوفان مین آجائیگی کشتی مرے دل کی

مہمان ہے جس روز سے سینے مین تری یاد — آباد ہے اُجڑی ہوئی بستی مرے دل کی

آخر کو یہ جلنے بہی لگا شعلۂ غم سے — فکر آپ کو ہوتی نہین اب بہی مرے دل کی

یا اسکی خبر بہی نہین لیتے کبھی اب تم — یا فکر تمہین رہتی تہی کتنی مرے دل کی

نظرون سے تری گر کے ہوا عشق دوبالا — ہوتی ہے تنزل مین ترقی مرے دل کی

دکھلا کے جہلک اور بہی ترپا گئے اسکو — کی واہ وا آپ نے اچہی مرے دل کی

جب قول وفا ہار چکا مین تو پہر اب کیا — جیتے ہوئے ہین آپ تو بازی مرے دل کی

باطن سے ہون نظارگی جلوۂ جانان — آئینۂ معنی ہے صفائی مرے دل کی

رنگینی مین نرمی مین صفائی مین ضیا مین — ہے ایک سی خلقت تری نخلی مرے دل کی

نابود ہوئے جلکے خیالات دو عالم — اللہ رے ترے عشق مین گرمی مرے دل کی

سو جان سے کیونکر نہ ہون قربان تمنا — کرتی ہے بڑی قدر شناسی مرے دل کی

ملتا ہے مزا اُنکو مرے جوش جنون کا — سرخوش اُنھین کردیتی ہے مستی مرے دل کی

یا ہجر تہا یا وصل مین اب ہو گئے بیخود — وہ خوبئ قسمت تہی یہ خوبی مرے دل کی

وہ ترچہی نگاہون سے مجھے دیکھہ رہے ہین — اسوقت مین ہے خیر الٰہی مرے دل کی

تسکین کیلئے رہتے تہے سینے پہ جو ہر دم — اب ہے انھین ہاتھون سے خرابی مرے دل کی

کیون مکتب غم مین سبق عشق نہ پڑھتا — تقدیر مین لکھی تہی خرابی مرے دل کی

کیا پوچہتے ہو عشق نے ڈہائی ہے جو آفت — اب روح بہی دیتی ہے دہائی مرے دل کی

کہنا تو بہت کچھہ ہے مگر کیا کہون اکبر

افسوس کہ سنتا نہین کوئی مرے دل کی

بیچین ہے دل سینے مین ٹھہرا رہ سکے تری یاد آتی ہے

وہ چشم سیہ جادو کی بھری آنکھو نمین مری پھر جاتی ہے

اے حسرت وصل خدا کے لیئے بیچین نہ کرا تنا مجھکو

کیون زخم ہی ہے دل مین مرے کیون روح کو یون تڑپاتی ہے

تم اُسکے جدا ہو جانیکا اکبر نہ کرو کچھہ رنج والم

ہے جان سے پیاری کونسی شی انسان سے بہی چھٹ جاتی ہے

ہوگا کیا رنجش جو تجھسے اسے پری ہو جائیگی
جس سے دل لگ جائیگا اک دل لگی ہو جائیگی

ٹالدیتے ہین یہی کہکر مرے مطلب کی بات
آج پر کیا منحصر ہے پھر کبھی ہو جائیگی

آئیگا آغوش مین میرے جو وہ رشک چمن
نکہت گل کی طرح سے بیخودی ہو جائیگی

روح کو قالب مین آنے سے بڑا انکار تھا
یہ نہ سمجھی تھی کہ آخر دوستی ہو جائیگی

نزع مین ہون اب بھی آجائین وہ دم بھر کیلیئے
اور تو کیا اک نگاہ آخری ہو جائیگی

جو اُس سرو قد سے جدائی ہوئی ہے
قیامت مرے سر پہ آئی ہوئی ہے

ذرا دیکھنا پھر اُٹھین چتونون سے
یہ پیاری ادا دل کو بھائی ہوئی ہے

نہین روے رنگین پہ زلفون کا جلوہ
گلستان پہ بدلی یہ چھائی ہوئی ہے

کسی کا نہین ہو گزر اُس گلی مین
یہ قسمت سے اپنی رسائی ہوئی ہے

مرا سوز دل آپ کیا دیکھتے ہین
یہ آگ آپ ہی کی لگائی ہوئی ہے

نہ دیکھین گے وہ اسطرف آنکھ اُٹھا کر
کچھہ اور اُنکی دل مین سمائی ہوئی ہے

دکھاتے نہ تھے آپ یون مجھکو آنکھین
یہ شوخی کسیکی سکھائی ہوئی ہے

مگدر کیا تھا رقیبون نے اُنکو
بڑی مشکلون سے صفائی ہوئی ہے

جو چاہین کرین بیوفائی وہ اکبر
طبیعت مری اُنپہ آئی ہوئی ہے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دور اوّل

کلام اکبر

بہ عمر اکیس ۲۱ سال یعنی سنہ ۱۸۶۶ء کی تصنیف

الفت جو کیجئے تو غرض آشنا سے کیا
وعدہ جو لیجئے تو بت بے وفا سے کیا

موسیٰ نے کوہ طور پہ باتین خدا سے کین
رتبہ بشر کا دیکھئے ہوتا ہے کیا سے کیا

مرتا ہون جان جاتی ہے اب ہجر مین مگر
اظہار اسکا کیجئے اُس بیوفا سے کیا

لطف چمن ہے بادۂ گلگون ہے یار ہے
اب موسم بہار مین مانگون خدا سے کیا

قاتل تمہین کہین گے جہان مین ہمین شہید
اے یار اور ہوگا تمہاری جفا سے کیا

دار فنا سے لے نہ چلے کچھ تو غم نہین
فرمایئے تو لاے تھے ملک بقا سے کیا

تیرے مریض غم کو جو کرتی اثر نہین
کچھ کہدیا ہے آکے قضا نے دوا سے کیا

کیا کیا صفت لکھی تری زلف دراز کی
مضمون ہاتھ آئے ہین فکر رسا سے کیا

لیتا ہے یان غم شب ہجران تو اپنی جان
اُمید صبح دیتی ہے ہمکو دلا سے کیا

صد چاک مثل شانہ کرے عاشقون کا دل
ہوگا بس اور آپ کی زلف دوتا سے کیا

دل مین جو ہے وہ ہوگا شب وصل مین ضرور
ہوگا حضور آپ کی شرم و حیا سے کیا

یہن حال دل تمام شب اُن سے کہا کیا
ہنگام صبح کہنے لگے کس ادا سے

پھر خودِ غیر گوارا ہوا اپنا خون
مضمون ہاتھ آیا ہے برگ حنا سے

(عمر تیئیس ۲۳ سال)

جلوۂ رفتارِ جاناں ہے نمونہ حشر کا
حق بجانب ہے جو ہے زاہد کو دھڑکا حشر کا

بے تامل تیری قامت کی جو مضمون مل گئی
شاید اب نزدیک آپہونچا زمانا حشر کا

جلوۂ قامت نے کچھ ایسا ہمیں گھبرا دیا
جیتے جی ہم سمجھے آپہونچا زمانا حشر کا

میری آنکھیں نوح کے طوفان کی دکھلاتی تھیں سیر
انکی چتون نے تو دکھلایا تماشا حشر کا

یاد قامت نے کیا ہے واعظوں کا معتقد
روز میں سننے کو جاتا ہوں فسانا حشر کا

لوح قسمت کے مطابق نامۂ عصیاں ہے جب
پھر بھلا ہونے لگا کیوں مجھکو کھٹکا حشر کا

ہے شب ہجراں دراز میں بسان زلف یار
طول میں روز جدائی دن ہے گویا حشر کا

یاد قامت سے جو اُس دن مل گئی فرصت ہمیں
دیکھ لیں گے دور سے ہم بھی تماشا حشر کا

بیخبر جو ایک کے احوال سے ہے دوسرا
آپ کی محفل بھی گویا ہے نمونہ حشر کا

جنس عصیاں نفع خاطر خواہ پر بیچیں گے ہم
ای غم نقصان پورا ہونے دی میلا حشر کا

فاتحہ پڑھنے مری تربت پہ خوش قد آتے ہیں
ہر شب آدینہ یاں ہوتا ہے میلا حشر کا

کیا قیامت نامہ پڑھ پڑھ کر سناتا ہے مجھے
خوف تو مجھکو دلاتا ہے بھلا کیا حشر کا

واعظا میں اُسکا محو جلوۂ رفتار ہوں
جسکا ہر نقش قدم ہے اک رسالہ حشر کا

انتہا کا حسن بخشا ہے اُسے اللہ نے
کیوں دل و جاں سے نہ میں ہوجاؤں شیدا حشر کا

نامۂ اعمال میرا اُسکی ہے زلفِ سیاہ
نور رحمت ہا سے حق ہے روئے زیبا حشر کا

وحشتِ دل مجھسے کہتی ہے چلو بھی یاں سے اب
طے ابھی برسوں نہوگا یہ بکھیڑا حشر کا

خواہشِ خلد بریں میں آرزوے حور میں
کون مدت تک اُٹھائے ناز بیجا حشر کا

حشر تک اب ہاتھ آنیکے نہیں مضمون حشر

تم نے اے اکبر کوئی پہلو نہ چھوڑا حشر کا

(۱۳۱۳ھ مقام آگرہ)

ہجر مین واقعون کے گریبان جو مین بیتاب ہوا — اشک جو آنکھہ سے نکلا در نایاب ہوا

سبزۂ خط سے قرار دل بیتاب ہوا — کشتہ اس بوٹی سے آخر کو یہ سیماب ہوا

مورد طعنۂ بیگانہ و احباب ہوا — خوب رسوا ترے ہاتھون دل بیتاب ہوا

ہو گیا غرق مین یاد رخ نورانی مین — ہالۂ ماہ مجھے حلقۂ گرداب ہوا

ق

تو ہے وہ برق تجلی کہ ترا نقش قدم — رو کش آئینۂ مہر جہانتاب ہوا

تیرے جلوہ سے ہوا حسن ظہور ایجاد — نور تیرا سبب عالم اسباب ہوا

گل ہستی کو ترے رنگ نے زینت بخشی — چمن خلق ترے فیض سے شاداب ہوا

حسرت اے عقل کہ پائی ترے لشکر نے شکست — مژدہ اے عشق جنون آج ظفریاب ہوا

کسی حالت مین اسیری سے رہائی نہ ہوئی — ڈوب مرنے پہ بھی مائل جو مین بیتاب ہوا

ق

موجین دریا کی سلاسل ہوئین پاؤن کیلئے — طوق گردن کیلئے حلقۂ گرداب ہوا

چشم معنی سے جو کی سیر طلسمات جہان — پتا پتا مجھے اک گلشن شاداب ہوا

قطرہ قطرہ مین ہوئی وسعت دریا پیدا — ذرہ ذرہ صفت مہر جہانتاب ہوا

اک زمانے کی ترے آگے جھکی ہے گردن — خم ابرو نہ ہوا کعبہ کی محراب ہوا

ق

ساقیا بہر خدا جلد پلا مجکو شراب — فرقت شیشہ و ساغر مین مین بیتاب ہوا

نہ رہی دختر رز مجھہ پہ کسی طرح حرام — اب ترے عذر کا مسدود ہر اک باب ہوا

اسطرف قلقل مینا ہے ادہر شور طلب — بس سمجھہ لے وہ قبول اور یہ ایجاب ہوا

درد ہوتا ہے یہ کہکر گئے کان آپنے بند — حال میرا نہ ہوا قطرۂ سیماب ہوا

فکر رنگین سے ہوئی مدحت دندان صنم — دیکھئے لال سے پیدا در نایاب ہوا

رہی ہر کام مین ہر وقت مسبب پہ نگاہ — اپنا منظر نہ کبھی عالم اسباب ہوا

یہان کی رنگینیان ہین عین دلیلِ غفلت
سُرخیِ چشم سے پیدا اثرِ خواب ہوا

گردشِ بخت سے آنسو بھی نکلتے ہین مدام
آہین بھی کیا اثرِ گردشِ دولاب ہوا

ضیقِ فرصت مین غزل ہو نہ سکی اے اکبر
مین تو شرمندۂ فرمائشِ احباب ہوا

ابھی سے خون رلاتی ہے مجکو فکرِ مآل
چمن مین بعد ترے اے بہار کیا ہوگا

اونھین پسند نہین اور اس سے مین بیزار
الٰہی پھر یہ دلِ بے قرار کیا ہوگا

عزیزو سادہ ہی رہنے دو لوحِ تربت کو
ہمین مٹے تو یہ نقش و نگار کیا ہوگا

۵ زمانہ ہو گیا بسمل تری سیدھی نگاہون سے
خدا نا خواستہ ترچھی نظر ہوتی تو کیا ہوتا

محبت ہو نہ ہو اُن کو مجھے کیا مین تو عاشق ہون
نہ ہونے سے ہی اُسکے کیا اگر ہوتی تو کیا ہوتا

پسا جاتا ہون مین سو جان سے اس بیوفائی پر
محبت یار کو مجھسے اگر ہوتی تو کیا ہوتا

مری حسرت کی نظرون ہی پہ ظالم اسقدر بگڑا
کہین دردِ جگر سے چشم تر ہوتی تو کیا ہوتا

نہ رکھی آسمان نے ایک دم بھی وصل کی ساعت
گھڑی بھر چین سے اپنی بسر ہوتی تو کیا ہوتا

قفس اس ناتوانی پر تنِ بسمل بنا تم سے
جو طاقت بھی کہین اے بال و پر ہوتی تو کیا ہوتا

سنہ ۱۸۶۶ء

کس قدر جوشِ مسرت مین ہے سر پہ سہرا
خود ہے خوشبو کی طرح جامہ سے باہر سہرا

مصرِ خوبی کا تو نوشاہ ہے مثلِ یوسف
سایۂ لطفِ خدا ہے ترے سر پہ سہرا

عارض و خال کا تیرے ہے اسے قرب نصیب
کسطرح سے نہو رشکِ مہ و اختر سہرا

آج ہر گل کی تمنا ہے یہی گلشن مین
کہ ترے فرقِ مبارک پہ ہو آ کر سہرا

بسبب تو نے سنبھالا نہین ہاتھون سے اسے
غش ہے عارض کی صفائی پہ مقرر سہرا

نکہتِ گیسوے مشکین نے دکھایا جو اثر
ہو گیا اور بھی خوشبو سے معطر سہرا

روزِ روشن کا گمان کیون شبِ عشرت پہ نہو
عکسِ رخسار سے ہے مہرِ منور سہرا

گلشن حسن مین ہر چوکی اللہ رے رسائی اُسکی
زینتِ حسن خداداد جو شادی سے ہوئی
جلوۂ حسن کے نظارے کی لاتا نہین تاب
یہ طراوت عرق رخ کی نہین ہے اسمین
کہدیا ہمنے یہ اک دوست کی فرمایش سے

ہوگیا سنبل گیسو کے برابر سہرا
بنگیا چہرۂ پر نور کا زیور سہرا
اس لیئے چہرے سے ہٹ جاتا ہی اکثر سہرا
آب آئینہ خورشید مین ہے تر سہرا
ورنہ واقف بھی نہین کہتے ہین کیونکر سہرا

سنہ ۱۸۷ع

لاکھ جرأت کی تنہائی مین لپٹا لین اُنھین
مین بھی اب اچھی طرح غیرون سے کرتا ہون فسا
دہیان مین لایا سر مو بھی نہ اس کی نازکی
گو بہت کچھ رنج یارانِ وطن سے تہا ہمین
میری آہین سنکے کان اپنے کیئے تھی بند
آکے جب غش مین مجھے دیکھا تو گھبرا کر کہا
بعد مدت کے نظر آئی جو صورت یار کی

دل مین رُعبِ حسن سے خوف و خطر آہی گیا
رنج تو مجھسے سمجھے اسے فتنہ گر آہی گیا
کھلکے جوڑا خود مری سے تا کمر آہی گیا
آنکھ مین آنسو مگر وقتِ سفر آہی گیا
رو دیئے آخر کو دل مین کچھ اثر آہی گیا
ہوش مین آ اب تو مین اسے بیخبر آہی گیا
سو طرح دل کو سنبھالا غش مگر آہی گیا

حسرت کو شہر عشق مین بھیجا خدا نے جب
پہلے ہی چال آپ کی تھی فتنہ زا حضور
لکھی یہان تلک صفت اُس نونہال کی

رہنے کو خانۂ دل مضطر بنا دیا
گھونگر و سنے اور فتنۂ محشر بنا دیا
خامے کو ہمنے شاخِ گل تر بنا دیا

نظارہ روز و شب ہے مصحفِ رخسار قاتل کا
نخر اتین کیا او داسی جہائی ہے صحنِ گلستان تک
یہ زینت بندش الفاظ کی ہے حسن معنی سے

یہی صورت رہی تو بس خدا حافظ مرے دل کا
نہ وہ پہولون کی رنگینی نہ وہ نغمہ عنادل کا
نہ ہو جلوہ جو لیلیٰ کا تو پھر کیا لطف محمل کا

سنہ ۷۳ع

کیسی کیسی وہ لگاوٹ کی نظر کرتے ہین

دہو کے کہاتا ہے ہمارا دلِ نادان کیا کیا

خوب فرما گئے ہین حضرت آتش اکبر | میرے اللہ نے مجھپر کیے ا... | خواب ... سمان کی یا ... ا...

یہہ پہلی غزل ہے جو مشاعرے مین پڑہی گئی اور پبلک نے اکبر کا نوٹس لیا اور اُسوقت اکیسوان (۲۱) سال تہا

سمجھے وہی اسکو جو ہے دیوانہ کسی کا
اکبر یہہ غزل میری ہے افسانہ کسی کا

دکھلاتے ہین بت جلوۂ مستانہ کسی کا
یہان کعبۂ مقصود ہے بتخانہ کسی کا

گر شیخ و برہمن سنین افسانہ کسی کا
معبد نہ رہے کعبہ و بت خانہ کسی کا

اللہ نے دی ہے جو تمہین چاند سی صورت
روشن بہی کرو جاکے سیہ خانہ کسی کا

اُس کوچہ سے ہے گبر و مسلمان کو عقیدت
کعبہ جو کسی کا ہے تو بت خانہ کسی کا

اشک آنکہون مین آجائین عوض نیند کی صاحب
ایسا بہی کسی شب سنو افسانہ کسی کا

جان اپنی جو دی شمع کے شعلہ سے لپٹ کر
سمجہا رخ روشن اُسے پروانہ کسی کا

شمع رخ روشن کا وہ جلوہ تو دکہائین
ہے جو صدا بہی صورت پروانہ کسی کا

کیا برق کی شوخی مری آنکہون مین سمائے
ہے پیش نظر جلوۂ مستانہ کسی کا

اُلفت مجہے اُس سے ہے اُسی غیرت عشق
ہین شیفتہ اُسکا ہون وہ دیوانہ کسی کا

عشرت نہین آتی جو مرے دل مین نہ آئے
حسرت ہی سے آباد ہے ویرانہ کسی کا

حیران ہون اسے تاب جمال آگئی کیونکر
بیخود ہے جو دل سُن ہی کے افسانہ کسی کا

پہنچی جو نگہہ عالم مستی مین فلک پر
ہم سمجھے مہ نو کو بہی پیمانہ کسی کا

کرنے نہین دیتے جو بیان حالت دلکو
سنیئے گا لب گور سے افسانہ کسی کا

سامان تکلف نظر آئینگے جو ہر سو
جنت مین بہی یاد آئیگا کاشانہ کسی کا

نالان ہے اگر وہ تو یہ ہے چاک گریبان
بلبل کی طرح گل بہی ہے دیوانہ کسی کا

چشم و دل عاشق کا نہ کچہہ پوچہیے احوال
وہ محو کسی کی ہے یہ دیوانہ کسی کا

تاثیر جو کی صحبتِ عارض نے دمِ خواب ‏ خجلت وہ آئینہ ہے ہوا شانہ کسی کا

کوئی نہ ہوا روح کا ساتھی دمِ آخر ‏ کام آیا نہ اسوقت مین یارانہ کسی کا

کچھہ دور نہین ساقیِ کوثر کے کرم سے ‏ بہروسے مَے وحدت سے جو پیمانہ کسی کا

رکھتا ہے قدم کوچۂ گیسو مین جو بیخوف ‏ کیا تو دلِ صد چاک ہلے ہو شانہ کسی کا

تاثیرِ محبت سے جو ہو جاتے ہین بیچین ‏ رو دیتے ہین اک سنکے وہ افسانہ کسی کا

احباب نے پوچھا جو مرا حال تو بولی ‏ سنتے ہین وہ اِن روزون ہے دیوانہ کسی کا

دیکھا ہے عجب رنگ کچھہ اِس دورِ فلک مین ‏ کوئی نہین اے ساقی میخانہ کسی کا

یان شیشۂ دل خونِ تمنا سے ہے لبریز ‏ وہان بادۂ گلفام سے پیمانہ کسی کا

مستِ مئے شوق ہین اُن آنکھون سے اے دل ‏ اس دور مین خالی نہین پیمانہ کسی کا

بخشی ہے جبین سائی کی درپہ جو اجازت ‏ واجب ہے مجھے سجدۂ شکرانہ کسی کا

اے حضرتِ ناصح نہ سنیگا یہ تمہاری ‏ میرا دلِ وحشی تو ہے دیوانہ کسی کا

کرتے وہ نگاہون سے اگر بادہ فروشی ‏ ہوتا نہ گذر جانبِ میخانہ کسی کا

حسرت ہی رہی زلفونکی نظارہ کی مجکو ‏ یہہ پنجۂ مژگان نہ بنا شانہ کسی کا

کسطرح ہوا مائل گیسو نہین معلوم ‏ پابند نہ تہا یہہ دلِ دیوانہ کسی کا

ہم جان سے بیزار رہا کرتے ہین اکبر
جب سے دلِ بیتاب ہے دیوانہ کسی کا

یہہ دوسری غزل ہے جو اکبر نے مشاعرے مین پڑہی بعمر ۲۲ سال

مبارک میکشو موسم پہر آیا بادہ خواری کا ‏ چمن مین شور ہے پہر آمدِ فصلِ بہاری کا

نہایت اجتماع آتش و سیماب مشکل ہے ‏ خیالِ رخ مین کیونکر حال لکھون بیقراری کا

ہمارا غنچۂ خاطر شگفتہ کر نہین سکتی ‏ فقط کلیان کھلانا کام ہے بادِ بہاری کا

چمن مین خندہ زن گل ہی تو میخانہ مین پیمانہ
یہان ہی فیض ساقی وان کرم باد بہاری کا

مسخر کرتا ہون پریونکو مین جادو بیانی سے
حسینو مین فسانہ ہے مری نو ہی اختیاری کا

ہوئی ہے الفت معبود مین دیوانگی مجکو
مقر کیونکر نہ اک عالم ہو میری ہوشیاری کا

ناقصان را سود بخشد پرتو اہل کمال
ماہ نو را می کند در نور کامل آفتاب

بینمش در قطع رہ ہر روز روز اولین
صورت من ہست جویای چہ منزل آفتاب

ہر سحر لرزان و ہر شامے بخون غلطیدنش
شد مگر از غمزۂ حسن تو بسمل آفتاب

حیرتم بنود بربن اوج تو اے لیلای حسن
ناقہ ات گردون اگر سازد و محمل آفتاب

مرکز آسا نقطۂ مو ہوش اگر زند بس
گرد دارد در حلقۂ بزم تو داخل آفتاب

ہست رفتار حسینان باعث صد انقلاب
میکند تغییر فصل از طے منزل آفتاب

سوز عشق روی تو دارم باین کم مایگی
اختر سے ہستم کہ پنہان کردہ در دل آفتاب

جوش زد چون پرتو نور رخت ای بحر حسن
در افق گم گشت مثل موج ساحل آفتاب

پرتو تو بستہ مو دا عجاز ہنگام شنا
قطرہ قطرہ گشت در دامان ساحل آفتاب

می کشان میخوردہ انداز بحر تردد بگذرند
می رساند کشتی زندان بساحل آفتاب

وانہاے بیجہ دردست و شوق می بطبع
بر کف انجم وارم و پوشیدہ در دل آفتاب

بہر بش زہرہ اگر باید اسیران را خوش است
بگذرد روز و از نواح چاہ بابل آفتاب

ابر سپہر معنی روشن چو گامے سیر کرد
ارمغان آورد اکبر سوی محفل آفتاب

آفرین اکبر بریں روشن بیانیہاے تو
شعر می خوانی و می تابد بہ محفل آفتاب

دلم افسردہ شد و عشق و آرزو باقی است
نماند در گل پژمردہ رنگ و بو باقی است

گمان مبر کہ ستم کردی و وفا نہ کنم
بیا بیا کہ ہمان شوق و آرزو باقی است

فغان کہ آتش غم زیر خاک ہم نگذاشت
ہنوز سوز دل و آہ شعلہ خو باقی است

بہ بحرِ عشق فتادیم دوست و پا نہ زدیم — ہزار منت ہمت کہ آبرو باقی است

اجل بیاید و جانم بسپرد و دل بگذاشت — فغان کہ جان عزیزم شد و عدو باقی است

فدائے صورتِ زیبا رخے کہ فانی نیست — نثارِ حسنِ حسینے کہ حسن او باقی است

ز زشتی عملم در لحد نمی پرسند — ہزار شکر کہ یادِ رخِ نکو باقی است

پس فنا بہ لحد ہم قرار نیست مرا — مگر بہ دل خلشِ خارِ آرزو باقی است

بحسنِ فانیِ دنیا مبند دل اکبر
فنا شو در رہِ آن کس کہ نامِ او باقی است

جان نثاروں کے سوا کوئی نہ دیکھے سوئے دوست — چال ہے تیغِ قضا کی جنبشِ ابروئے دوست

دیکھنے آئے تھے ہم حسنِ رخِ نیکوئے دوست — آپ سے جاتے رہے اگر میاں کوئے دوست

اہلِ دل کو ذکرِ قمری[۵۱] سے یہ آتی ہے صدا — باغِ دل میں چاہیئے سروِ قدِ دلجوئے دوست

رقص کرتی ہے نسیمِ صبح کیوں مستانہ وار — گلشنِ دل سے اڑا لائی ہے شاید بوئے دوست

کیسے کیسے گل کھلے ہیں نقشِ پائے یار سے — غیرتِ دامانِ گلچیں ہو رہا ہے کوئے دوست

وہ گلِ رنگیں ہوں میں پیدا ہے جس سے رنگِ یار — رنگ وہ ہوں جس میں پنہاں ہو گئی ہے بوئے دوست

دشمنوں کا سر ندامت سے ہے جھکنے کے لئے — میری گردن ہے برائے خنجرِ ابروئے دوست

میں وہ آئینہ ہوں اس حیرت سرائے دہر میں — جس میں جوہر کے عوض رہتا ہے عکسِ روئے دوست

[ہنر]ے کہ بہ عشقِ او می رقصد و می سوزد — دل ہست کہ در پہلو می رقصد و می سوزد

[ہر] شمع چو مے بیند نورِ رخِ خوبت — پروانہ بگردِ او می رقصد و می سوزد

[ہر] شمع بیادِ او می گرید و می کاہد — ہر شعلہ[۵۲] بہ شوقِ او می رقصد و می سوزد

[کہ]ن اے دل یہ مرا دردِ جگر ہو کیونکر — وصلِ جانان ہے دوا اسکی مگر ہو کیونکر

[م]حفلِ عشرتِ اغیار میں رہتے ہیں حضور — حالِ غم دیدۂ ہجراں کی خبر ہو کیونکر

[۵۱] صوفیوں کے ایک طریقۂ ذکر کا نام ہے ۔ [۵۲] (ایک پروانہ لیمپ کے گرد ناچ رہا تھا ۱۸۴۳ء لو)

جلوۂ شاہد معنی کی ہین مشتاق آنکھین
حسن صورت مجھے منظورِ نظر ہو کیونکر

سیتی ہین اُنھین رہتی ہی بہت خواہشِ دید
وان بھلا ہمسے غریبون کا گذر ہو کیونکر

حاضری کا جو ملا حکم تو یہ ہوا ارشاد
درِ دولت پہ جو آون تو خبر ہو کیونکر

غم ہجر تو چہ کردہ است بمن ہیچ مپرس
گریہ می آیدم از رنج و محن ہیچ مپرس

نالۂ من چو توانی بہ یاران برسان
اے صبا قصۂ دوری وطن ہیچ مپرس

بشنو از مرگ من و فارغ و خورم بنشین
باش مستغنی و از گور و کفن ہیچ مپرس

وقتے ہست بہ تشریح کمر ہیچ مگو
مشکلے ہست ز اسرار دہن ہیچ مپرس

آخرِ فصلِ بہار است و دم رخصتِ گل
دیگر از حسرتِ مرغان چمن ہیچ مپرس

شوقِ قتلم آمادہ و دل مائل و قاتل بہ کمین
اندرین وقت ز بے صبریِ من ہیچ مپرس

وقت آنست کہ با شام غریبان سازم
باش و اے ہمسفر از صبح وطن ہیچ مپرس

حسرتے چند بہ دل دارم و این نکتہ بس است
ور کہ آموختہ ام طرز سخن ہیچ مپرس

مگو از لعل یمانی و بہ بین لختِ دلم
اشک من بنگر و از درِ عدن ہیچ مپرس

بیکسی معتکفِ تربتِ او بود بدشت
قصۂ اکبرِ مہجور وطن ہیچ مپرس

وہ رشکِ گل نہ ہوا ہمسے ہمکنار افسوس
بہارِ عمر خزان ہوگئی ہزار افسوس

بہت پسند ترا رنگ ہے مجھے لیکن
بقا نہین تجھے اے موسمِ بہار افسوس

ستون کی یاد مین تو یہ بھی بھولے ہم ہمدم
چلے جہان سے آخر گناہگار افسوس

جو بیقراری نے آنے دیا نہ دل کے قریب
تو میرے حال پہ کرنے لگا قرار افسوس

کسی نے بزم مین سمجھا نہ باعثِ گریہ
تمام رات رہی شمع اشکبار افسوس

شراب عشق نے رکھا ہمیشہ مست مجھے
نہ دیکھا مرے دل کو کبھی خمار افسوس

طریقِ عشق مین ہادی و رہنما اکبر

جو ایک دل بھی ملا ہے وہ بیقرار افسوس

مشاعرہ سنہ ۱۲۹۲ یا سنہ ۱۸۷۵ء

کام آتا ہے جو وصف روئے دلبر میں چراغ
اوج پر رہتا ہے ہر محفل میں ہر گھر میں چراغ

یاد مژگان در رخ روشن ہمارے دل میں ہے
یا کسی نے رکھدیا پہلوئے خنجر میں چراغ

آہ کرتا ہوں تو رکھ لیتے ہیں وہ رخ پر نقاب
کہتے ہیں صاحب ٹھہر تا کب ہے صرصر میں چراغ

جب سے تحریر ثنائے رخ میں کام آتا ہے یہ
ہے عوض بتی کی فکر تار مسطر میں چراغ

پھیل جائیگی جو ظلمت نامۂ اعمال کی
میرا یہ داغ ندامت ہوگا محشر میں چراغ

لال ڈورے ہیں جو چشم مست ساقی میں عیاں
ہیں طلسم حسن سے روشن یہ ساغر میں چراغ

دل کے پیمانے میں داغ ہجر ساقی یہ نہیں
میکشو روشن کیا ہے میں نے ساغر میں چراغ

یوں خیال گلرخان میں ہے منور داغ دل
جل رہا ہو جسطرح پھولوں کی چادر میں چراغ

دیکھتے ہو تم بہت پروانہ بجھائے نہ یہ
پڑ نہ جائے جادو سے چشم فسونگر میں چراغ

یوں ہے افشاں میں عیاں پیشانی روشن تیری
ماہ کا جاتا ہو جیسے فوج اختر میں چراغ

کر رہا ہے وصف آئینہ کا جو وہ شعلہ رو
ہے یہ گویا شکر احسان سکندر میں چراغ

روز روشن آئینہ کا زلف نے شب کر دیا
عکس عارض نے جلایا چشم جوہر میں چراغ

یوں ہے دل کی تہ میں داغ حسرتکا ہجوم
جسطرح سے سیکڑوں جلتے ہوں لشکر میں چراغ

[illegible] ہر شب لیا کرتا ہے پروانوں کی جان
کیا جواب اسکا خدا کو دیگا محشر میں چراغ

دل میں جتنی ہو سکے داغوں کی کثرت خوب ہے
چاہیے افراط سے اللہ کے گھر میں چراغ

[illegible] میں جتنی میں نہ دیکھا پر تو روئے صنم
اس شبستان میں نہ تھا میری مقدر میں چراغ

ہم کہ شعلے یاد عارض میں بھڑکتے رہتے ہیں
آج کل ہے دشمن جان بزم اکبر میں چراغ

عمر ۲۲ سال

آپ سے آتے ہو کب عشاق مضطر کی طرف
جذبِ دل ہی تمکو لایا ہے مرے گھر کی طرف

پوچھتا ہی جب کوئی اُنسے کسے ہی تمسے عشق
دیکھتے ہیں پیار سے شرما کے اکبر کی طرف

تمھیں نگاہ ہے اپنے جمال ہی کی طرف
نظر اُٹھا کے نہیں دیکھتے کسی کی طرف

توجہ اپنی ہو کیا فن شاعری کی طرف
نظر ہر ایک کی جاتی ہے عیب ہی کی طرف

لکھا ہوا ہے جو رونا مرے مقدر میں
خیال تک نہیں جاتا کبھی ہنسی کی طرف

تمہارا سایہ بھی جو لوگ دیکھ لیتے ہیں
وہ آنکھ اوٹھا کے نہیں دیکھتے پری کی طرف

بلا میں پھنستا ہے دل مفت جان جاتی ہے
خدا کسی کو نہ لیجائے اُس گلی کی طرف

کبھی جو ہوتی ہے تکرار غیر سے ہم سے
تو دل سے ہوتے ہو در پردہ تم اُسی کی طرف

نگاہ پڑتی ہے اُنپر تمام محفل کی
وہ آنکھ اوٹھا کے نہیں دیکھتے کسی کی طرف

نگاہ اُس بت خود بیں کی ہے مرے دل پر
نہ آئینہ کی طرف ہے نہ آرسی کی طرف

قبول کیجیئے للہ تحفۂ دل کو
نظر نہ کیجیئے اسکی شکستگی کی طرف

یہی نظر ہے جو اب قاتل زمانہ ہوئی
یہی نظر ہے کہ اُٹھتی نہ تھی کسی کی طرف

غریب خانہ میں للہ دو گھڑی بیٹھو
بہت دنوں میں تم آئے ہو اس گلی کی طرف

ذرا سی دیر ہی ہو جائیگی تو کیا ہوگا
گھڑی گھڑی نہ اوٹھاؤ نظر گھڑی کی طرف

جو گھر میں پوچھے کوئی خوف کیا ہے کہدینا
چلے گئے تھے ٹہلتے ہوئے کسی کی طرف

ہزار جلوۂ حسن بتاں ہوا اے اکبر
تم اپنا دھیان لگائے رہو اُسی کی طرف

سنہ ۱۸۷۱ء

کوئی پہونچا نہیں اے یار تیری قدِ رعنا تک
ہماری فکرِ عالی سرو سے ہو آئی طوبیٰ تک

کبھی تشریف تو لائین وہ مجھے محو تمنا تک | دل مشتاق کیا اونپر فدا ہے جان شیدا تک
دبستان محبت مین ہوا حاصل نہ کچھ مجکو | کتاب عمر آخر ہوگئی حرف تمنا تک
گلستان مین جو بلبل رنگ گل پر جان دیتی ہے | نہین پہنچی نظر اُسکی ترے رخسار زیبا تک
تری فاکہ کمر سے ہوگیا ہے اسقدر نازک | کہ مشکل سے پہونچتا ہے تصور نام عنقا تک
دل صد چاک آتا ہے نظر جو صورت شانہ | رسائی اسکی ہے شاید تری زلف چلیپا تک
گمان ہے کاروان جذبہ دل کا مجھے اسپر | کنوئین سے کھینچ لایا تھا جو یوسف کو زلیخا تک
نقاب اُلٹین اگر وہ عارض پر نور سے اپنے | شب یلدا کو سمجھے روز محشر چشم اعمی تک
جو ہے طوق گلو گرداب تو زنجیر پا موجین | تری الفت مین انسان کیا کہ دیوانہ ہو دریا تک
نہا کر آب آئینہ کیا ہے اُس نے پانی کو | نگاہین بے تکلف جا رہی ہین قعر دریا تک
زمین پر شمع روشن ہے فلک پر ماہ تابان ہے | تمہارے نور سے ہین فیضیاب ادنی سے اعلی تک
مین ہون وہ رشک مجنون جسسے وحشت کو بھی وحشت ہے | وہ ویرانہ ہے میرا جس سے گھبراتا ہے صحرا تک
کیا ہی عاشق اک پردہ نشین کا مجھکو قسمت نے | مین وہ بیمار ہون جو جا نہین سکتا مسیحا تک
وہ آئے بھی جو بالین پر تو ایسے وقت آئے | کہ فرط ضعف سے ہم کر نہین سکتے اشارا تک
جو اُسنے ناز سے پوچھا کہ تیری آرزو کیا ہے | خوشی سے یہ ہوئی بیخود کہ ہم بھولے تمنا تک
نہ نکلین اشک حسرت نزع مین اباب [illegible] ذکر | وہ بیکس ہون نہین ہے کوئی مجھپر رونیوالا تک

[illegible] ہین صاحب معراج ہی بد نظر اکبر
[illegible] کر رسا جاتی ہے اب عرش معلی تک

[illegible] نظر آتا ہے | عمر ۱۷ سال

چشم عاشق سے گرا دیں تماشا گاہ دل بیتابی اشک | آپ یون دیکھین تماشا جان کر سیلاب اشک
اپنے دامن پر اگر [illegible] سے کر لے خراب | جانتے یکسان اگر ہم گوہر نایاب و اشک
جانب زنجیر گیسو پھر [illegible] جاتا ہے دل | دیکھیے اب میرے سر پر کیا بلا لاتا ہے دل

لوگ کیونکر چھوڑ دیتے ہین محبت دفعتًا
ہین تو عجب یہ قصد کرتا ہون مچل جاتا ہو دل

رکھکے تصویر خیالی یار کی پیش نظر
رات بھر مجھکو شب فرقت مین تڑپاتا ہو دل

داغہاے سینہ گل ہین آہ سرد اپنی نسیم
گلشن ہستی مین کیا اچھی ہوا کہاتا ہے دل

بارگاہ عشق کہیئے جسے دولت خانے کو
جو کوئی آتا ہے یان تجھسے لگا جاتا ہے دل

خوف کی پردے مین چھپ جاتی ہی جان ناتوان
عاشقی کو معرکے مین کام آجاتا ہے دل

ساتھ ساتھ اپنے جنازے کے یہ چلاتی تھی روح
انگوٹھی مین ملانے کو لیے جاتا ہے دل

شیخ اگر کعبے مین خوش ہے برہمن بتخانے مین
اپنے اپنے طور پہ ہر شخص بہلاتا ہے دل

قصد کرتا ہون جو اٹھنے کا تو فرماتے ہین وہ
ق
اور بیٹھو دو گھڑی صاحب کہ گھبراتا ہے دل

یہ نہین کہتے یہین رہ جاو اب تم رات کو
بس انہین باتون سے اکبر میرا جل جاتا ہو دل

لکھتے ہین کلک تصور سے ترے نام کو ہم
کام مین لاتے ہین اپنے دل ناکام کو ہم

بادہ نوشی مین بسر کرتے ہین ایام کو ہم
خط تقدیر سمجھتے ہین خط جام کو ہم

شکل اس شوخ کی آنکھون مین پھرا کرتی ہے
آنکھین دکھلاتے ہین اب گردش ایام کو ہم

نظر آتی ہے جو گلزار مین پھولون کی بہار
یاد کرتے ہین حسینان گل اندام کو ہم

آب حیوان کا اثر بادۂ گلفام مین ہے
لب معشوق سمجھتے ہین لب جام کو ہم

گردش چشم حسینان کا نہ کچھ احوال
جانتے تھے نہ اثر گردش ایام کو ہم

ایک دن تم کو لب گور سے سنواونگے
کہہ نہین سکتے ابھی عشق کے انجام کو ہم

رہتی ہے کار دو عالم سے ہمین وحشت سی
نہین معلوم
کانپ کانپ اٹھتے

رہ چکے ہین جو کبھی فصل بہاری مین اسیر
یہان ہم چار دنگی

اجل سے وہ ڈر ہین جیتے کو جو اچھا سمجھتے ہین
ہمین ہی خاکسار ہین بھی ڈر محسو ہو نیکا
اسے بھی ہم غبار جا ہو آئی طوبی تک

کوئی کیا سمجھے الطاف خفی انکا رجانان کے
یہ رمز لن ترانی حضرت موسیٰ سمجھتے ہین

تمہاری ناخوشی کا ڈر ہمین مجبور رکھتا ہے
نہین تو اے صنم اغیار کو ہم کیا سمجھتے ہین

یقین کفار کو آتا نہین روز قیامت کا
اسے بہی وہ تمہارا وعدۂ فردا سمجھتے ہین

جنون زائل ہوا ہوش آگیا صحت ہوئی ہمکو
بڑے عیار ہو تم اب تو ہم اتنا سمجھتے ہین

کس و ناکس سے کیون سرگوشیان کرتی ہو محفل مین
خبر بہی ہی کہ لوگ اپنے دلون مین کیا سمجھتے ہین

رہو سرسبز گلشن انکے بزم عیش و عشرت کا
نکل جاؤنگا مین مجکو اگر کانٹا سمجھتے ہین

نگاہون کی اشارون سے جو حکم اٹھنے کا ہوتا ہی
مجھے بہی آپ کیا درد دل شیدا سمجھتے ہین

مین اپنے نقد دل سے جنس الفت مول لیتا ہون
اطبا کو ذرا دیکھو اسے سودا سمجھتے ہین

اسے ہم آخرت کہتے ہین جو مشغول حق کرد
خدا سے جو کرے غافل اسے دنیا سمجھتے ہین

نثار اپنے تصور کے کہ جس کے فیض سے ہر دم
جو نا پیدا ہے نظرون سے اسے پیدا سمجھتے ہین

وہ ہمکو کچھ نہ سمجھے اے رقیبو اختیار ان کا
یہ ہم کیون خوش ہوا تم وہ تمہین کو کیا سمجھتے ہین

یہی رخ ہے کہ جسپر پہول کا اطلاق ہوتا ہے
یہی آنکھین ہین جنکو نرگس شہلا سمجھتے ہین

تو وہ برق تجلی ہے کہ تیرے دیکھنے والے
ترے نقش کف پا کو ید بیضا سمجھتے ہین

غزل اک اور پڑھیئے آج ایسے رنگ مین اکبر
کہ ارباب بصیرت جسکو عبرت زا سمجھتے ہین

[illegible] کو حباب آسا سمجھتے ہین
نفس کی موج کو موج لب دریا سمجھتے ہین

روز حشر یہ سارے گناہ ہونگی
سمجھتا مین نہین لیکن مرا اعضا سمجھتے ہین

نظر آتا نہین کوئی
فقط اک بیکسی ہے جسکو ہم اپنا سمجھتے ہین

[illegible] اس تماشاگاہ ہستی مین
طلسم زندگی کو کھیل لڑکون کا سمجھتے ہین

مسرا ہون ہنر سے مین سراپا عیب ہون اکبر
عنایت ہی احبا کی اگر اچھا سمجھتے ہین

شوق نظارہ کبھی دل سے نکلتا ہی نہین
جی ہمارا بے ترے دیکھے بہلتا ہی نہین

چین سے ہو بیٹھنا کیونکر نصیب اے ہمنشین
جوش وحشت سے مزاج اپنا سنبھلتا ہی نہین

وصل کے ایام مین کیا کیا دکھا ہے انقلاب
ہجر مین رنگ فلک اب تو بدلتا ہی نہین

کس غضب کا ہے معاذ اللہ طول روز ہجر
حشر مجھپر ہو گیا لیکن یہ ڈھلتا ہی نہین

ہر قدم پر دل پڑے ہین حسرت پامال مین
اب زمین پر پاؤن رکھکر یار چلتا ہی نہین

چند روز آیا تھا میری قبر پر وہ شعلہ رو
اب تو مدت سے چراغ گور جلتا ہی نہین

ہمنے چاہا تھا نہ ہو لیکن ہوئی صبح فراق
موت کا جب وقت آ جاتا ہے ٹلتا ہی نہین

بوسہ کیسا گالی دیتے ہین بہی انکو بخل ہے
ان لبون سے کام اپنا کچھ نکلتا ہی نہین

صورت پروانہ جل کر خاک ہی مین ہو گیا
دل ترا اے شمع رو لیکن پگھلتا ہی نہین

نخل حسرت وہ ہو تمین جسکو ہین یکسان چار فصل
وہ شجر ہون باغ عالم مین جو پہلتا ہی نہین

وہ تمنا ہون جو رہتی ہے ہمیشہ جی کے ساتھ
حوصلہ وہ ہون جو دنیا مین نکلتا ہی نہین

رنگ وہ ہون جو زمانے کے ہے باہر رنگ سے
وہ زمانہ ہون جو رنگ اپنا بدلتا ہی نہین

شوق وہ ہون وسعت دل جسکے آگے تنگ ہے
حرف مطلب وہ ہون جو منہ سے نکلتا ہی نہین

دل وہ ہون جسمین چبھے ہین خار حسرت سیکڑون
خار حسرت وہ ہون جو دل سے نکلتا ہی نہین

نقد سودا وہ ہون جو رائج نہین بازار مین
سکۂ داغ جنون وہ ہون جو چلتا ہی نہین

سنہ ۱۸۶۷ء

یہہ مصرعہ چاہیئے لکھنا بیاض چشم حیرت مین
خدا کا عشق ہے عشق مجازی بھی حقیقت مین

برنگ حسن جو ہے جلوہ فرما انکی صورت مین
خمیر عشق تبکر ہے وہی میری طبیعت مین

اگر مین ڈوب جاؤن قلزم اشک ندامت مین
گناہون کا سفینہ غرق ہو دریاے رحمت مین

سمیٹین گلہاے حسرت ہی سے دامان تمنا کو
جو آ نکلے ہین ہم سیر گلزار محبت مین

لکھا خونِ جگر سے صفحۂ دل پر اسے اکبر
اثر ممکن نہین پیدا ہو نقشِ محبت مین

گلے لگائین کرین پیار تم کو عید کے دن
ادھر تو آؤ مرے گلعذار عید کے دن

غضب کا حسن ہے آرائشین قیامت کی
عیان ہے قدرتِ پروردگار عید کے دن

سنبھل سکی نہ طبیعت کسیطرح میری
رہا نہ دل پہ مجھے اختیار عید کے دن

وہ سال بھر سے کدورت بھری جو تھی دل مین
وہ دور ہو گئی بس ایکبار عید کے دن

لگا لیا انھین سینہ سے جوشِ الفت مین
غرض کہ آہی گیا مجھکو پیار عید کے دن

کہین ہے نغمۂ بلبل کہین ہے خندۂ گل
عیان ہے جوشِ شباب بہار عید کے دن

سوّیان دودھ شکر میوہ سب مہیا ہے
مگر یہ سب ہے مجھے ناگوار عید کے دن

ملے اگر لبِ شیرین کا تیرے اک بوسہ
تو لطف ہو مجھے البتہ یار عید کے دن

مضمون سوزِ غم نہ ہو کیونکر چراغ مین
پروانون کے پرون کا ہے دفتر چراغ مین

ہو لطفِ حسن و عشق نہ کیونکر چراغ مین
ہے روشنی و سوز برابر چراغ مین

درگاہ جا پیوا سے ہین غیرون کے ساتھ وہ
گھی جل رہا ہے آج تو گھر گھر چراغ مین

مژگان کا عکس عارضِ روشن مین دیکھیے
دیکھا نہ جیتے ہو کبھی خنجر چراغ مین

خورشیدِ رخ نے تیرے جو بے نور کر دیا
کیا روشنی تھی صورتِ اختر چراغ مین

اُس بت کے دل کا اس دلِ روشن مین ہے خیال
ہے حسنِ اتفاق سے پتھر چراغ مین

جلنا نصیب مین ہے تو ہو کچھ نہ رنج ہی
بتی کی جا رہے تنِ لاغر چراغ مین

پھیلی ہماری سوزِ محبت کی داستان
بتی پڑی جو شام سے گھر گھر چراغ مین

رنگینی اسکے عارض پہ نور مین نہین
ہے جلوۂ بہارِ گلِ تر چراغ مین

داغِ گناہ سے دلِ مومن کو کیا ضرر
ہوتی سیاہی بھی تو ہے اکبر چراغ مین

مصرع طرح ۹۱

خودی ہی مجھسی جب واقف نہ تھی مین تب بسمل ہون
ازل سے کشتۂ تیغ نگاہِ ناز قاتل ہون

ولا کیونکر مین اُس رخسار روشن کو مقابل ہون
جیسے خورشید محشر دیکھکر کہتا ہے مین تل ہون

خم گیسو پر اک رشک پری کے دل سے مائل ہون
مجھے بھی اندنون سودا ہے دیوانون مین داخل ہون

نہین معلوم اسکو تیری چتون سے مقابل ہون
مجھے واعظ سمجھتا ہے کہ مین عرفے سے غافل ہون

نگاہ ناز سے تمنے اگر دیکھا نہین مجھکو
تو پھر مین کیون تڑپتا ہون نہ زخمی ہون نہ بسمل ہون

فغان کیسی کہ حرف شکوہ بھی لب پر نہ آئیگا
یہ جب تک تم نہ کہلوگے وفا کا تیری قائل ہون

رہ الفت وہ کوچہ ہے قضا بھی جس سے ڈرتی ہے
قدم رکھتا ہے دل اُسمین نثار ہمت دل ہون

جو یونہی لحظہ لحظہ داغ حسرت کی ترقی ہے
عجب کیا رفتہ رفتہ مین سراپا صورت دل ہون

مدد ای رہنما سے گمرہان اس دشت غربت مین
مسافر ہون پریشان حال ہون گم کردہ منزل ہون

یہ میرے سامنے شیخ و برہمن کیا جھگڑتے ہین
اگر مجھسے کوئی پوچھے کہون دونون کا قائل ہون

کل مقصد جسے سمجھا وہ نکلا داغ ناکامی
عوض باغِ جہان مین تو بقسمت کا قائل ہون

اگر دعوائے یکرنگی کرون ناخوش نہ ہو جانا
مین اس آئینہ خانہ مین ترا عکس مقابل ہون

توقع رہتی ہے ہر دم کہ دم لینے کی مہلت ہے
معاذ اللہ اپنی موت سے کس درجہ غافل ہون

رسائی زلف کی پائی قدم تک اب وہ کیون آئین
بہانہ خوب ہاتھ آیا کہ پابند سلاسل ہون

خبر لیتے ہین اُس کی جسکو بیگانہ سمجھتے ہین
مجھے کب پوچھتے ہین مین تو اک تحصیل حاصل ہون

زمین شعر جس سے آسمان پنجا ہوا ہے اکبر
علو طبع سے ایسی غزل پڑھنے پہ مائل ہون

جو لذت آشنا ہے درد الفت سے مین وہ دل ہون
اجل جسکو قیامت تک نہ آئیگی وہ بسمل ہون

نصیب ایسی کہان جو زینت فتراک قاتل ہون
جسے صیاد نے دیکھا نہین وہ مرغ بسمل ہون

پئے نظارہ جب سے عالم حیرت مین داخل ہون
یہ محو روئے قاتل ہون کہ شکل چشم بسمل ہون

سنا کر وصف قاتل مین نے لاکھون کو کیا بسمل
مین اس تعریف سے گویا زبان تیغ قاتل ہون

فضائے دہر ہے تنگ اپنی بیتابی کی وسعت سے
تڑپنے کی جگہہ ملتی نہین جسکو وہ بسمل ہون

فنا ہے ہستی موہوم میری بیقراری مین
دل بیتاب کے ہاتھون سے مین تسکین بسمل ہون

خوشی مین روح جامہ سے رہیگی حشر تک باہر
لپٹ کر جس سے قاتل رو رہا ہے مین وہ بسمل ہون

توسل چاہتا ہون جس سے وہ دامن بچاتا ہے
یہ عالم قتل کا میدان ہے مین تہون بسمل ہون

قضا کا وہم سے جس جا نہ پہونچیگا قیامت تک
وہان تیغ نگاہ ناز قاتل سے مین بسمل ہون

جو کی کچھ گفتگو پیر خرد نے راہ الفت مین
کہا تقدیر نے خاموش مین گم کردہ منزل ہون

دکھایا بیخودی نے آئینہ جب میری ہستی کو
ہوا یہ صاف روشن وہ مجسم حق ہے مین باطل ہون

عجب مضمون مین پیدا ہوا ہون بیت ہستی مین
عبارت مین بہت آسان ہون معنی مین مشکل ہون

ثبوت اسکا مجھے بھی خود فراموشی سے یاد آیا
وہ دعوی کر رہے تھے شکل انسان کا مین حامل ہون

ازل مین روئے جانان سے اشارا تھا محبت کا
تمنا ہے کہ مین بھی تیری ہی صورت مین نازل ہون

جو پوچھا نیستی ہستی مین کیونکر فرق ظاہر ہو
کمر نے یار کی ایسا کہا مین حد فاصل ہون

کرے یک قطرہ جسکا بیخبر شور دو عالم سے
اُسی یا ہم شراب ناب کا ساقی سے سائل ہون

عیان ہے رنگ داغ عشق میری خاکساری سے
گلستان محبت کا ہون گل گو صورتاً گل ہون

عجب مجموعہ ہون سرکشی اور خاکساری کا
جو شعلہ باد و آتش ہے تو آب و خاک سے گل ہون

وہ داغ آرزو ہون جس سے دل دامن بچاتا ہے
کوئی پہلو نہین ملتا جسے دنیا مین وہ دل ہون

تصور وہ ہون جو ہر رنگ سے ہے تصویر جانان کا
خیال یار سے ملکر بنا ہے جو مین وہ دل ہون

جسے چشم تصور خواب مین بھی پا نہین سکتی
سراپا چشم ہو کر مین اُسی محفل مین داخل ہون

رہ الفت مین آتی ہے یہی آواز دو رخ سے
کہین ہے اک شرار شعلہ بیتابی دل ہون

صدائے صور سے شور قیامت کا یہ ایما ہے
کہین بیساختہ اک نالہ مستانہ دل ہون

وہ مجنون ہون کہ جسکی ہر نظر تصویر لیلی ہے
حجاب جسمین اُٹھ جاتا ہے جس سے مین وہ محمل ہون

اجل سے پوچھتا ہے ہر نفس جو باہر آتا ہے
اجازت ہو اگر تیری تو پھر سینہ مین داخل ہون

کہان اس بحر سے جائینگے بچکر گوہر مضمون
سخن دریا ہی جو طبع رسا سے مین ہی ساحل ہون

غزل ایسی پڑہون جس سے برابر یہ صدا نکلے
عروجِ فکرِ عالی ہون نشانِ عشق کامل ہون

وفورِ شوق قاتل سے نثارِ ہمتِ دل ہون
امید جذبۂ دل سے مقیم کوئے قاتل ہون

ہجومِ آہ سوزان سے خیالِ روئے جانان سے
فروغ بزمِ ماتم ہون چراغِ خانۂ دل ہون

حجابِ روئے قاتل سے غم ناکامیِ دل سے
نگاہِ چشمِ حسرت ہون شمیدِ نازِ قاتل ہون

وفورِ شوقِ ماتم سے صدائے نالۂ غم سے
شریکِ حالِ حسرت ہون شکستِ شیشۂ دل ہون

ہوائے باغِ عالم سے جفائے خنجرِ غم سے
بقائے رنگِ عشرت ہون وفائے روحِ بسمل ہون

بلائے یادِ گیسو سے خیالِ تیغِ ابرو سے
ظہورِ جوشِ سودا ہون گواہِ حالِ بسمل ہون

خیالِ حسنِ صورت سے ہجومِ دردِ الفت سے
ہمائے اوجِ معنی ہون نشانِ عشقِ کامل ہون

ہوائے شعلۂ غم سے جفائے چرخِ اظلم سے
چراغِ داغِ حسرت ہون گرفتارِ غمِ دل ہون

نسیمِ صبحِ عشرت سے فروغِ شوقِ دولت سے
ہجومِ خوابِ غفلت ہون چراغِ عمرِ غافل ہون

لبِ پیمانۂ دل سے وفورِ شوقِ کامل سے
مریضِ لذتِ غم ہون لبِ اظہارِ سائل ہون

جفائے تیغِ فرقت سے خیالِ رازِ الفت سے
زبانِ حالِ بسمل ہون سکوتِ شمعِ محفل ہون

علوئے جوشِ مستی سے صفائے طبعِ عالی سے
فدائے فکرِ اکبر ہون نثارِ شعرِ مشکل ہون

در گنجینۂ اسرارِ معنی کھول دو اکبر
بس اب پیرِ خرد اقرار کرتا ہے کہ جاہل ہون

کہین دل ہون کہین ہون باعثِ بیتابیِ دل ہون
کہین اندازِ بسمل ہون کہین ہون نازِ قاتل ہون

کہین تمکینِ خوبی ہون کہین ہنگامۂ الفت
کہین رنگِ رخِ گل ہون کہین شورِ عنادل ہون

کہین جلوہ ہون صورت کا کہین ہون شاہدِ معنی
کہین ہون محملِ لیلی کہین لیلائے محمل ہون

کہین عاشق کا مطلب ہون کہین معشوق کی خواہش
کہین محبوبِ مطلق ہون کہین مختارِ کامل ہون

کہین ہون شوق آزادی کہین تدبیرِ پابندی
کہین ہون جوشِ سودا ہون کہین طوق و سلاسل ہون

کہین دروازہ ہون کہین ہون آرزو دل کی
کہین گھٹنے کے لایق ہون کہین بڑہنے کی قابل ہون

کہین جذب محبت ہون کہین دردِ دل عاشق
کہین دل مجہہ مین داخل ہے کہین مین دلمین داخل ہون

کہین جوش اہل معنی کا کہین ہوش اہل صورت کا
کہین شور انا الحق ہون کہین دعوائے باطل ہون

کہین ہون حسن کا ایمان کہین ہون مرد کی لذت
کہین قاتل کی چتون ہون کہین چتون کا بسمل ہون

کہین ہون صورت لیلی کہین حالِ دلِ مجنون
کہین چھپنے کی لایق ہون کہین کھلنے کی قابل ہون

کہین یارونکی محفل مین کہین ہنگامۂ دل مین
کہین مین رند مشرب ہون کہین درویش کامل ہون

کہین تصویر حسرت ہون کہین محو پریشانی
کہین ہون شگفتہ رخ کا کہین زلفون کا مائل ہون

معاون ہون کسی جا مین کہین امداد کا طالب
کہین خضرِ ہدایت ہون کہین گم کردہ منزل ہون

کہین ہون گوہرِ مقصد کہین دامن تمنا کا
کہین ہمت کریمون کی کہین امید سائل ہون

کہین ہون ولولہ دل کا کہین ہون ضبط عاقل کا
روانی مین کہین دریا کہین رکتے مین ساحل ہون

یہ دریای معانی جوش پر ہے دل مین ای اکبر
مگر ساکت ہون جب تک آپ مین آنیکے قابل ہون

لگی ہے آگ الفت کی ہمارے رشتہ جان مین
جلا کرتے ہین مثل شمع ہم بزم حسینان مین

کرونگا جستجو مضمون کی وصفِ چشم جانان مین
پھرے گی فکر پتلی کی طرح چشم غزالان مین

پروئی یار نے موتی جو اپنے زلف پیچان مین
نظر آنے لگے شبنم کے قطرے سنبلستان مین

کیا موزون جو مطلع مین نے وصفِ روئے جانان مین
نظر آنے لگا خورشید تابان برج میزان مین

نزاکت سے جو فرشِ گل پہ سوتے تھے گلستان مین
اب انکی خاک اوڑتی پھرتی ہے دشت و بیابان مین

نہ کیونکر وحشتِ دل پر گمان ہو شوق موسی کا
تجلی وادی ایمن کی ہے اپنے بیابان مین

انھین کی آنکھ سے ممکن ہے انکا دیکھنا اے دل
بنون حیرت سے آئینہ نہ کیونکر بزم جانان مین

غزالانِ ختن آ آکے مجہہ پر صدقے ہوتے ہین
کبھی بیمار پڑتا ہون جو یادِ چشم جانان مین

خزان مین کیون نہو سرسبز نخلِ ماتم بلبل
عوض پانی کے جب حسرت برستی ہو گلستان مین

تری زلف مسلسل دیکھکر ظاہر ہوا مجھکو
یہی زنجیر پا ہوگی ہے ہستی کے زندان مین

اگر زنجیر پا ہوتی نہ الفت تیری زلفون کی
نہ رہتے ہمسے دیوانے کبھی ہستی کے زندان مین

اثر بعد فنا بھی گردشِ قسمت کا باقی ہے
بگولا بنکے میری خاک اڑتی ہی بیابان مین

خیال ہجر یارانِ وطن سے جان جاتی ہے
غضب ہے ہوش آتا ہی جنون مجھکو بیابان مین

زبانِ حال سے کہتا ہی میرا سبزۂ تربت
نشان حسرت کا ہے نشو ونما بھی اس گلستان مین

اسی مصرعہ پہ مین تو فصل گل پر وجد کرتا ہون
تری قدرت نے کیا کیا گل کھلائے ہین گلستان مین

خزان آتی ہے بلبل دیکھہ لی اچھی طرح گل کو
خدا جانے کب آئے موسم گل پھر گلستان مین

سناتا ہون جو افسانہ کسی کی بزم عشرت کا
نسیم نوبہاری رقص کرتی ہے گلستان مین

کرینگے حشر مین ظاہر جو ہم مجبوری الفت
ہمارا نامۂ اعمال ہوگا دست جانان مین

سر خاکِ شہنشاہان عالم کہتی ہے عبرت
قدم رکھیے بچا کر آئے جو شہر خموشان مین

پئے تسلیم سر جھکتا تھا سب کا جنکے ایوان مین
انھین کی خاک اب پامال ہے گورِ غریبان مین

پھرا کی شکل یارانِ گذشتہ چشم گریان مین
ہماری عمر روتے ہی کٹی گورِ غریبان مین

جمال حور کو کہتا ہے افزون حسنِ انسان سے
کوئی عاشق بھی انکا زاہد ہے باغ رضوان مین

جب آنا موت کا ممکن نہین جنت میں اے واعظ
تو پھر کس کام کے حور و قصر ہے باغ رضوان مین

نہ پوچھو حال کچھ چاہت کا ان زہرہ جبینون کا
فرشتون کے ہین دل ڈوبے ہوئے چاہ زنخدان مین

کسی کو ہوتی کیا پروا ہمارے جینے مرنے کی
بسانِ سبزۂ بیگانہ ہم تھے اس گلستان مین

نہین سرو سہی کو باغ مین اندیشہ صرصر
غرض ہے راستی ہو خوب شیوہ اس گلستان مین

ابھی تو موسم گل بھی نہ آیا تھا گلستان مین
مین کیون جامے سے باہر ہو گیا شوق بیابان مین

نظر آتا نہین جز آہ کوئی مونس و ہمدم
بدلجاتی ہے دنیا کی ہوا شبہای ہجران مین

مین دیتا جاؤن یاران وطن کو کیا پتا اپنا
خدا جانے مجھے لیجائے وحشت کس بیابان مین

سمان آنکھونمین پھر جاتا ہے جب فصل بہاری کا
گلون کو یاد کر کے خوب روتا ہون گلستان مین

دوبالین پہ ہین وقت نزع کیونکر اُسی رخصت ہون
نہین طاقت اشارہ کی بہی مجہہ دم بہ کی جہانین

ہوا کیا جب حسینون نے اطاعت کی حکومت سے
نہین کچہہ لطف پریان تہین جو قابو سلیمان مین

وفور اشک سے یون ہین ہرے داغ جگر اپنے
چمن سرسبز ہو جاتا ہے جیسے فصل باران مین

یقین تہا گو ہر آمرزگاری کے جو ملنے کا
دم آخر بہاسا ڈوبے رہے ہم بحر عصیان مین

ہین اپنے داغ سینہ طعنہ زن خورشید محشر پر
تماشا حشر کا ہے کوچہ چاک گریبان مین

یہ مجہہ دیوانے کو اکثر صدا آتی ہے زندان سے
کہلا ہے خانۂ زنجیر کا در شوق مہمان مین

عجب کیا موسم پیری مین اے دل ٹہنڈی سانسونکا
ہوا سرد اکثر چلتی ہے فصل زمستان مین

بقول رند مہمان فلک مین بہی ہون اے اکسیر
مری قسمت کا ٹکڑا ابہی ہے اُسکے خوان الوان مین

پہر گئی آپکی دو دن مین طبیعت کیسی
یہ وفا کیسی تہی صاحب یہہ مروت کیسی

دوست احباب سے ہنس بول کے کٹ جائیگی رات
رند آزاد ہین ہم کو شب فرقت کیسی

جس حسین سے ہوئی الفت وہی معشوق اپنا
عشق کس چیز کو کہتے ہین طبیعت کیسی

جس طرح ہو سکے دن زیست کے پورے کرنے
چار دن کے لیے انسان کو حسرت کیسی

ہے جو قسمت مین وہی ہوگا نہ کچہہ کم نہ سوا
آرزو کہتے ہین کس چیز کو حسرت کیسی

حال کہلتا نہین کچہہ دل کی دہڑکنے کا مجہے
آج رہ رہ کے بہر آتی ہے طبیعت کیسی

کوچہ یار مین جاتا تو نظارہ کرتا
قیس آوارہ ہے جنگل مین یہ وحشت کیسی

حسن اخلاق پہ جی لوٹ گیا ہے میرا
مین تو کشتہ تری باتون کا ہون صورت کیسی

آپ جا بوسہ جو نہین دیتے تو مین دل کیون دون
ایسی باتون مین مریجان مروت کیسی

[illegible] کہتے تہے کہ رغبت بہی ہے معشوق کو شرط
کیون ۹ نظر آتی ہے آئینہ مین صورت کیسی

[illegible] کے روشن جلوہ گر ہزمہ سنجی
یاد آتی ہے بلبل مجہے تقریر کسیکی

[illegible]ن بلبلون کو توجہ گلین سے رہی
وہ عاشقانہ جو تہی اک نظر انہین سے رہی

[illegible]روہی کافی تہی ہمارا غیرون کی
لگاوٹ اونکی جو آنکھون پہ انہین سے رہی

کہ امتحان لیا گیا تہا۔

چھٹو گے دام بلا سے کبھی نہ اے اکبر
طبیعت الجھی ہوئی یون اگر نہین سے رہی

عمر ۱۹ سال سنہ ۱۸۶۴ء

بے تکلف بوسۂ زلف چلیپا لیجیے ۔ نقد دل موجود ہے پھر کیون نہ سودا لیجیے
دل تو پہلے لیچکے اب جان کے خواہان ہین آپ ۔ اسمین بھی مجکو نہین انکار اچھا لیجیے
پاون پڑ کر کہتی ہے زنجیر زندان مین رہو ۔ وحشت دل کا ہے ایما راہ صحرا لیجیے
غیر کو تو کر کے ضد کرتے ہین کہا نہین شریک ۔ مجھسے کہتے ہین اگر کچھ ہو کہہ ہو کہا لیجیے
خوشنما چیزین ہین بازار جہان مین بیشمار ۔ ایک نقد دل ہی یارب مول کیا کیا لیجیے
کشتۂ آخر آتش فرقت سے ہونا ہے مجھے ۔ اور چند سے صورت سیماب تڑپا لیجیے

فصل گل کے آتے ہی اکبر ہوی بیہوش آپ
کھولیے آنکھون کو صاحب جام صہبا لیجیے

تصور سے غم فرقت کے اپنا جی دہلتا ہے ۔ کہ یہ کمبخت آخر سینے سے دم لیکے ٹلتا ہے
خدا کی شان وہ میرا تڑپنا دل لگی سمجھین ۔ کسیکی جان جاتی ہے کسی کا جی بہلتا ہے
خیال زلف مین ایدل نہ طے کر منزل الفت ۔ اندھیری رات مین نادان کوئی راہ چلتا ہے
وہ جون جون ہوتی ہین ہشیار بڑہتی ہے مری وحشت ۔ سنبھالین ہوش وہ اپنا یہان دل کب سنبھلتا ہے
مریض غم کیا کرتا ہے ضبط نالہ ہمت سے ۔ مگر منہ زرد ہو جاتا ہے جب کروٹ بدلتا ہے
وصال یار کا وعدہ ہے کل اور آج موت آئی ۔ کرین کیا اب مقدر پر کسی کا زور چلتا ہے
محبت اسسے کرکے پھنس گئے ہین ہم تو آفت مین ۔ نہ دل قابو مین آئیگی ہوا شبہای ہجران مین

کیا کرتا ہون موزون وصف انکی روی رنگین کا ۔ بیٹھا سے وحشت کس بیابان مین
مرا ہر شعر اکبر نور کے سانچے مین ڈہلتا ہے ۔ کے خوب رہتا ہون گلستان مین

شاعری رنگ طبیعت کا دکہا دیتی ہے
بوئے گل راہ گلستان کی بتا دیتی ہے

سیر غربت کوئی جلسہ جو دکہا دیتی ہے
یادِ احبابِ وطن مجھکو رولا دیتی ہے

بیخودی پردۂ کثرت جو اوٹھا دیتی ہے
ہر طرف جلوۂ توحید دکہا دیتی ہے

آہ یاس پہ ہو قہر خدا کا نازل
رہروِ منزلِ الفت کو ڈرا دیتی ہے

ہو نہ رنگین طبیعت بہی کسی کی یارب
آدمی کو یہ مصیبت مین پھنسا دیتی ہے

نگہۂ لطف تری بادِ بہاری ہے مگر
غنچۂ خاطرِ عاشق کو کہلا دیتی ہے

اچھی صورت مین بہی خالق نے بہرا ہی جادو
اپنے مشتاق کو دیوانہ بنا دیتی ہے

پوچھتا ہون مین جو عبرت سے مآلِ ہستی
راستہ گورِ غریبان کا بتا دیتی ہے

نظر آتا جو نہین نزع مین بالین پہ کوئی
بیکسی اُنکے تغافل کو دعا دیتی ہے

کیا صفائی رخِ جانان کی ہے اللہ اللہ
دیکہنے والون کو آئینہ بنا دیتی ہے

دشمنِ اہل نظر ہے نگہِ حسن پرست
الفتِ پاک کو بہی عیب لگا دیتی ہے

موت سے کوئی نہ گہبرائے اگر یہ سمجھے
کہ یہ دنیا کے بکہیڑون سے چھڑا دیتی ہے

بدسلوکی تری لاتی ہے خرابی مجھپر
مری تقدیر کو الزام لگا دیتی ہے

نگہِ شوق سے کیونکر نہ گلون کو دیکھون
انکی رنگت ترے عارض کا پتا دیتی ہے

قید ہستی ہے غبارِ رخِ آئینۂ روح
جانِ مشتاق کو جانان سے چھڑا دیتی ہے

کشتہ ہون مرگ حسینان کی مین بیدردی کا
خاک مین چاند سی صورت کو ملا دیتی ہے

فکر اکبر گل مضمون کا دکہا کر جلوہ
محفلِ شعر مین رنگ اپنا جما دیتی ہے

...روئے روشن جلوہ گر دیکہا کیے
شان حق سے ایک جا شام و سحر دیکہا کیے

...ان بلبلون کو نوحہ گر دیکہا کیے
باغِ عالم کی دورنگی عمر بہر دیکہا کیے

...بروہی کافی تہی ہمارے قتل کو
آپ تو ناحق سوئے تیغ و تبر دیکہا کیے

صبر کر بیٹھے تھے پہلے ہی سے ہم تو جانِ زار
عشق نے جو کچھ دکھایا بے خطر دیکھا کیے

دیکھیے اب کیا دکھائے قسمتِ بد بعدِ مرگ
رنج و اندوہ و الم تو عمر بھر دیکھا کیے

خوابِ غفلت سے نہ چونکے اہلِ عالم ہے غضب
گو بہت نیرنگیٔ شام و سحر دیکھا کیے

حسرت و حرمان و اندوہ و غم و رنج و الم
جو دکھایا آسمان نے عمر بھر دیکھا کیے

وعدۂ شب پر گمانِ صدق سے سوئے نہ ہم
راہ اُس پیمان شکن کی رات بھر دیکھا کیے

یاد مین رخسارِ تابانِ صنم کی رات بھر
دیدۂ حسرت سے ہم سوئے قمر دیکھا کیے

پیدا وہ جفا کے جو نئے ڈھنگ کرینگے
تیغِ نگہِ ناز سے جو رنگ کرین گے

کافی ہین وہ مستانہ نگاہین وہ خطِ سبز
اب ہم نہ کبھی شوقِ مے و بنگ کرین گے

اُنکے دہنِ تنگ کا مضمون نہین بندھتا
اب قافیۂ شعر کو ہم تنگ کرین گے

کر لیگا جگہ مثلِ شرر جذبۂ الفت
وہ سخت جو دل کو صفتِ سنگ کرین گے

دمسازون سے ملنے ہی تو پائین کبھی اے چرخ
آراستہ پھر بزمِ مے و چنگ کرین گے

نالے دلِ پُر داغ کو سکھلائین گے موزون
طاؤس کو ہم مرغِ خوش آہنگ کرین گے

کچھ زمزمہ سنجی ہی پہ موقوف نہین لطف
نالے بھی کرینگے تو خوش آہنگ کرین گے

اُن سے تو کوئی صلح کی صورت نہین بنتی
غیرون ہی سے دل کھول کے اب جنگ کرینگے

میلے ہین حسینون کے پریزادون کے جمگھٹ
اب جا کے قیام اپنا لبِ گنگ کرین گے

راضی ہی نہ ہونگے وہ کسی طور تو کیا بس
تقدیر سے پھر کہیے تو کیا جنگ کرین گے

ارشاد جو ہوتا ہے کہ لکھو وصفِ دہن کچھ
معلوم ہوا آپ مجھے تنگ کرین گے

رنگینیٔ مضمون جو دلِ صاف مین ہوگی
شیشے مین گمانِ مے گلرنگ کرین گے

اکبر نہ ہو دمساز بتان بہرِ خدا تم
دل دوگے تو وہ جان کا آہنگ کرینگے

جب عشق کے نشہ مین چور ہوے کیونکر کہین نیک انجام رہے

ان بتون کی نگاہون مین پہرسے رندین کتنی بدنام رہے

اب ہم تو خدا کی عنایت سے اے عہد شکن آزاد ہوئے

پہنس جائینگے بتون کے طائر دل زلفونکا سلسلۂ دام رہے

ملنا جو نہ تہا قسمت مین لکہا تدبیرون سے کچہہ حاصل ہوا

ناموں کی ہوئی تحریر بہت اک مدت تک پیغام رہے

مستزاد دیکہیے فق رنگ گلستان ہو جائے
دیکہکر زلف کو سنبل بہی پریشان ہو جائے

یاد قامت مین جو مین نالۂ و فریاد کرون
پیشتر حشر سے یان حشر کا سامان ہو جائے

جلوہ مصحف رخسار جو آجائے نظر
حسرت بوسہ مین کافر بہی مسلمان ہو جائے

آپکے فیض قدم سے ہو بیابان گلزار
باغ مین جاؤ تو وہ گلشن رضوان ہو جائے

ناز و انداز و ادا سے جو چلین چال حضور
جس جگہہ پاؤن پڑے گنج شہیدان ہو جائے

آفت گردش افلاک سے پاؤن جو نجات
گردش چشم تجہے گردش دوران ہو جائے

آپ دکہلائین جو اپنے رخ رنگین کی بہار
بو کے مانند ہوا رنگ گلستان ہو جائے

لاغر اسدرجہ ہوا ہون کہ جو لیٹون مین کبہی
تار بستر مجہے وسعت مین بیابان ہو جائے

حسرتین آہین ہوا کرتی ہین اکثر یہ قون
کیا عجب خانۂ دل گور غریبان ہو جائے

شباب جوش پہ ہے ولولے ہین جوبن کے
کبہی وہ جوم کے چلتے ہین اور کبہی تن کے

جب انکو رحم کچہہ آیا ہے پیار سے سمجہا یا
بگڑ بگڑ کے کبہی آتے ہین یہی بن بن کے

مریض غم کو ڈرایا کرے نہ پہر اتنا
قضا جو دیکہہ لے تیور تمہاری چتون کے

نگاہ ناز سے سارا زمانہ بسمل ہے
ہزارون شہید ہین تیری ترچہی چتون کے

کمر یار کے رہتا ہے قریب خنجر
شہید ہم تو ہوئے رشک بخت آہن کے

اندازون یار کے کچہہ ذہن نشین اور بہی ہے
جانتا ہے کہ نشست انکی کہین اور بہی ہے

ایک دل تہا سو دیا اور کہان سے لاؤن
جہوٹ کہتے تو مین کہدون کہ نہین اور بہی ہے

نازِ بیجا نہ کیا کیجیے ہم سے اتنا
اسی انداز کا اک یار حسین اور بھی ہے

غمِ فرقت مین بھی آتی نہین اے چرخ جو موت
کیا کوئی صدمہ پئے جانِ حزین اور بھی ہے

کہیو اُس غیرتِ لیلیٰ سے یہ پیغامِ صبا
پہلوئے قیس مین اک دشت نشین اور بھی ہے

جان دیتا جو ہو لازم ہے اُسے دم دینا
تمہین بتلاؤ یہ دستور کہین اور بھی ہے

مرے بلوانیکا احسان جتاؤ نہ بہت
مہربان ایک بت پردہ نشین اور بھی ہے

ان ردیفون مین غزل کیون نہ ہو دشوار اکبر
ناتراشیدہ کوئی ایسی زمین اور بھی ہے

اے خوفِ مرگ دل مین جو انسان کی تو رہے
پھر کچھ ہوس رہے نہ کوئی آرزو رہے

فتنہ رہے فساد رہے گفتگو رہے
منظور سب مجھے جو مرے گھر مین تو رہے

زلفین ہٹائی چہرۂ رنگین سے کیا ضرور
بہتر ہے مشک کی گُلِ عارض مین بو رہے

ق
ہنگامِ نزع روح نے قالب سے یہ کہا
اس خاکدانِ تیرہ مین بے آبرو رہے

اب تک ترے سبب سے رہے ہم بلا نصیب
اب تا بہ حشر گور کے پہلو مین تو رہے

خالی نہ ہون اثر سے مرے اشکِ انفعال
یارب ہمارے موتیون کی آبرو رہے

بلبل رہا ہے طائرِ دل اس مین عمر بھر
سرسبز حشر تک یہ چمن آرزو رہے

اے چشم عین بزم مین رونا نہین ہے خوب
وہ بات کر کہ جس مین تری آبرو رہے

پیرِ مغان کا سلسلہ دیکھے جو محتسب
امیدوارِ بیعتِ دستِ سبو رہے

ہر دم یہ انتظار کا ایما ہے ہجر مین
آنکھون مین جائے اشکِ جگر کا لہو رہے

احباب کیا کرینگے ٹھہر کر مزار پر
بالین پہ خاک اوڑانے کو ہان آرزو رہے

خاطر تو تھی آج بہت کی مگر حضور
کل بھی یہی نگاہ یہی گفتگو رہے

ہر چند دل سے یار کے جاتا نہین غبار
رونے سے عاشقون مین مری آبرو تو ہے

ہو نہین تو رند مجھکو تکلف سے کام کیا
پیمانہ ساقیا جو نہین ہے سبو تو ہے

ہرچند مین غریب ہون گو کچھہ نہین ہی پاس
لیکن ہزار دولتون سے بڑہکے تو تو ہے

ہم خوش رہین بہلا دل نالان سے کسطرح
ہو آپکا یہ دوست ہمارا عدو تو ہے

زندہ جو تیرے ہجر مین ہو نہین تو کیا عجیب
گو تو نہین ہے پاس تری آرزو تو ہے

مجکو تو دیکھہ لینے سے مطلب ہے ناصحا
بدخو اگر ہے یار تو ہو خوبرو تو ہے

جذبۂ دل نے مرے تاثیر دکہلائی تو ہے
گھنگرون کی جانب در کچھہ صدا آئی تو ہے

عشق کے اظہار مین ہر چند رسوائی تو ہے
پر کرون کیا اب طبیعت آپ پر آئی تو ہے

آپ کے سر کی قسم میرے سوا کوئی نہین
بے تکلف آئیے کمرے مین تنہائی تو ہے

جب کہا مین نے تڑپتا ہے بہت اب دل مرا
ہنسکے فرمایا تڑپتا ہوگا سودائی تو ہے

دیکھئے ہوتی ہے کب راہی سوئے ملک عدم
خانۂ تن سے ہماری روح گھبرائی تو ہے

دل دہڑکتا ہے مرا لون بوسۂ رخ یا نہ لون
تیسا ہین اسنے دلائی منہ سے سرکائی تو ہے

دیکھئے کب تک نہین آتی گل عارض کی یاد
سیر گلشن سے طبیعت ہمنے بہلائی تو ہے

مین بلا مین کیون پھنسون دیوانہ بنکر اسکے ساتھہ
دل کو وحشت ہو تو ہو کمبخت سودائی تو ہے

خاک مین دل کو ملایا جلوۂ رفتار نے
کیون نہو اے نوجوان اک شان رعنائی تو ہے

یون مروت سے تمہارے سامنے چپ ہو رہین
کل کے جلسون کی مگر ہمنے خبر پائی تو ہے

بادۂ گلرنگ کا ساغر عنایت کر مجھے
ساقیا تاخیر کیا ہے ابر گھٹا چھائی تو ہے

جسکی الفت پر بڑا دعوی تہا کل اکبر تمہین
آج ہم جا کر اسے دیکھہ آئے ہرجائی تو ہے

کیا ہی رہ رہ کے طبیعت مری گھبراتی ہے
موت آتی ہے شب ہجر نہ نیند آتی ہے

وہ بھی چپ بیٹھے ہین اغیار بھی چپ مین بھی خموش
ایسی صحبت سے طبیعت مری گھبراتی ہے

کیون نہ ہو اپنی لگاوٹ کی نظر پر نازان
جانتے ہو کہ دلون کو یہ لگا لاتی ہے

بزم عشرت کہین ہوتی ہے تو رو دیتا ہون
کوئی گزری ہوئی صحبت مجھے یاد آتی ہے

رباعیات

و

قطعات وغیرہ

کھولی ہے زبان خوش بیانی کے لئے
اٹھا ہے قلم گہر فشانی کے لیے
آیا ہوں میں کوچۂ سخن میں اکبر
نظارۂ شاہد معانی کے لیے

تائید وضع ملت و دین کی کروں گا میں
اہل زمانہ لاکھ ہنسیں مجھ غریب پہ
ہوتا نہیں طبیب مداوا سے دستکش
سچ ہے اجل تو ہنستی ہے سعی طبیب پہ

جب لطف و کرم سے پیش آئے محبوب
اگلے رنجوں کو بھول جانا اچھا
جب مثل نسیم وہ گلے سے لگ جائے
مانند کلی کے پھول جانا اچھا

کیا تم سے کہیں جہان کو کیسا پایا
غفلت ہی میں آدمی کو ڈوبا پایا
آنکھیں تو بے شمار دیکھیں لیکن
کم تھیں بخدا کہ جن کو بینا پایا

اونچا نیت کا اپنی زینہ رکھنا
احباب سے صاف اپنا سینہ رکھنا
غصہ آنا تو نیچرل ہے اکبر
لیکن ہے شدید عیب کینہ رکھنا

غفلت کی ہنسی سے آہ بھرنا اچھا
افعال مضر سے کچھ نہ کرنا اچھا
اکبر نے سنا ہے اہل غیرت سے یہی
جینا ذلت سے ہو تو مرنا اچھا

رشوت ہے گلوی نیک نامی کا چھرا
ہر چند کہ بے محل خوشامد ہے بری
عیاشی ہے بدی کے پہیئے کا دھرا
گستاخ مگر خوشامدی سے بھی برا

گذرا ہے مری نظر سے سب کا جلوا
کہتا ہے عجم - عجم مین جم سب ہے موجود
سب سے بہتر ہے روز و شب کا جلوا
کہدو کہ عرب مین دیکھہ رب کا جلوا

وقایع مین ثابت قدم رہنے کی ترغیب

ہر چند محلِ انقلابات رہا
چھوڑین نہین منزلین قمر نے اپنی
گھٹنے بڑہنے کا پیچ دن رات رہا
وہی رتبہ و صاحبِ مقامات رہا

آزاد سے دین کا گرفتار اچھا
ہر چند کہ زور بھی ہے اک خصلتِ بد
شرمندہ ہو دل مین وہ گنہگار اچھا
واللہ کہ بیحیا سے مکار اچھا

بے پردہ کل جو آئین نظر چند بی بیان
پوچھا جو اُن سے آپکا پردہ کیا ہوا
اکبر زمین مین غیرتِ قومی سے گڑ گیا
کہنے لگین کہ عقل پہ مردون کی پڑ گیا

انقلابِ جہان کو دیکھہ لیا
کلہہ کلی کھل سکے ہو گئی تھی پھول
حبِ دنیا سے قلب پاک ہوا
پھول کمہلا کے آج خاک ہوا

تھا سر مین کمال - وہ تو سلطان بنا
لذت طلبی سے نفس رندی پہ جھکا
تھا دل مین جمال وہ مسلمان بنا
تھا پیٹ بہت حریص شیطان بنا

مذہب کو لیا تو بحث مین سر ٹوٹا
شکوہ ہم غیر کا کرین کیا اکبر
چاہی اصلاح تو خدا ہی چھوٹا
قسمت ہی نے ہمکو ہر طرح سے لوٹا

یون ہی تو

رسوا وہ ہوا جو مست پیمانہ ہوا
انگلینڈ سے اپنا دل جو لایا نہ درست
اپنا جو سایہ پہ وہ دیوانہ ہوا
محروم اُدہر اودہر سے بیگانہ ہوا

کرم حق پہ رکہہ نظر اپنی
جو عقیدہ ترا نہ ہو ڈھیلا

آسرا سب کا چھوڑ دو اکبر
وتبتل الیہ تبتیلا

مجلس میں خیال بادہ نوشی پایا
مکتب میں سر سخن فروشی پایا
مسجد میں اگرچہ امن تھا اے اکبر
لیکن اک عالم خموشی پایا

کہنے کو تو شاہ سب ہیں مہاراج سب ہیں
مالک دولت سبکے ۔ مالک تاج ہیں سب
لیکن کہو جو چشم تحقیق اکبر
بے بس ہیں سب ۔ خدا کے محتاج ہیں سب

جلوۂ ارض و سما و کھلا سکے ہے نیچر بھی چپ
لا الٰہ اور قل ہو اللہ تک ہے پیغمبر بھی چپ
بحث اُسکی ذات میں کیوں کر رہا ہے فلسفی
ایسے ایسے جب یہاں ہیں تو ہوتا نہیں ایسے بھی چپ

لا مذہبی سے ہو نہیں سکتی فلاح قوم
ہرگز گذر سکینگے نہ ان منزلوں سے آپ
کعبے سے بت نکالدیئے تھے رسول نے
اللہ کو نکال رہے ہیں دلوں سے آپ

کامل کم ہیں اور اہل ارشاد بہت
ساحر کم ہیں مانگے صیاد بہت
ہے بزم سخن کا حال یہ اے اکبر
شاعر کم ہیں مگر ہیں استاد بہت

بندوں نے بھلا دیا ہے وہ عہد الست
نافہمی و حرص میں ہیں اکثر بدمست
کیا زید و بکر پہ معترض ہوتا ہے
اک گور پرست ہے تو اک زر پرست

پیری آئی ہوئی جوانی رخصت
ساتھ اُسکے وہ لطف زندگانی رخصت
ہے اب تو اسی کا انتظار اے اکبر
ایمان سلامت جان فانی رخصت

تری سعی فقط ہے خدا کی ذات اے دوست
خدا گواہ کہ پکی یہ بات ہے اے دوست
طلب مدد کی نہیں اُنسے جو ہیں خود محتاج
طلب مدد کی ہے بالصبر والصلوٰۃ اے دوست

تحریک ضرورت معیشت ہے بہت
غیرت کو بھی اب خیال خلعت ہے بہت
خالق کے جمال کا تو سودا کم ہے
اللہ کے نام کی تجارت ہے بہت

دنیا کرتی ہے آدمی کو برباد
آزار سے رہتی ہے طبیعت ناشاد

اشارہ ہے طرف کلمۂ طیبہ لا الٰہ الا اللہ کے

دو ہی چیزین ہین بس محافظ دل کی　　عقبیٰ کا تصور اور اللہ کی یاد

حق نے جنہین دی ہے فہم قرآن مجید　　ہو سکتے نہین وہ پیر گردون کے مرید
بدلے سو رنگ انقلاب دنیا　　ہر حال مین اُنکو ہے خدا سے امید

کس نماند است کہ در بیشہ شکارے بکند　　تیغ گیرد بہ کف و فتح دیارے بکند
این زمان ہمت مردان بہ ہمین محدود است　　تر لے از پردہ برون آید و کارے بکند

چھوڑ دہلی لکھنؤ سے بھی نہ کچھ اُمید کر　　نظم مین بھی وعظ آزادی کی اب تائید کر
صاف ہے روشن ہے اور ہے صاحب سوز و گداز　　شاعری مین بس زبان شمع کی تقلید کر

فرمان اجل کا آگیا وقت صدور　　ہو نگے کوئی دم مین شامل اہل قبور
دیکھین منکر نکیر کیا کہتے ہین　　یان سب مجھے کہتے ہین خداوند حضور

دیکھے اکبر کے آج کچھ اشعار　　آئی بیچار پسند یہ گفتار
تجربہ خود بنے گا واعظ دین　　لیک بعد از خرابئے بسیار

بیسود ہے یہ شکوہ و لفاظی و سیر　　افسوس ہے مخلصونکو اور ہنستے ہین غیر
چلئے ابجد سے رب لیسر کہکر　　ہوسکتی ہے تب اُمید تمت بالخیر

منکر ہین روح کے جو یہ اہل غرور　　اک امر ہے پوچھنا ہمین اُنسے ضرور
ہے فہم و خرد کا مسکن　　پیدا کیونکر ہوا ماوے مین شعور

سید صاحب سکھا گئے ہین جو شعور　　کہتا نہین تم سے ہین کہ ہوش سے نفور
سوتون کو جگا دیا اُنھون نے لیکن　　اللہ کا نام لیکے اُٹھنا ہے ضرور

لیجاؤن لحد مین اپنا اسلام بخیر　　لکھین یارب ملک مرا نام بخیر
اسلام سے جسنے بیوفائی کی ہے　　پایا نہین مین نے اُسکا انجام بخیر

ہو عام اگر نصیب با تسلیم بھی کر　　دولت جو ملے تو اُسکو تقسیم بھی کر

۱۵ ایک انگریزی مورخ کہتا ہے کہ یہ مسئلہ ڈروِن کی سمجھ مین نہین آیا۔

اللہ عطا کرے جو عظمت تجھکو ۔۔۔ جو اہل ہیں انکے انکی تعظیم بھی کر

یہ نہی غلطی دیا جو معبود کو چھوڑ ۔۔۔ اصلاح یہ ہے نمود بے سود کو چھوڑ
بزم ملت کا عافیت جو ہے اگر ۔۔۔ اللہ کے آگے جھک اچھل کود کو چھوڑ

کہدو کہ میں خوش ہوں رکھوں گر آپ کو خوش ۔۔۔ بجلی چمکاؤں اور کردوں بھاپ کو خوش
سیکھوں ہر علم و فن مگر فرض یہ ہے ۔۔۔ ہر حال میں رکھوں اپنے ماں باپ کو خوش

بیسود ہے گنج و مال و دولت کی تلاش ۔۔۔ ذلت ہے دراصل جاہ و شوکت کی تلاش
اکبر تو سرور طبع کو علم میں ڈھونڈھ ۔۔۔ محنت میں کر سکون و راحت کی تلاش

غالب انسان پہ خود پسندی ہے فقط ۔۔۔ مذہب کیا ہے گروہ بندی ہے فقط
ہر ذرۂ دہر سے یہ آتی ہے صدا ۔۔۔ نعمت ہے اگر تو عقلمندی ہے فقط

ہے ماہ صیام کی نہایت تعریف ۔۔۔ بے شبہہ یہ ہے مہذب و پاک و لطیف
نااہلوں کو یہ کبھی لگاتا نہیں منھ ۔۔۔ کہتے ہیں اسی سبب سے رمضان کو شریف

تکمیل میں ان علوم کے ہو مصروف ۔۔۔ نیچر کی جو طاقتوں کو کردیں مکشوف
لیکن تم سے امید کیا ہو کہ تمھیں ۔۔۔ عہدہ مطلوب ہے وطن ہے مالوف

دیکھا مناظروں کا بہت آپسے رنگ ڈھنگ ۔۔۔ اکبر کے دل میں اب نہ رہی بحث کی امنگ
کہتے بہت صحیح تھے یہ حضرت مذاق ۔۔۔ ایمان برائے طاعت و مذہب برائے جنگ

اہل حرص و طمع جو ذلیل ہوتے ہیں اسپر طعن

ہے حرص و ہوس کے فن کی مجھکو تکمیل ۔۔۔ غیرت نہیں میری بزمہ و آتش میں خلیل
ہیں نفس کی خواہشیں بہت مجھکو عزیز ۔۔۔ جب چاہیں کریں خوشی سے مجھکو وہ ذلیل

بیغیرت و خود فروش و جاہل سے نہ مل ۔۔۔ حق سے جو ہو غافل ایسے غافل سے نہ مل

۱۵ عالی جناب شیخ احمد حسین صاحب خان بہادر تعلقدار پریانواں۔

یکجا کریں حوادثِ دہر اگر
جائز ہے کہ اُنسے مل گر دل سے نہ مل

دل ہو جو وسیع اور روشن ہو خیال
ساری دنیا ہے اسکو پیاری اکبر
ہر رنگ دکھائے تجھکو خالق کا جمال
کہتا ہے یہی [illegible] جسکو حاصل ہو کمال

جب علم گیا تو شوق عزت معدوم
مسجد سے یہ آئی گوش اکبر میں صدا
دولت رخصت تو ذوق زینت معدوم
مذہب جو مٹا تو زور ملت معدوم

خواہان علم نہ طالب گنج ہیں ہم
لغزش ہو کوئی تو دوست فرمائیں معاف
بے کینہ و بے ریا و بے رنج ہیں ہم
آزاد ہیں مست ہیں سخن سنج ہیں ہم

انوار اس دور کے دل افروز ہیں کم
ہر چرب زبان نہیں ہے شمع اخلاص
گویا کہ شمعیں بہت ہیں اور روز ہیں کم
جلنے والے بہت ہیں دلسوز ہیں کم

اب تک کوئی بہتری تو ظاہر نہ ہوئی
شاید کہ یہی ترقی قومی ہے
گزرے جاتے ہیں ہمپہ سال و مہ و یوم
ہر شخص بجائے خود بنا ہے اک قوم

رکھو جو مقابل اسکے سارا عالم
اُس اک ذرے میں ہے ہماری کیا اصل
دنیا بخدا ہے ایک ذرے سے بھی کم
نافہم ہیں پکر رہے ہیں ناحق ہم ہم

مخلوط کرو نہ نفس و تہذیب کو بہم
جو بھوک لگے زبان کو وہ ٹھیک نہیں
گو نفس نے بھی لیا ہے [illegible]
نافع وہ طعام ہے کہ طالب ہو شکم

پڑتا ہے بتوں سے ساعت چند کا کام
اللہ سے ہر نفس کا رہتا ہے لگاؤ
تمہید ہیں اسکی دولت و عمر تمام
دشوار ہے نفس پر عبادت کا نام

علم و حکمت میں ہو اگر خواہش فہیم
شادی نہ کر اپنی قبل تحصیل علوم
سرکار کی نوکری کو ہرگز نہ کر [illegible]
بت ہو کہ پری ہو خواہ وہ ہو کوئی [illegible]

تاریخ بھی اپنی بھولے جاتے ہیں ہم
ہے دولت و جاہ بھی کمی پہ ہر روز
مذہب کو بھی ضعیف پاتے ہیں ہم
ظاہر ہے کہ مٹتے جاتے ہیں ہم

اس بزم سے سب کے سب اٹھے جاتے ہین — تسکین کے جو تھے سبب اٹھی جاتے ہین
اک قوت مذہبی عقیدون سے تھی — وہ بھی تو دلون سے اب اٹھے جاتے ہین

گر جیب مین زر نہین تو راحت بھی نہین — ایذا دہ مین سکت نہین تو عزت بھی نہین
گر علم نہین تو زور و زر سے بیکار — مذہب جو نہین تو آدمیت بھی نہین

دنیا سے ہل کی ضرورت ہی نہین — مجھکو اس کھیل کی ضرورت ہی نہین
درپیش ہے منزل عدم اے اکبر — اس راہ مین ریل کی ضرورت ہی نہین

توحید ان کے دلون مین محفوظ نہین — اللہ کے ذکر سے یہ محظوظ نہین
اس فرقۂ نو کو مین نے دیکھا اکبر — اسلام انکی نظر مین ملحوظ نہین

تجھکو بھی جہان مین کچھ شرف ہے کہ نہین — کچھ طاقت تری طرف ہے کہ نہین
داخل ہے نمازیون مین یا قوم مین ہے — آخر تیری بھی کوئی صف ہے کہ نہین

وہ رنگ کہن تمہارے عاشق مین ہے — انصاف یہ ہے کہ اب وہ طرز سابق مین نہین
الفت ثابت کرو عمل سے صاحب — واللہ کو دخل میری منطق مین نہین

اُس دور مین جو سب شریک ہونے کے نہین — اس ملک کے کام ٹھیک ہونے کے نہین
ممکن نہین شیخ امراء القیس نہین — پنڈت جی وا لیک ہونے کے نہین

کہا احباب نے یہ دفن کے وقت — کہ ہم کیونکر وہان کا حال جانین
لحد تک آپ کی تعظیم کر دی — اب آگے آپ کے اعمال جانین

دلکش نہین وہ حسین جسے شرم نہین — رونق نہین اسکی جسکا دل گرم نہین
سختی مین بھی ہو گداز طینت ہو جو صاف — گھلتی ہے برف گو کہ وہ نرم نہین

سمجھے جو کوئی برا یہ مضمون نہین — کوئی پہلو خلاف قانون نہین
ہر چند کہ یہ قرص چکھاتا ہے بہت — شیطان کا کوئی شخص ممنون نہین

وہ غیرتین وہ صبر وہ ایمان ہین کہان — حسن عمل کے دل مین وہ ارمان ہین کہان

اک غل مچا ہوا ہے کہ مسلم ہین خستہ حال	پوچھے ذرا کوئی کہ مسلمان ہین کہان
الفت اور ادب نہین تو ایمان نہین	بے صبر و سکون جو ہو تو ایمان نہین
جو غیر خدا کو مانتا ہو قادر	اکبر بخدا کہ وہ مسلمان نہین
تو وہ ہین وہ جو دل سے ہین اللہ کے خواہان	ہین مست نگاہ بت دلخواہ کے خواہان
آسودہ ہین علم و ہنر و فن مین جو ہین محو	چکر مین ہین بس جاہ کے اور شاہ کے خواہان
ہے صبر و قناعت اک بڑی چیز اکبر	لذت ابہی اسکی تو نے چکہی ہے کہان
دنیا طلبی کے وعظ مین محو ہے تو	یہ بہی تو ذرا سمجہہ کہ رکہی ہے کہان
مشکل ہے یہ حالتین سہی جاتی ہین	بہانے نہین ہین کہ قلب مین رہی جاتی ہین
تفصیل نہ پوچہہ ہین اشارے کافی	یون نہین یہ کہانیان کہی جاتی ہین
گردن خالق کے آگے جہکتی ہی نہین	اب ابتری سے یہ قوم رکتی ہی نہین
ہوتی نہین انمین کچہہ بہی غیرت پیدا	اور بات اکبر کی ہے کہ چلتی ہی نہین
چغلیان اک دوسرے کی وقت پہ جڑ دیتے ہین	ناگہان غصہ جو آجاتا ہے لڑ پڑتے بہی ہین
ہندو و مسلم ہین پہر بہی ایک اور کہتے ہین سچ	ہین نظر آپس کی ہم ملتے بہی ہین لڑتے بہی ہین
اورون کی کہی ہوئی جو دہراتے ہین	وہ فوٹو گراف کی طرح گاتے ہین
خود سوچکے حسب حال مضمون نکال	انسان یون نہین ترقیان پاتے ہین
کہنے سننے کی گرم بازاری ہے	مشکل ہے مگر اثر پڑے دل مین
ایسا سنیے کہ کہنے والا جو بہرے	ایسی کہیے کہ بیٹہہ جاے دل مین
لفظون کے چمن ہی انمین کہل جاتے ہین	بے ساختہ قافیے بہی مل جاتے ہین
دل کو مطلق نہین ترقی ہوتی	تعریف مین سر اگرچہ ہل جاتے ہین
خاطر مضبوط دل توانا رکہو	امید اچہی خیال اچہا رکہو
ہوجائینگی مشکلین تمہاری آسان	اکبر اللہ پر بہروسا رکہو

اعمال کے حسن سے سنورنا سیکھو
اللہ سے نیک اُمید کرنا سیکھو
مرنے سے مفر نہیں ہے جب اے اکبر
بہتر ہے یہی خوشی سے مرنا سیکھو

تہذیب وہ ہے کہ رنگ مذہب بھی ہو
آزاد وہ ہے کہ جو مؤدب بھی ہو
تزئین وہ ہے کہ خاکساری بھی ہو ساتھ
اسپیچ وہ ہے کہ اُس میں یارب بھی ہو

اللہ کا صدق دل سے جو طالب ہو
حیرت نہیں گر ملک کا ہم قالب ہو
ہرگز نہ بڑھینگے اُس سے نیچر کے مرید
ممکن نہیں جسم روح پر غالب ہو

بھولتا جاتا ہے یورپ آسمانی باپ کو
بس خدا سمجھا ہے اسنے برق کو اور بھاپ کو
برق گرجائیگی اک دن اور اڑ جائیگی بھاپ
دیکھنا اکبر بچائے رکھنا اپنے آپ کو

اسلام ہی کو بس اپنی ملت سمجھو
بیگانہ روش میں اپنی ذلت سمجھو
جو اسکے خلاف رائے رکھے اکبر
خاموش رہو سمجھ کی قلت سمجھو

جس بات میں تم شکست ملت سمجھو
اُس میں شرکت کو اپنی ذلت سمجھو
جو بندۂ نفس ہو مخالف اسکا
قومی غیرت کی اُس میں قلت سمجھو

کچھ منع نہیں ہر اک کی تحریر پڑھو
لیکن قرآن کی بھی تفسیر پڑھو
عظمت دنیا کی جب دبالے دل کو
خالق کا کرو خیال تکبیر پڑھو

حاصل کرو علم طبع کو تیز کرو
باتیں جو بری ہیں اُن سے پرہیز کرو
قومی عزت ہے نیکیوں سے اکبر
اس میں کیا ہے کہ نقل انگریز کرو

دنیا سے دلی کی یہ ہوس جانے دو
گلچیں ہو اگر تو خار و خس جانے دو
مالک کے بغیر گھر کی رونق نہیں کچھ
اللہ کو اپنے دل میں بس جانے دو

شیطان واعظ ہے پنبہ در گوش رہو
غالب ہے اسی کی بات خاموش رہو
بدلا پاتا ہوں مجلس دہر کا رنگ
مستی کی ہوس نہ ہو تو بے ہوش رہو

کہتا ہوں میں ہندو و مسلمان سے یہی
اپنی اپنی روش پہ تم نیک رہو

لاٹھی ہے ہوا سے دھر یا نی بن جاؤ
موجون کی طرح لڑو مگر ایک رہو

اے جذبِ بزرگ کے نواسو پوتو
کیا رٹتے ہو اپنی ہسٹری کو ہر وقت
تزئین کو نہ کرو زمینین جو تو
اللہ مدد کرے گا ول سے ہو تو

شہوات کی پیروی کا منصوبہ نہ ہو
شہرت جو کمال سے ہو پیدا ہو جائے
دولت تری خادمہ ہو محبوبہ نہ ہو
لیکن یہ تکلفات مطلوبہ نہ ہو

لوگ ہنستے ہین جو پیش آتی ہے یہ حالت کبھی
لیکن اخلاقی نظر مین اس سے تو بہتر ہے وہ
من ترا حاجی بگویم تو مرا حاجی بگو
من ترا پاجی بگویم تو مرا پاجی بگو

ہوئی ہے نصیب تلخ کامی تمکو
اغیار نہین بنا سکے تمکو غلام
محسوس نہین ہے اپنی خامی تمکو
ہے اپنے ہی نفس کی غلامی تمکو

تدبیر کرین تو اسمین ناکامی ہو
القصہ عجیب ضیق مین ہین ہندی
تقدیر کا نام لین تو بدنامی ہو
یورپ کا خدا کہان ہے جو حامی ہو

مغوی کو بھی بد نہ کہیے ترغیب ہے یہ
شیطان کو رجیم کہدیا تھا اک دن
کس سے مین کہون کہ دل کی تخریب ہے یہ
اک شور مچا خلافِ تہذیب ہے یہ

ہے عقل بشر بھی تابع حکم خدا
تدبیر کے باب مین ہے انکو شبہہ
بیفائدہ سب مین بحث و تقریر ہے یہ
کہدو اکبر کہ جزو تقدیر ہے یہ

مرد کو چاہیے قایم رہے ایمان کیساتھ
مین نے مانا کہ تمہاری نہین سنتا کوئی
تا دمِ مرگ رہے یادِ خدا جان کیساتھ
سُر ملانا تمہین کیا فرض ہی شیطان کیساتھ

مسکین گدا ہو یا ہو شاہ ذیجاہ
آہی جاتا ہے زندگی مین اک وقت
بیماری و موت سے کہان کسکو پناہ
کرنا پڑتا ہے سب کو اللہ اللہ

خوبی طاعت کی ہے مسلّم اب بھی
خودبین و حریص و جنگجو ہو نہ اگر
عزت اسکی نہین ہوئی کم اب بھی
واقف کی نظر مین ہے مکرم اب بھی

رغبت جو دلائی وسعت مشرب کی
لیکن تبدیل وضع و نقل قبائح
شامل آمین غرض تھی بیشک سب کی
ہے بعض کی بات اور اپنے ہی مطلب کی

مذہب ہے گم ترقی یوروپ کے سامنے
لیکن وہ آفتاب ہے اور یہ ہے مثل ابر
معذور خاکسار بھی ہے اور جناب بھی
ابر غلیظ سے ہے نہاں آفتاب بھی

راحت کا سامان بندھا تو غفلت بھی ہوئی
دنیا میں جسے جو پیش آیا اکبر
حسرت کا کھنچا جو سین عبرت بھی ہوئی
بس اُسکے مطابق اُسکی حالت بھی ہوئی

تحصیل علوم کر کہ دولت ہے یہی
اکبر کی یہ بات یاد رکھ اے عشرت
اخلاق درست کر کہ زینت ہے یہی
محفوظ ہو معصیت سے عزت ہے یہی

تسبیح و دعا میں جسنے لذت پائی
کوئی نہیں خوش نصیب اُس سے بڑھکر
اور ذکر خدا سے دل نے راحت پائی
بس دونوں جہان کی اُس نے نعمت پائی

روزی ملجائے مال و دولت نہ سہی
گھر بار میں خوش رہیں عزیزوں کے ساتھ
راحت ہو نصیب شان و شوکت نہ سہی
دربار میں باہمی رقابت نہ سہی

راز محبت شوخ کی خبر ہی نہ ملی
کیا وصل کا حوصلہ کریں پیش رقیب
دل کیا ملتا کبھی نظر ہی نہ ملی
جن کو اسوقت تک کمر ہی نہ ملی

کمیٹیوں سے نہ ہوگا کچھ بھی غرض اگر مشترک نہ ہوگی
بہت بجا نوٹ لکھ گئے ہیں یہ اپنی پوتھی میں بھائی مانک
خیال ملت نہ ہوگا جبتک مفید ہرگز یہ ایک نہ ہوگی
غذا نہ ہوگی تو کیا جیو نگا دیا کرو تم ہزار ٹانک [۵۱]

خواہش ہے اگر تجھے غنی بننے کی
شخصی حالت کو چھوڑ کر اے ہندی
دولت کی ہوس ہے اور دھنی بننے کی
کوشش لازم ہے کمپنی بننے کی

گو کہ رک سکتی نہیں یہ نقل وضع مغربی
اپنی تاریخ اپنی ملت سے رہو تم باوفا
پھر بھی کامل طور پر ممکن نہیں ہمقالبی
بندگی تم کو مبارک صاحبوں کو صاحبی

۵۱ دوائے مقوی کو ٹانک کہتے ہیں۔

دیکھے جو حوادث سماوی ارضی
قایم کرلین ہین تو نے باتین فرضی
بھولا ہے خدا کو تو ذرا غور تو کر
زندہ رکھتی ہے تجھکو کس کی مرضی

وہ شوکت و شان زندگانی نہ رہی
غیرت کی حرم مین پاسبانی نہ رہی
پردہ اٹھا تو کھل گیا اے اکبر
اسلام مین اب وہ لن ترانی نہ رہی

حصہ حریص کا ہے بیدینی و غلامی
قانع کے واسطے ہے اعزاز و نیکنامی
محنت ہی کے لیے ہے تفریح و قلب فیروزی
مقبول دوستان ہے اکبر کی خوش کلامی

ہر ایک کو نوکری نہین ملنے کی
ہر باغ مین یہ کلی نہین کھلنے کی
کچھ پڑھ کے تو صنعت و زراعت کو دیکھ
عزت کے لیے ہے کافی ایدل نیکی

بارہا جوش جنون مین مجھے آیا ہے خیال
کہ تماشا ہے یہ ہنگامۂ نیکی و بدی
نظر عشق مین ہے زندگی و موت اکبر
اضطراب نفسِ چند و سکونِ ابدی

یہ زینت دنیا ہے کہ مٹی پہ ہے پنی
بچون کے سوا کون ہوا اسکا متمنی
گوش شنوا ہو تو سنو اسکے ترانے
اِس بزم مین اکبر سا نہین کوئی مغنی

اس عہد مین یہی ہے بس داخلِ نکوئی
مذہب پہ نکتہ چینی ملت کی عیب جوئی
شوق عمل نہین ہے فکرِ اجل نہین ہے
ناصح بنے ہین اکثر عابد نہین ہے کوئی

منظور اے دل ہماری عرضی ہوگی
اُسوقت کہ جب خدا کی مرضی ہوگی
اِس دور فنا مین ہوگی لیکن جو بات
وہ صرف برائے نام فرضی ہوگی

تاثیر ہوا سے باغ ہستی نہ گئی
صورت کی ادا نظر کی مستی نہ گئی
ہوتے ہی رہے جمال دلکش پیدا
طبع انسان سے بت پرستی نہ گئی

سوچو کہ آگے چل کر قسمت مین کیا لکھا ہے
دیکھو گھرون مین کیا تھا اور آج کیا رہا ہے
ہُشیار رہکے پڑھنا اس جال مین نہ پڑنا
یورپ سے یہ کہا ہے یورپ نے وہ کہا ہے

رُکتا نہین انقلاب جاری کیا ہے
حیران ہین ملک بشر بچارا کیا ہے

تسکین کے لیے مگر ہے کافی یہ خیال
جو کچھ ہے خدا کا ہے ہمارا کیا ہے

غنچہ رہتا ہے دل گرفتہ پہلے
کہتی ہے نسیم آ کے راز فطرت
رنگ چمن فنا سے گھبراتا ہے
سنتے ہی پیام دوست کھل جاتا ہے

ہنگامۂ شکر و شکوہ دنیا میں ہے گرم
کھلتا نہیں راز دہر شکوہ ہے تو یہ
لیکن مرے دل سے یہ صدا آتی ہے
اور شکر یہ ہے کہ موت آجاتی ہے

انسان یا محبت سے دلوں کو ملا سکے
ہم تو اسی کو علم سمجھتے ہیں کام کا
یا کوئی شے مفید خلائق بنا سکے
پڑھنے کو مت تعد ہیں جو کوئی پڑھا سکے

تو نے دل دہر سے ملا رکھا ہے
کیا خود زندہ ہے اپنی طاقت سے تو
قائم غفلت کا سلسلہ رکھا ہے
آخر کس نے تجھے جلا رکھا ہے

قرآن میں ہیں خدا نے سمجھایا ہے
قسمت اب دیکھنی ہے دل کی اکبر
شیطان نے فلسفے میں الجھایا ہے
معلوم نہیں کہ یہ کدھر آیا ہے

دنیا نے دین کو بھلا رکھا ہے
اس دور میں خوش نصیب وہ ہیں اکبر
غفلت کی نیند میں سلا رکھا ہے
جس نے قرآن کو کھلا رکھا ہے

ہر حال میں بہر روح انسب وہ ہے
قرآن کو غور سے پڑھو اور سمجھو
اللہ و رسول کا بھی مطلب وہ ہے
اکبر بخدا کہ جان مذہب وہ ہے

سنہ ۱۸۷۶ء

لکچر سے نہ ہے نہ کچھ خیالات سے ہے
اکبر بخدا یہ کامیابی ساری
تہذیب سے ہے نہ ترک عادات سے ہے
تقدیر سے اور اتفاقات سے ہے

دنیائے دنی محل آفات بھی ہے
طرہ پھر اس پہ یہ کہ مرنا بھی ضرور
فکر روزی تحمل اوقات بھی ہے
جیتا رہے آدمی تو اک بات بھی ہے

انسان میں معتبر لیاقت بھی ہے
انداز سخن سے بھی ہے اندازۂ طبع

محبوب اس وزن میں وجاہت بھی ہے
اک جزو قوی مگر شرافت بھی ہے

دولت وہ ہے جو عقل و محنت سے ملی
ایمان کا ہو نور دل میں وہ راحت ہے

لذت وہ ہے کہ جو صحت سے ملے
عزت وہ ہے جو اپنی ملت سے ملے

آپس میں موافق رہو طاقت ہے تو یہی
صحت بھی ہمدردی بھی ہو دل کو بھی ہو تسکین

دیکھو تہ بہم عیب محبت ہے تو یہ ہے
دنیا میں بشر کے لیے نعمت ہے تو یہ ہے

حاسد تجھ پہ اگر حسد کرتا ہے
اپنی پستی کو کر رہا ہے محسوس

کر صبر کہ خود وہ کار بد کرتا ہے
اور تیری بلندیوں سے کد کرتا ہے

انبساط نفس الگ ہے۔ روح کا وجد اور ہے
ہو جو باطن کی ترقی تجھکو منظور نظر

وحشت وحشت اور ہے اور وادی نجد اور ہے
یاد رکھ اکبر تکبر اور ہے مجد اور ہے

ارمان نہ شراب و بزم شاہد کا ہے
اکبر کو ہے انس کنج تنہائی سے

سامان نہ محافل و مساجد کا ہے
دھیان اُسکو فقط خدائے واحد کا ہے

کچھ شک نہیں کہ خلق سے ملنا ضرور ہے
لیکن خدا کیواسطے خلق خدا سے مل

جو اس سے اختلاف کرے حق سے دور ہے
سمجھیگا اسکو وہ کہ جو اہل شعور ہے

انسان جو عمر ختم کر چکتا ہے
فانی دنیا کا دیکھ لیتا ہے رنگ

خوش ہو چکتا ہے آہ بھر چکتا ہے
زندہ جو رہا بھی وہ تو مر چکتا ہے

سنیے حکمت جو میری گفتار میں ہے
پروانے نے شمع سے لپٹنا چاہا

اک حد ادب ہر ایک سرکار میں ہے
پہلے تھا نور میں اور اب نار میں ہے

شیطان سے دل کو ربط ہو جاتا ہے
حد سے جو سوا ہو حرص یا خود بینی

دشوار انسان کو ضبط ہو جاتا ہے
اکثر ہے یہی کہ خبط ہو جاتا ہے

جسکو خدا سے شرم ہے وہ ہے بزرگ دین

دنیا کی جسکو شرم ہے مرد شریف ہے

جسکو کسی کی شرم نہین اسکو کیا کہون فطرت مین وہ رذیل ہے دل کا کثیف ہے

اللہ کا حق [illegible] ہے بہتا اسکے لئے کون سر بکف ہوتا ہے
دنیا طلبی مین ہے یہ ہنگامۂ شور حاصل پہر اس سے کیا شرف ہوتا ہے

خلقت جو کہین ذلیل ہو جاتی ہے بے غیرت و بے دلیل ہو جاتی ہے
گو جسم مین ظاہرا توانائی ہو اخلاق مین وہ علیل ہو جاتی ہے

دنیا کو بہت ذلیل پایا مین نے بے غیرت و بے دلیل پایا مین نے
اخلاقی پہلوؤن سے جانچا اکبر شدت سے اُسے علیل پایا مین نے

افسوس سفید ہو گئے بال ترے لیکن ہین سیاہ اب بہی اعمال ترے
تو زلف بتان بنا ہوا ہے اب تک دنیا پہ بہت تو تڑپتے ہین حبال ترے

ہین وعدۂ خالقِ دو عالم سچے قرآن سچا رسول اکرم سچے
اے منکرِ دین قیامت آئی ہے ضرور کہدینگے وہان کہ دیکہلے ہم سچے

جب واقعات اصلی پیشِ نظر آئے شاعر نے کام رکہا تحسین و آفرین سے
الفاظ نے سنور کر اپنے قدم جمائے نیچر نے کی گذارش رخصت ہو نہین مین سے

ایسے بہی ہین خلق جنکو فرعون کہے ایسے بہی جنہین محمدؐ و عون کہے
مین نام بنام تم سے کہتا اکبر تارک ہے مگر ——— کے

ہر چند کہ کوٹ بہی ہے پتلون بہی ہے بنگلہ بہی ہے پاٹ بہی ہے صابون بہی ہے
لیکن یہ مین تجہسے پوچہتا ہون ہندی یورپ کا تری رگون مین کچہ خون بہی ہے

دولت بہی ہے فلسفہ بہی ہے جاہ بہی ہے لطفِ حسن بتانِ دلخواہ بہی ہے
سب سے قطع نظر ہے مشکل لیکن اتنا سمجہے رہو کہ اللہ بہی ہے

مذہب کی کہون تو دل لگی مین اُڑ جائے مطلب کی کہون تو پالسی مین اڑ جائے

ہلہ یہ بصیغۂ جمع چاہیئے۔

باقی سب قوم میں ابھی ہے کچھ [illegible] [illegible] [illegible] میں اُڑ جائے

اعلیٰ مقصود چاہیے [illegible]
[illegible] لطف ذاتی کیلئے
فرہاد پہاڑ پر عمل [illegible]
[illegible] کے لیے [illegible] کی کیلئے

مذہب قانون و قوم کا بانی ہے
خالص طاعت عروج روحانی ہے
توہین اک دوسرے کی کرتے ہین جو لوگ
یہ جہل ہے یا ہوائے نفسانی ہے

ہمدرد ہون سب یہ لطف آبادی ہے
ہمسایہ بھی ہو شریک تب شادی ہے
تسکین ہے جب کہ ہو خدا پر تکیہ
قانون بنا سکین تب آزادی ہے

آگاہ ہون معنی خوش اقبالی سے
واقف ہون بنائے رتبۂ عالی سے
شرطین عزت کی ادا ہین ای اکبر
چلتا نہین کام صرف لفاظی سے

ایمان و حواس و حق پرستی کیا ہے
یہ غفلت و کفر و جوش مستی کیا ہے
لاریب یہ سب ہے ایک ہستی کا ظہور
یہ مجھسے نہ پوچھ پھر وہ ہستی کیا ہے

جینا تھا جسقدر رہین دنیا مین جی لیئے
ساغر کبھی طرح کے ملے اور پی لیے
غم بھی رہا خوشی بھی تخیل بھی فکر بھی
جاتے ہین اب کہ آئے تھے ہم بس اسی لیے

طاقت وہ ہی پائدار جو سلطانی ہے
اُس جاہ حکمت جہان زر افشانی ہے
تعلیم [illegible] سکھلائے ہنر
اچھی ہے وہ تربیت جو روحانی ہے

انسان چاہے جو بات اچھی چاہے
بدیون سے محترز ہو نیکی چاہے
شیطان سے وہ فلاسفی ہے منسوب
جسکا مطلب ہے کہ وہ جی چاہے

پاکیزگی نفس کی دشمن ہی ہے
انسان کو خراب کرنیوالی شئی ہے
شیطان کی ہے پرائیویٹ سکرٹری
مسلم اور اسکو منہ لگاتی ہے ہے

یہ دربار ہے خالق دو جہان کا
ادب اپنا سکھ بیٹھائے ہوئے ہے
نہ سمجھو کہ حاضر نہین حق تعالیٰ
یہ عالم خود آنکھین جھکائے ہوئے ہے

اوہام کے ہاتھ سے نہ ایذا سہیئے
ہے پیش نگاہ جلوۂ ارض و سما
بندون کے نہین خدا کے ہو کر رہیئے
سبحان اللہ جوش دل سے کہیئے

چیخے چلائے۔ کودے۔ اچھلے کھیلے
حالت تو وہی ہے بلکہ اُس سے بدتر
ہر پھیر کے وہین رہے جہان تھے پہلے
یون منہ سے جو جیکے دل مین آئی کہلے

غلط فہمی بہت ہے عالم الفاظ مین اکبر
یہ روشن ہے کہ پروانہ ہے اسکا عاشق صادق
بڑی مایوسیون کے ساتھ اکثر کام چلتا ہے
مگر کہتی ہے خلقت شمع سے پروانہ جلتا ہے

تعلیم بھی پائی سب کے پیارے بھی ہوئے
لیکن جو یہ نور طبع پایا نہ گیا
دنیا کو بھی خوش کیا ہمارے بھی ہوئے
پھر کیا تم عرش کے جو تارے بھی ہوئے

پینز

یعنی

قطعات دہلی

جلوۂ دربار ھ

سر مین شوق کا سودا دیکھا	دہلی کو سب نے بھی جا دیکھا
جو کچھہ دیکھا اچھا دیکھا	کیا بتلاؤن کیا کیا دیکھا
نظم ہے مجھکو بادۂ صافی	شغل یہی ہے دل کو [illegible]
مانگتا ہون یارون سے معافی	شراب دیکھنے لطف [illegible]
جمنا جی کے پاٹ کو دیکھا	اچھے سے اچھے گھاٹ کو دیکھا
سب سے اونچے لاٹ کو دیکھا	حضرت ڈیوک کناٹ کو دیکھا
پلٹن اور رسالے دیکھے	گورے دیکھے کالے دیکھے
سنگینین اور بھالے دیکھے	بینڈ بجاتے [illegible] دیکھے
خیمون کا ایک جنگل دیکھا	اُس جب [illegible] دنگل دیکھا
برہما اور ورنگل دیکھا	عزت خواہون کا دنگل دیکھا
سڑکین تھین ہر کمپ سے جاری	پانی تھا ہر [illegible] سے جاری
نور کی موجین لمپ سے جاری	تیزی [illegible] سب سے جاری

کچھہ چہرون پر مردی دیکھی
اچھی خاصی سردی دیکھی

کچھہ چہرون پر زردی دیکھی
دل نے جو حالت کر دی دیکھی

ڈالی مین نارنگی دیکھی
بیرنگی بارنگی دیکھی

محفل مین سارنگی دیکھی
دہرگی رنگا رنگی دیکھی

اچھے اچھون کو بھٹکا دیکھا
منہ کو اگرچہ لٹکا دیکھا

بھیڑ مین کھاتے جھٹکا دیکھا
دل دربار سے اٹکا دیکھا

ہاتھی دیکھے بھاری بھرکم
زرین جھولین نور کا عالم

اُن کا چلنا کم کم تھم تھم
سیلون تک وہ چم چم چم چم

پُر تھا پہلوئے مسجد جامع
کوئی نہین تھا کسی کا سامع

روشنیان تھین ہر سو لامع
سب کے سب تھے دید کے طامع

سُرخی سڑک پر گُھستی دیکھی
آتشبازی چھُٹتی دیکھی

سانس بھی بھیڑ مین گُھٹتی دیکھی
لطف کی دولت لٹتی دیکھی

چوکی اک چوکھی دیکھی
ہر سو نعمت رکھی دیکھی

خوب ہی چکھی پکھی دیکھی
شہد اور دودہ کی مکھی دیکھی

ایک کا حصہ من وسلوا
ایک کا حصہ بھیڑا اور بلوا

ایک کا حصہ تھوڑا حلوا
میرا حصہ دور کا جلوا

اوج برٹیش راج کا دیکھا
رنگ زمانہ آج کا دیکھا

پرتو تخت و تاج کا دیکھا
رخ کرزن مہداج کا دیکھا

پہنچے پھاند کے سات سمندر
حکمت و دانش اُنکے اندر

تخت مین اُنکے بیسیون بندر
اپنی جگہہ ہر ایک سکندر

اَوجِ بخت مُلاقی اُن کا

چرخِ ہفت طباقی اُن کا

محفل اُن کی ساقی اُن کا — آنکھین میری باقی اُن کا

ہم تو اُنکے خیر طلب ہین — ہم کیا ایسے ہی سب کے سب ہین
ان کے راج کے عمدہ ڈھب ہین — سب سامانِ عیش و طرب ہین

اگزہبیشن کی شان انوکھی — ہر شے عمدہ ہر شے چوکھی
اقلیدس کی ناپی جوکھی — من بھر سونے کی لاگت سوکھی

جشن عظیم اس سال ہوا ہے — شاہی فورٹ مین بال ہوا ہے
روشن ہر اِک ہال ہوا ہے — قصۂ ماضی حال ہوا ہے

ہے مشہورِ کوچۂ و برزن — بال مین ناچین لیڈی کرزن
طائرِ ہوش تھے سب کے پرزن — رشک سے دیکھ رہی تھی ہر زن

ہال مین چمکین آ کے یکایک — زرین تھی پوشاک جھکا جھک
محو تھا اون کا اوج سما تک — چرخ پہ زہرہ اُنکی تھی گاہک

گو رقاصۂ اوجِ فلک تھی — انمین کہان یہ نوک و پلک تھی
اندر کی محفل کی جھلک تھی — بزمِ عشرت صبح تلک تھی

کی ہے یہ بندش ذہن رسا نے — کوئی مانے خواہ نہ مانے
سنتے ہین ہم تو یہ افسانے — جس نے دیکھا ہو وہ جانے

خدا جانے کہا کس نے یہ کسدن عقلِ مسلم سے — کہ مشرق کو نظر آتا نہین مغرب سے چھٹکارا
گئی دنیا تو پھر ہم دین کو اب کیون لگا رکھین — بڑا معلوم ہوتا ہے مسائل کا یہ پشتارا
مضر ہین مذہبی قیدین مناسب ہے شکست انکی — فراہم ہین مگر یہ مولوی ان کو نہین چارا
وہ چھانٹے دیجیے انکو حکیمانہ طریقون سے — کہ جلکر راکھہ ہی ہو جائے مذہب کا انگارا
چلے مقراض تدبیر ایسے پیچیدہ طریقون سے — کہ جڑ کٹ جائے مذہب کی یہ گو ہو منہدم سارا
عمل جاتا رہے بالکل فقط الفاظ رہ جائین — انھین بھی پست کردے مغربی حکمت کا نقارا

ترقی پائیگی قوم آپ کی پہر دور گردون مین
قیامت کرگئی قومی ترقی گوشِ مسلم مین
اگر آن شاہدِ مغرب بہ دست آرد دلِ مارا
مصلے کو غرض تہ کرکے اوٹھا عابدِ مشرق
ادہر تحریر اودہر اپیچ اودہر سازش اُودہر بندش
نتائج پر نظر کب مردِ عاشق تن کی ہوتی ہے
دو ورزہ پالسی نے اُسطرف سے تقویت دیدی
ڈنرِ عہدے تبسم مشورے۔ وعدے۔ بتِ گیسو
حواس ظاہری کے دام سے بچنا ہوا مشکل
وہ ٹوٹے۔ یہ گرے۔ وہ پہسلے۔ یہ جت اُنکو غش آیا
حریفانِ طرب آگین نے چہیڑا ساز عشرت کو
بتون کے عشق مین پڑ ہی چکے تہے عقل پتہر
غریبون۔ دردمندون بیکسون کو دل کی کیا ہتی
نہ حالی کی مناجاتون کی پروا کی زمانے نے
زبانِ حال سے فریاد تہی یہ اہلِ تمکین کی
فغان زین سحرفن دلکش مسانِ آفتِ ایمان
ہوا سب کو تعجب کیون ہوئین حالتین پیدا
وہ پروے کے بڑے حامی تہے طاعت گزار تہے
حباب آسا جو آسانی سے ٹوٹا گنبدِ مذہب
سنا سب کچہہ مگر دیکہا جو بالآخر تو کیا دیکہا
ادہر شیرازۂ قومی کو ہم ہین توڑتے جاتے

عجب کیا ہے کہ پہر بہنے لگے اقبال کا دہارا
لگا کہنے زہے نعمت اگر حاصل شود مارا
بچشمِ مست او بخشیم تسبیح و مصلّی را
جو طاقت آگئی تہی دل مین اُس طاقت سے للکارا
اسے جبر کا اُسنے ڈانٹا اِسے گا نٹہا اُسے مارا
وہ سمجہے ہین نئی اک قوم کا بنجاؤن گا دارا
ادہر بجنے لگا فتح و ظفر کا پہر تو نقارا
وہ گیسو جس سے پہیلی بوے مستِ عنبر سارا
کجا مومن حورین اور کجا پریون کا نظارا
نہ ایمان مین رہی طاقت نہ دل مین ضبط کا یارا
بچایا سب نے مضراب ہوس سے وار دا وارا
ہنسون کا بے تکلف چڑہ گیا ہر قلب پر پارا
وہ حالت پیش آئی تہی کہ جس سے موم ہو خارا
نہ اکبر کی ظرافت سے رکے یارانِ خود آرا
کہ اے نظمِ جہان را حافظ داری عوض را دا
چنان بردند صبر از دل کہ ترکان خوان یغمارا
نہ تہا یہ مطلبِ سید کہ اس رخ پر چلے دہارا
وہ خواہان تہے کہ چمکے اوج پر اسلام کا تارا
تو کیا اقبال و عزت کا ادہر بہنے لگا دہارا
وہی اینٹین وہی پتہر وہی چونا وہی گارا
اُدہر بازی حریفون کی ہی ہاتہہ اُنکے ہی لو پارا

نتیجے ہمنے خود آنکھون سے دیکھے روز روشن ہین — فلک نے سرکشون کو خاک ناکامی پہ دے مارا

کہین تحقیر مذہب کی کوئی تعظیم کرتا ہے — بجھاکر نور دل کو کب ہے چمکا بخت کا تارا

بہت ہے غفلت و ترکِ عمل دنیا مین یہ مانا — عقیدہ اصل ہے لیکن وہ ہونا چاہیے پیارا

مدارِ خیر خواہی ترک مذہب پر نہین ہرگز — ہر اک نے دل سے انگلش کی ہی لائلٹی کا دم مارا

نہ تہا یہ مطلب سارہ کہ اسمٰعیل کافر ہو — حریفانہ نہو انداز مطلب تہا یہی سارا

جب اپنی ہسٹری ہم بہول جائینگے تو کیا ہوگا — خدارا اک نظر اُس سین کا کرتے تو نظارا

صلوٰۃ بے وضو ہے رو رہی ہے اُسطرف مسجد — ادہر قرآن بے رغبت سے دل مذہب کا سیپارا

مشینین چل رہی ہین اور کسی کی کچہ نہین چلتی — ادہر ہین بے سچلے کندے اُدہر ہے برق وش آرا

خود اپنی قوم کی تحقیر کرنا اسکے کیا معنی — یہ کس جادو نے بچون کو کیا خود بین و خود آرا

کہین اطفالِ نادان ہین کہین پیرانِ سبطیا قیست — یہ غوطے کہاتے ہین فقرے مین آتا ہے وہ بیچارا

یہ اخلاقی یہ روحانی بنائین ٹوٹتی کیون ہین — یہ نفس مطمئنہ پر ہوا کیون غالب امّارا

یہ کس کل کے بنینگے جزو کہو کر اپنی ملت کو — مگر ہان اپنے بیلون مین ملالے کوئی بنجارا

ہمارے حکمران تو جرتچ مین سرگرم طاعت ہون — تو ہم بندے پہرین کیون دشت بیدینی مین آوارا

عمل مطلوب ہی بیشک مگر نور اپنا کیون کہوئین — زمانے کو ہے گردش ہم نہین ثابت سے سیارا

ہوالاول ہوالآخر یہ شہدِ روح پرور ہے — پہر و آزاد ہو کر یہ ہے بالو کا شکرپارا

ہٹایا کیون نہین جاتا یہ نقش جانفزا و لیر — کہ رُوحانی ترقی مین ہوٹر کا عرش کا تارا

بہت فکر اسکی ہے د نرات گو قومی بزرگون کو — مگر کمزور یہ موجین اُدہر غفلت کا ہے دہارا

ہین پیچیدہ بحثین پیش کرنے کو تہا آمادہ — کہ اتنے مین جناب حضرتِ حافظ نے للکارا

حدیث از مطرب و می گو و راز دہر کمتر جو
کہ کس نکشود و نکشاید بحکمت این معما را

قدیم وضع پہ قایم رہون اگر اکبر — تو صاف کہتے ہین سید یہ رنگ ہے میلا

جدید طرز اگر اختیار کرتا ہون
جو اعتدال کی کہیئے تو وہ ادہر نہ اُدہر
ادہر یہ ضد ہے کہ لیمنڈ بھی چہو نہین سکتے
اودہر یہ ہے دفتر تدبیر و مصلحت نا پاک

خود اپنی قوم مچاتی ہے شور و واویلا
زیادہ حد سے دیئے سب نے پاؤن ہین پہیلا
اُدہر یہ دہن ہے کہ ساقی صراحی مے لا
اُدہر ہے وحی ولایت کی ڈاک کا تہیلا

غرض دوگونہ عذاب است جان مجنون را
بلائے صحبت لیلیٰ و فرقت لیلیٰ

یہ تسبیح و تکبیر و حمد و دعا
یہ پلٹن کے گورے یہ اتوار کو
اگر یہ کہو ہین وہ بالکل وحوش
جب اڈورڈ ہفتم ہوے تہے علیل
کمی کی نہ اسٹیٹ نے خرچ مین
وہ جنرال کہ دیتی تہی جن سے زمین
ہوے جنگ سے زار اندیشہ ناک

ہے نورِ دلِ بندگانِ خدا
سجاتے ہین گرجا کے دربار کو
تو دیکہو کہ عابد ہین حضرت لیٹوش
تو کی قوم نے یادِ ربِ جلیل
دعائین ہوئین دہوم سے چرچ مین
ہین گرجا مین راکع مع الراکعین
گرے سجدہ مین پیش اللہ پاک

سر پادشاہان گردن فراز
بدرگاہ او بر زمین نیاز

ہمنشین کہتا ہے کچہہ پروا نہین مذہب گیا
نیشنل فیلنگ تو ہم مین کبہی تہی ہی نہین
ہے عقیدون کا اثر اخلاقِ انسان پر ضرور
پیٹ مین کہانا زبان پر کچہہ مسائل ناتمام
منقلب ہوتے ہین ہیہیم طالب العلمون کے کورس
اتحادِ معنوی انگلین برائے نام ہے

مین یہ کہتا ہون کہ بہائی یہ گیا تو سب گیا
اتحادِ دین فقط باقی رہا تہا اب گیا
اسکی کہہ کیا چیز ہو گی ورنہ بشیب و ب گیا
قوم کے معنی گئے اور روح کا مطلب گیا
کورس ہی رخصت ہوا اسکا زمانہ جب
دیکہتے ہو اک گروہ اک راہ ہو کر کب

بعد ازین کیا حشر ہوگا یہ تو سوچو دوستو
اس سے نفرت انکو! ایسی مستقل تازی زبان
مجلس دنیا مین کس صف کے بنو گے مستحق
نوکری کے باب مین وہ پالسی قایم نہین
ہم یہی کہتے ہین صاحب سوچلو انجام کا

جو اٹھا پھر ہلاک ملت و مشرب گیا
حیف! اسلم سے خیال معنی و مغرب گیا
دور ہوا و لارڈ سے اور پرتو یارب گیا
ہوش مین آؤ وہ رنگ روز و رنگ شب گیا
دوسرا پھر کیا ٹھکانا ہے اگر مذہب گیا

اک لعبت چین کو لندن سے جو بیاہ کے لائے مقاعین
احباب نے تیر مطاعن سے انکے دل کو مجروح کیا
باپ انکے یہ بولے کشتی مری - واللہ ڈبو دی ہائے غضب
اس لڑکے نے صحبت بد پا کر یہ کار ابن نوح کیا
تعلیم کو مین نے بھیجا تھا تزویج کی اس نے ٹھیرائی
ممدوح تو بننا بھول گیا بس اپنے تئین منکوح کیا
لڑکے نے جواب مین عرض کیا اے قبلہ و کعبہ سنئیے تو
یہ کون برائی مین نے کی جو فاتح کو مفتوح کیا

بسان خود فروش آخر فرستادند این بلہا
نشاط طبع برہم شد شکست آن رنگ محفلہا
طلب کردند زر چندانکہ خون افتاد در دلہا
الا یا ایہا الساقی ادر کاسا و ناولہا
کہ عشق آسان نمود اول ولے افتاد مشکلہا

ادھر بے علم دین سے ہے نور ایمان قلب سے زائل
ادھر ہے نوکری دشوار جگر مین ہے ہر سائل
ادھر کالج کا بیڑا پار کرنے پر ہے دل مائل
شب تاریک و بیم موج و گردابے چنین حائل
کجا دانند حال ما سبکساران ساحلہا

نہ قید شرع باقی ہے نہ آزادی کی ہے کچھ حد
بزرگون کا یہی فتوی ہے کہ پڑھ قانون سید
نہین کچھ گفتگو اس باب مین یہ نیک ہی یا بد
بمے سجادہ رنگین کن گرت پیر مغان گوید

که سالک بیخبر نبود ز راه و رسم منزلہا

کہانکی پیش بنی جب طبیعت ہی نہ تہی حاضر — بمقیم دیر تہے دلچسپ تہی بزم بتِ کافر
نہ تہا کچہہ پاس ایمان و دل کی تہی مدّ نظر خاطر — ہمہ کارم ز خود کامی بہ بدنامی کشید آخر

نہان کے ماند آن رازے کزو سازند محفلہا

جو ہونا چاہتا ہے بد ہنچا ماہِ نو حافظ — نہ کر آرام رہ راہِ طلب مین تیز رو حافظ
لگائے رہ اُسی سے رات دن تو اپنی لو حافظ — حضوری گر ہمی خواہی از و غافل مشو حافظ

متی ما تلق من تہوی دع الدنیا و اہملہا

آئینہ نقطِ خدا ہے بیبیون سفیہوم کا — اور از الجملہ مرادف ہے یہ نامعلوم کا
سب کا حصہ قوت و حالت کے لائق ہی ہیان — بس یہی مطلب تو ہے اے مہربان مقسوم کا

پیر و مرشد نے کیا قوم مین بچپن پیدا — وہ یہ سمجہے تہے کہ ہو جائیگا جوبن پیدا
وہ تو پیدا نہ ہوا۔ ہاتہ سے لڑکون کے مگر — ہو چلے دین کی دیوار مین روزن پیدا

پستیٔ قوم کے جب آ گئے دن اے اکبر — اونچے درجون مین ہوے عقل کے دشمن پیدا
دین کیا چیز ہے شیرازۂ قومی ہے فقط — جس سے ملت کی ہے اک صورت احسن پیدا
آج ہوتا نہین اسکا ضرران کو محسوس — ہو رہے ہین ابھی کچہہ لالۂ و سوسن پیدا
بالیقین آئیگا اس باغ پہ ایسا اک وقت — کر چلینگی روشین نشتر و سوزن پیدا

صورت برگ خزان دیدہ پہرینگے اُڑتے — نہ بہار آئیگی پہر ہو گا نہ گلشن پیدا
باپ کے خون سے ہو گی جو جمیعت زائل — ہو نگے اطفال بہی بیغیرت و کودن پیدا

کاہ کی طرح سے اُڑ جائینگے دینی اعمال — اختلافات کے ہو جائینگے خرمن پیدا
ظلمتِ جہل سے گہر جائینگے دل کے اطراف — سینون مین ہو نہ سکینگے دل روشن پیدا

کون کہتا ہے کہ انگلش کا نہ ہو دل سے مطیع — کون کہتا ہے نہ کر الفت و لندن پیدا
کون کہتا ہے تکلف سے نہ کر زیست بسر — کون کہتا ہے نہ کر وضع مین جوبن پیدا

کون کہتا ہے کہ تو علم نہ پڑھ عقل نہ سیکھ — کون کہتا ہے نہ کر حسرتِ لندن پیدا
بس یہ کہتا ہون کہ ملت کے معانی کو نہ بھول — راہِ قومی کا تو خود ہی نہ ہو رہزن پیدا
قوم قوم آٹھ پہر سنتے ہین ہم۔ قوم کہان — تار باقی نہین تو کرتا ہے دامن پیدا
مذہبی شاخ فقط ہے تری قومی ہستی — یہ جو ٹوٹی تو نہین کوئی نشیمن پیدا
کچھ گھروندا نہین نیشن کہ بنا لین لڑکے — فطرتی طور پہ خود ہوتی ہے نیشن پیدا
سلف ریسپکٹ کا پھر یاد رہے گا نہ سبق — پھر نہین ہونے کی یہ بحث تو و من پیدا
بزمِ تہذیب سے ہو جائینگے قطعاً خارج — حس ہی باقی نہ رہیگا کہ ہو شیون پیدا

بیشک نئی روشنی سے بہتر ہے کہین — انسان کے لیے کرسچین ہو جانا
یزدان کا خیال تو دلاتا ہے وہ دین — ہے کفر صریح اہرمن ہو جانا
مرشد کہتے ہین تو ہے نادان اے دوست — بات اور ہے صاحبِ سخن ہو جانا
میری چالین بھی ہین اُسی کی تمہید — سکھلاتے ہین پہلے بے دہن ہو جانا
ساکت کر دیگی ان کو جب بے علمی — آسان ہوگا اُدھر وطن ہو جانا

سنہ ۱۸۷۷ء

سید سے آج حضرتِ واعظ نے یہ کہا — چرچا ہے جابجا ترے حالِ تباہ کا
سمجھا ہے تو نے نیچر و تدبیر کو خدا — دل مین ذرا اثر نہ رہا لا الٰہ کا
ہے تجھ سے ترکِ صوم و صلوٰۃ و زکوٰۃ و حج — کچھ ڈر نہین جنابِ رسالت پناہ کا
شیطان نے دکھا کے جمالِ عروسِ دہر — بندہ بنا دیا ہے تجھے حُبِّ جاہ کا
اُس نے دیا جواب کہ مذہب ہو یا رواج — راحت مین جو مخل ہو وہ کانٹا ہے راہ کا
افسوس ہے کہ آپ ہین دنیا سے بےخبر — کیا جانتے جو رنگ ہے شام و پگاہ کا
یورپ کا پیش آئے اگر آپ کو سفر — گذرے نظر سے حال رعایا و شاہ کا

وہ آب و تاب و شوکت ایوان خسروی
وہ محکموں کی شان وہ جلوہ سپاہ کا

آئے نظر علوم جدیدہ کی روشنی
جس سے خجل ہے نور رخ مہر و ماہ کا

دعوت کسی امیر کے گھر مین ہو آپ کی
کم سن مسوں سے ہو کر ہو الفت کا چاہ کا

تو خیز دلفریب گل اندام نازنین
عارض پہ جھکے بار ہو دامن نگاہ کا

رکھیئے اگر تو ہنسکے کہے اک بت حسین
قول مولوی یہ بات نہین ہے گناہ کا

اُسوقت قبلہ جھک کے کرون آپ کو سلام
پھر نام بھی حضور جو لین خانقاہ کا

پتلون و کوٹ و بنگلہ و بسکٹ کی دھن بندہے
سودا جناب کو بھی ہو ٹر کی کلاہ کا

ممبر بنے یون تو بیٹھکے گوشے مین الجناب
سب جانتے ہین وعظ ثواب و گناہ کا

گرمی بحث مین انور نے یہ اکبر سے کہا
کہ رہ احمد مرسل پہ توقف کم نہ رہا

رہ گئی ہے فقط اوہام پرستی تجھہ مین
بادۂ جہل کی بس آگئی مستی تجھہ مین

نہ مقاصد مین بلندی نہ خیالات صحیح
بحر عصیان و تعصب مین تو ڈوبا ہے صریح

سخت ناعاقبت اندیش ہین شیخ و ملا
قوم برباد ہوئی جاتی ہے کھُلم کھُلا

کہا اکبر نے یہ الزام ہے بےشبہہ درست
تو ہے مجھسے بھی زیادہ مگر اس راہ مین سست

کبر و تزئین و تجمل سے سمجھے ہے بس کام
دل مین انکار ہے اور لب پہ ہے نام اسلام

طاعت حق کی ترے قافلے مین گرد نہین
نفس سرد نہین ہے دل پر درد نہین

ہم اگر پختگی سے جاتے ہین خامی کیطرف
ترا میلان ہے الحاد و غلامی کی طرف

تو بھی اُس رنگ سے محروم ہے ہم بھی محروم
صادق آتا ہے یہی قول شہید مرحوم

اے صبا بایہ سودا نہ تو داری و نہ من
بوئے آن زلف چلیپا نہ تو داری و نہ من

نامہ بنام اودھ پنچ سنہ ۱۸۷۷ع

اے گوہر مخزن ظرافت
وے جوہر معدن لطافت

سرمایۂ انبساطِ خاطر — تسکینِ دل و نشاطِ خاطر
دیباچۂ دفترِ فصاحت — عنوانِ صحیفۂ بلاغت
خلّاقِ معانیِ طرب خیز — کشّافِ رموزِ عشرت انگیز
ہادیِ وادیِ دانش آموز — گوہر افشان و گوہر اندوز
زینت دہِ شاہدِ تکلّم — آئینۂ خندہ و تبسم
سرچشمۂ قول و وعظ و گفتار — گنجینۂ وعظ و پند و اسرار
اے فخر دہِ زبانِ اُردو — وے اوج دہِ نشانِ اُردو
رنگینی مین غیرتِ گلستان — شوخی مین حریفِ برقِ تابان
کیا خوب ہے نسخۂ اودہ پنچ — محبوب ہے نسخۂ اودہ پنچ
دن رات یہی ہین اب تو چرچے — پرچاتے ہین دل کو اسکے پرچے
ہے خلقِ خدا قتیل اس کی — حاسد کا حسد دلیل اس کی
معقول مزاج ہے تو یہہ ہے — شرعًا جو مباح ہے تو یہہ ہے
ہر چند کہ زجر بیشتر ہے — گو فقرۂ طعن نیشتر ہے
لیکن وہ قند مین گھلا ہے — یہ آبِ حیات مین بجھا ہے
وہ شربتِ حفظ و عقل و ایمان — یہ مژدہ دلون کو ہے رگِ جان
بگڑے ہوے بنگئے ہنسی مین — حکمت ہے تو ایسی دل لگی مین
ہر کس کہ بدید گفت خواست — باللہ مفرح القلوب است
رندون کی زبان ہین پند دلخواہ — سبحان اللہ واہ واہ واہ
ہر چند کہ طرزِ پنچ لندن — بے شبہ ہے دلپسند و پُرفن
لیکن وہ نقشِ اولین ہے — نسبت اس سے اسکو نہین ہے
ماشاء اللہ یہ نقشِ ثانی — بہتر ہے بصورت و معانی

وہ پیر معمر کہن سال
یہ خیر سے نونہال اقبال

وہ اک گل صد بہار دیدہ
یہ غنچۂ تازہ نو دمیدہ

مولود سعید مریم طبع
عیسیٰ دم و گوہر یم طبع

لطف شام اودھ ہے اس سے
روشن نام اودھ ہے اس سے

اک نور ہے مہر لکھنؤ کا
اختر ہے سپہر لکھنؤ کا

وہ سرو برنگ آتش گل
یہ گرم بیان آہ بلبل

بحثِ مضمون مین وہ اگر پیچ
یہ حلّ نکات مین ہے سرپیچ

وان بازوے فکر سست بنیاد
یہان خامۂ نیزۂ چمن زاد

کیسا خامہ زبانِ معنی
کیا ذکر زبان کہ جانِ معنی

اُٹھنے مین نگاہ چشم جادو
چلنے مین حریف تیغ ابرو

مفتاح خزینۂ تصور
نقاش نگینۂ تصور

کہتا اسے شمع کب روا ہے
اوصاف مین شمع سے سوا ہے

وہ چہرہ نماے بزم صورت
یہ پردہ برافگن حقیقت

ہر چند کہ سرمہ در گلو ہے
تاہم سرگرم گفتگو ہے

رعنا و لطیف و شوخ و بیباک
سرگرم و حریف و چست و چالاک

مشاطۂ شاہد معانی
بانیِ بناے خوش بیانی

پیچیدگیون مین حرف زن ہے
شانہ کش گیسوے سخن ہے

آزادی کا فخر اوسے اگر ہے
یہان فخر اس سے زیادہ تر ہے

یعنی کہ وہ مطلق العنان ہے
بیقید ہر ایک سو روان ہے

وہان طبع کو زور لاتخف ہے
دقّت تو جو ہے وہ اسطرف ہے

زنجیر خرد کی پاے بندی
باقاعدہ شرح دردمندی

تار نظر حسود بدکیش — ہر گام پہ مثل وام در پیش
کوتہ نظران پست فطرت — سرگرم شرارت و عداوت
وان شاخ شجر پہ ہے ترانہ — یان دیدۂ دام آشیانہ
کیونکر نہ ہو وا عائے اعجاز — کھولے ہین قفس مین بال پرواز
کی سیر دو عالم اک نفس مین — پھر دیکھیے تو اسی قفس مین
دریا قطرے مین موجزن ہے — غنچے مین بہار صد چمن ہے
ہے نوک سنان پہ نقش پرواز — رقصان دم تیغ پر بصد ناز
شعلونکے ہجوم مین سمندر — امواج مین ماہی قوی پر
کیا کثرت خار سے خطر ہے — یان دوش نسیم پر سفر ہے
پابندی کاکب ہے یان تاسف — یوسف زندان مین بھی ہے یوسف
جلوہ ہے وہی وہی تجلی — شوکت ہے وہی وہی تسلی
پابند جو یوسف سخن ہے — پھیلی ہوئی بوے پیرہن ہے
ہر رنگ مین ہے بہار معنی — ہر لفظ ہے پردہ دار معنی
ہر نکتہ ہے نکتۂ بصیرت — ہر حرف ہے کاشف حقیقت
صرصر کے جور سے بری ہے — یہ شاخ خزان مین بھی ہری ہے
وہ مہر فلک سے منفعل ہے — یان روشنی دماغ و دل ہے
دریوزہ گری پہ اوسکی اوقات — یہان قطب صفت ثبات ذرات
جنسے آسیب کا تھا کھٹکا — اُن دیوون نے خوب سر کو پٹکا
غالب تھا اثر مین اسم اسکا — ٹوٹا نہ کبھی طلسم اس کا
ہوتے نہ جو رشک سے دو جبین — حساد بھی صاد کرتے بالعین
سنئے اک اور نکتۂ خوب — آزادی گفتگو ہے معیوب

لاتا ہون دلیل شاعرانہ
منہ کے اندر زبان جڑی ہے
بتیس جوان سخت طینت
ہین مثل سفید دیو بیباک
جدسے جوڑے ہے زبانِ گفتار
پہلو مین جو اِن کے ہمنشین ہو
کہتا ہی وہ ہو ملائم و تر
تو ہے کے جیسے کمان سہی لایئن
اس قید مین جب کہ یہ زبان ہے
باریک ہے گو یہ نکتہ اید ل
مرضی تہی خدا سے جسم وجان کی
دل مین جو آئے بک نہ جاؤ
دریائے خیال موج زن ہے
ہے شارع عام حق و باطل
گذرے جو خیال بد بلا کد
باطل پہ نہ جاؤ حق کو سن لو
خاموش بس اے زبانِ خامہ
ہر چند یہ عالم سخن ہے
ہر گوشے مین وسعتِ فلک ہے
ہر گام یہ ہین چمن ہزارون
ہر برگ گل سخن مین سو رنگ

دیکھو قدرت کا کارخانہ
دانتون کے حصار مین پڑی ہے
استادہ ہین مائلِ اذیت
طامع جابر حریص سفاک
دوڑین اُسے کاٹنے یہہ خونخوار
وہ نوک خلال سے حزین ہو
دانا پلٹتا ہے زمین آکر
سختی کا انہین مزا چکہایئن
آزادی گفتگو کہان ہے
لازم ہے سمجھ لین اس سے عاقل
محدود ہون شوخیان زبان کی
ہشیار چلو بہک نہ جاؤ
وقفِ یزدان و اہرمن ہے
ناظر اسکی ہے فکر عاقل
بازو سے خرد سے بس کرو رد
کانٹون کو ہٹا کے پہول چن لو
منظور نظر ہے ختم نامہ
یان فیضِ ازل ضیا فگن ہے
ہر ذرہ مین مہر کی چمک ہے
ایک اک مین گلِ سخن ہزارون
ہر رنگ مین لاکہہ لاکہہ نیرنگ

نیرنگ ایسی کہ عقل حیران
حیرت ایسی کہ نورِ عرفان

ہر سمت ہزار میکدے ہین
ہر ایک مین لاکھہ خم بھرے ہین

ہر خم مین شراب ارغوانی
یعنی رنگینیِ معانی

ایک قطرہ سے طبع ہو جو ممتاز
سینہ بن جاے مخزنِ راز

وہ راز کہ دل ہو محوِ مستی
مائل ہو سوے سخن پرستی

ہو طول جو سلسلہ سخن کا
ہمسر ہو زلف پرشکن کا

پر طول بیان سے فائدہ کیا
اس صرف زبان سے فائدہ کیا

بس بس اب روک لی زبان کو
کافی ہے اشارہ نکتہ دانکو

ہو کر آمادہ جان و دل سے
ہو محوِ دعا زبان و دل سے

جبتک ہے رباطِ عناصر
رنگینیِ نقش لوحِ خاطر

جبتک کہ یہہ نظم بیت ہستی
موزون ہے براے خود پرستی

جبتک ہے مسدس جوانب
برہان مشارق و مغارب

جب تک کہ ہے روح کا لطیفہ
انفاس کا ہر نفس وظیفہ

ہو پرچہ دلفریب و زیبا
ہو مونس جانِ ناشکیبا

تحریک سے مس کو زر بنائے
ٹھہرے تو دل کو گھر بنائے

ہر جامے مین لاجواب نکلے
ہر رنگ مین انتخاب نکلے

ہو موزِ دل یگانہ و غیر
بنجاے چراغ و کعبہ و دیر

جبتک کہ اثر ہے کاف و نون کا
مفتون ہو ہر ایک اس فسون کا

پروانہ اسے چراغ سمجھے
بلبل دیکھے تو باغ سمجھے

خورشید کا نور جس طرف ہو
ذرّون کی کشش اسی طرف ہو

اے حافظ و خالق اودہ پنچ
خوش دل رہین عاشق اودہ پنچ

اپنی اپنی مراد پائین
ہر مشتری بلند فطرت
محتاج ہو سیم کا نہ زر کا
احباب جو اسکے ہین معاون
ظراف و متصفت لطائف
سرسبز ہون گلشن جہان ہین
رنگین طبعی سے گل کھلائین
پیدا ہون وہ گوہر مضامین

دیکھین جب دل کو شاد پائیں
پاسے دور قمر ہین رفعت
مورد ہو بلندی نظر کا
عالی منشان نیک باطن
طباع و مصور کو الفت
خرم پھرین باغ و بوستان ہو
چشم بد بین کو خون رلائین
دریا کے ہو لب پہ شور تحسین

بیساختہ بول اوٹھین سخنور
اللہ رے طبع و فکر اکبر

(اور وہ بیخ سبحان اللہ سبحان اللہ)

گفتمش تارکِ مذہب شوم و خوش باشم
خلق را فائدہ نیست ازین جنگ و جدال
گفت خاموش کہ دین است مدارِ ملت
عیب مذہب ہمہ گفتی ہنرش نیز بگو

منصبے چند ہوس دارم و القاب چند
یک دعا ہست درین محفل و ثنائے چند
ترک این راہ مکن از پے خود کامے چند
نفیِ حکمت مکن از بہرِ دلِ عامے چند

سنہ ۱۹۰۷ء

برق کلیسا

رات اُس مس سے کلیسا مین ہوا مین جو دوچار
زلف پیچان مین وہ سج دہج کہ بلائین بھی مرید

ہائے وہ حسن وہ شوخی وہ نزاکت وہ ابھار
قدِ رعنا مین وہ چم خم کہ قیامت بھی شہید

آنکھین وہ فتنۂ دوران کہ گنہگار کرین
گرم تقریر جسے سننے کو شعلے لپکے
دلکشی چال مین ایسی کہ ستارے رک جائین
آتشِ حسن سے تقوی کو جلانے والی
پہلوئے حسن بیان شوخی تقریر مین غرق
پسکیا ٹوٹ گیا۔ دل مین سکت ہی نہ رہی
ضبط کے عزم کا اُسوقت اثر کچھ نہ ہوا
عرض کی مین نے کہ اے گلشنِ فطرت کی بہار
تو اگر عہدِ وفا باندہ کے میری ہو جائے
شوق کے جوش مین مین نے جو زبان یون کھولی
غیر ممکن ہے مجھے اُنس مسلمانون سے
لن ترانی کی یہ لیتے ہین نمازی بنکر
کوئی بنتا ہے جو مہدی تو بگڑ جاتے ہین
گل کھلائے کوئی میدان مین تو اترا جائین
مطمئن ہو کوئی کیونکر کہ یہ ہین نیک نہاد
دشمنِ صبر کی نظرون مین لگاوٹ پائی
عرض کی مین نے کہ اے لذتِ جان راحتِ روح
شجرِ طور کا اس باغ مین پودا ہی نہین
اب کہان ذہن مین باقی ہین براق و رفرف
ہم مین باقی نہین اب خالدِ جانباز کا رنگ
یان نہ وہ نعرۂ تکبیر نہ وہ جوشِ سپاہ

گال وہ صبحِ درخشان کہ ملک پیار کرین
دلکش آواز کہ سنکر جسے بلبل چہکے
سرکشی ناز مین ایسی کہ گورنر جھک جائین
بجلیان لطفِ تبسم سے گرانے والی
ٹرکی و مصر و فلسطین کے حالات مین بہرق
شُسترتھے تمکین کے جس گت مین وہ گت ہی نہ رہی
یا حفیظ کا کیا ورد مگر کچھ نہ ہوا
دولت و عزت و ایمان ترے قدمون پہ نثار
ساری دنیا سے مرے قلب کو سیری ہو جائے
ناز و انداز سے تیوری کو چڑھا کر بولی
بوئے خون آتی ہے اس قوم کی انسانون سے
حملے سرحد پہ کیا کرتے ہین غازی بنکر
آگ مین کودتے ہین توپ سے لڑ جاتے ہین
پائین سامانِ اقامت تو قیامت ڈھائین
ہے ہنوز انکی رگون مین اثرِ حکمِ جہاد
کامیابی کی دلِ زار نے آہٹ پائی
اب زمانے پہ نہین ہے اثرِ آدم و نوح
گیسوئے حور کا اس دور مین سودا ہی نہین
ٹکٹکی بندہ گئی ہے قوم کی انجن کی طرف
دل پہ غالب ہے فقط حافظِ شیراز کا رنگ
سب کے سب آپ ہی پڑھتے ہین سبحان اللہ

جوہر تیغ مجاہد ترے ابرو پہ نثار
نور ایمان کا ترے آئینۂ رو پہ نثار

اُٹھ گئی صفحۂ خاطر سے وہ بحث بد و نیک
وہ دوئی ہو رہے ہین کہتے ہین اللہ کو ایک

سوج کوثر کی کہان اب ہے مرے باغ کے گرد
مین تو تہذیب مین ہون پیر مغان کا شاگرد

مجھ پہ کچھ وجہ عتاب آپ کو ایجاب نہین
نام ہی نام ہے ورنہ مین مسلمان نہین

جب کہا صاف یہ مین نے کہ جو ہو صاحب فہم
تو انکا کو دل نازک سے یہ شبہہ یہہ وہم

میرے اسلام کو اک قصۂ ماضی سمجھو
ہنسکے بولی کہ تو پھر مجھکو بھی راضی سمجھو

ڈالدے جان معانی مین وہ اُردو یہ ہے
کروٹین لینے لگے طبع وہ پہلو یہہ ہے

ایک بوڑھا نحیف و خستہ و زار
اک ضرورت سے جاتا تھا بازار

ضعف پیری سے خم ہوئی تھی کمر
راہ بیچارہ چلتا تھا جھک کر

چند لڑکون کو اُسپہ آئی ہنسی
قد پہ پھبتی کمان کی سوجھی

کہا اک لڑکے نے یہ اُس سے کہ بول
تو نے کتنے کو لی کمان یہہ مول

پیر مرد لطیف و دانشمند
ہنسکے کہنے لگا کہ اے فرزند

پہونچو گے میری عمر کو جس آن
مفت ملجائیگی تمہین یہ کمان

مین نے اکبر سے کہا آئیے حجرے مین مرے
اس چٹائی پہ نمازین پڑھین حسب دستور

چھوڑیئے آپ یہ ہنگامۂ تعلیم جدید
کاٹ ہی دیگا کسی طرح خداوند غفور

بولا جھنجھلا کے کہ ہے سہل جہنم مجھپہ
اسکی نسبت کہ مین کالج مین ہون احمق مشہور

انگلش ڈرس اور کلاہ جو کلہ بزم مین دیکھا
اکبر نے کہا یہ تو خرابی کے ہین آثار

معنی مین بھی ہو جائیگا آخر کو تغیر
تبدیلی صورت کے رہے گرچہ ہی اطوار

خالق کی عبادت سے حجاب آ ہی لگیگا
شرماؤ گے کرتے ہوئے اسلام کا اظہار

بیگانہ و وحشی ہوگے عزیزان وطن سے
بنگلے مین تنہا ہوگے کہین چھوڑ کے گھربار

فائح سے مساوات کی اٹھین گی امنگین — وہ زیست جو آسان تھی ہو جائیگی دشوار
آپس مین بہی تم لوگ موافق نہ رہوگے — ایک ایک کو دیکھیگا بہ اکراہ و بہ انکار
آخر کو رہو گے نہ ادہر کے نہ ادہر کے — انگریز بہی کھنچتے رہین گے قوم بہی بیزار
انور نے کہا صل علیٰ واہ بہت خوب — شک اسمین نہین مدح کے قابل ہے یہ گفتار
لیکن جو یہ تعمیم ہے حضرت کے سخن مین — اسکو تو نہ تسلیم کریگا یہ گنہگار
ہر مذہب و ملت مین ہین اچھے بہی برے بہی — وہ کون فرقہ ہے کہ سب جسمین ہون ابرار
ملبوس و مکان کا جو کیا آپ نے مذکور — اسکے بہی بجا ہونیکا مجھکو نہین اقرار
باطن سے ہے اخلاق حمیدہ کا تعلق — فطرت مین ہے جو نیک وہ بد ہوگا نہ زنہار
اوضاع زمانہ تو بدلتے ہی رہین گے — رکتی نظر آتی نہین دنیا کی یہ رفتار
ہے جسکو ضرورت وہ ضرورت سے ہے مجبور — ہے شوق جسے کیون نہ کیا جاوے وہ مختار
مقصود جو اصلی ہے وہ ہے دل کی درستی — یا ہیٹ و اور کوٹ ہو یا جبہ و دستار
شبہ مرے اس قول کی صحت مین اگر ہو — سن لیجیے سعدی کا یہ ارشاد گہربار

حاجت بہ کلاہ برکی داشتنت نیست
درویش صفت باش و کلاہ تتری دار

عالیجناب شیخ احمد حسین خان صاحب مذاق نے اس نظم کو مطلا چوکھٹے مین اپنے ایوان خاص مین جگہہ دی ہے۔

سنہ ۱۸۹۹ء

منتخب از غزل

بہار آئی کہلے گل زیب صحن بوستان ہوکر — عنادل نے مچائی دہوم سرگرم فغان ہوکر

بچھا فرش زمرد اہتمام سبزۂ تر مین — چلی مستانہ وش باد صبا عنبر فشان ہوکر
عروج نشۂ نشو و نماسے ڈالیان جھومین — ترانے گائے مرغان چمن نے شادمان ہوکر
بلائین شاخ گل کی لین نسیم صبحگاہی نے — ہوئین کلیان شگفتہ روئے رنگین بتان ہوکر
جوانانِ چمن نے اپنا اپنا رنگ دکھلایا — کسی نے یاسمن ہوکر کسی نے ارغوان ہوکر
کیا پھولون نے شبنم سے وضو صحنِ گلستان مین — صدائے نغمۂ بلبل اٹھی بانگِ اذان ہوکر
ہوائے شوق مین شاخین جھکین خالق کی سجدے کو — ہوئی تسبیح مین مصروف ہر پتی زبان ہوکر
زبانِ برگِ گل نے کی دعا رنگین عبارت مین — خدا سرسبز رکھے اس چمن کو مہربان ہوکر

نگاہین کاملون پر پڑہی جاتی ہین زمانے کی
کہین چھپتا ہے اکبر پھول پتون مین نہان ہوکر

قطعہ

مین نے کہا بہت سی زبانین ہون جانتا — مدت تک امتحان دیے امتحان پر
جرمن و فرنچ لیٹن و انگلش پہ ہے عبور — ثابت مرا کمال ہے سارے جہان پر
اک شوخ طبع مس نے دکھائی زبان مجھے — بجلی تھی ابر مین کہ قمر آسمان پر
بولی رہو گے زیست کی لذت سے بیخبر — قدرت نہ پائی تم نے اگر اس زبان پر

ہوئی جو مجھسے یہ فرمایشِ محبت طناز — کہ فنِ شعر مین تو آج ہے بہت ممتاز
لگا دے اِسپہ کوئی مصرعہ حسین و نفیس — زمانہ با تو نسازد تو با زمانہ بساز
کہا یہ مین نے کہ ہے قیدِ حسن و خوبی کی — تو سن یہ شعر نشاط آور و نگاہ نواز
پہنلے سایہ مری جان اوتار کر پیشواز — زمانہ با تو نسازد تو با زمانہ بساز

ناخوش جو ہوا مین اپنی بے قدری پر — اک ناز سے مسکرا کے بولی وہ مس
عزت کا تو کچھ بھی تجھ مین باقی نہین وصف — افسوس کہ رہ گیا ہے تحقیر کا ح

خدا حافظ مسلمانون کا اکبر
یہ عاشق شاہدِ مقصود کی ہین
سناؤن تم کو اک فرضی لطیفہ
کہا مجنون سے یہ لیلیٰ کی مان نے
تو فوراً بیاہ دون لیلیٰ کو تجھسے
کہا مجنون نے یہ اچھی سنائی
کجا یہ فطرتی جوشِ طبیعت
بڑی بی آپ کو کیا ہو گیا ہے
یہ اچھی قدردانی آپ نے کی
دل اپنا خون کرنے کو ہون موجود
یہی ٹھہری جو شرطِ وصلِ لیلیٰ

مجھے تو انکی خوشحالی سے ہی یاس
نہ جائینگے ولیکن سعی کے پاس
کیا ہے جسکو مین نے زیبِ قرطاس
کہ بٹیا تو اگر کرلے ام۔ اے پاس
بلا وقت مین بنجاؤن تری ساس
کجا عاشق کجا کالج کی بکواس
کجا ٹھونسی ہوئی چیزون کا احساس
ہرن پہ لادی جاتی ہے کہین گھاس
مجھے سمجھا ہے کوئی ہرچہ نداس
نہین منظور مغز سر کا آماس
تو استعفا مرا با حسرت و یاس

اگرچہ پولٹیکل بحث مین ہوئے ہین شریک
مگر ہمین تو ہے بالکل سکوت اس مد مین
رموزِ مملکت خویش خسروان دانند

جناب پنڈت جی جتیدو بابو آشو توش
سمجھا گئے ہین یہ مضمون سیّدِ ذی ہوش
گدائے گوشہ نشینی تو حافظا مخروش

اک مس سیمین بدن سے کرلیا لندن مین عقد
کوئی کہتا ہے کہ بس اسنے بگاڑی نسلِ قوم
دل مین کچھ انصاف کرتا ہی نہین کوئی بزرگ
ہوئی تھی تاکید لندن جاؤ انگریزی پڑھو
جگمگاتے ہوٹلون کا جاکے نظارہ کرو
لیڈیون سے ملکے دیکھو انکے انداز و طریق
بادۂ تہذیبِ یورپ کے چڑھاؤ خُم کے خُم

اس خطا پر سن رہا ہون طعنہ ہائے دلخراش
کوئی کہتا ہے کہ یہ ہے بدخصال و بدمعاش
ہوکے اب مجبور خود اس راز کو کرتا ہون فاش
قومِ انگلش سے ملو سیکھو وہی وضع و تراش
سوپ و کاری کے مزے لو چھوڑ کر یخنی و آش
بال مین ناچو کلب مین جاکے کھیلو انسے تاش
ایشیا کے شیشۂ تقویٰ کو کردو پاش پاش

جب عمل اسپر کیا پریون کا سایہ ہوگیا
جس سے تہا دل کی حرارت کو سراسر انتعاش

سامنے تھین لیڈیان زہرہ وش و جادو نظر
یان جوانی کی اُمنگ اور انکو عاشق کی تلاش

اُسکی چتون سحر آگین اُسکی باتین دل ربا
چال اُسکی فتنہ خیز اُسکی نگاہین برق پاش

وہ فروغِ آتشِ رُخ جسکے آگے آفتاب
اسطرح جیسے کہ پیشِ شمع پروانے کی لاش

جب یہ صورت تھی تو ممکن تہا کہ اک برقِ بلا
دست سیمین کو بڑہاتی اور مین کہتا دور باش

دونون جانب تہا رگون مین جوشِ خونِ فتنہ زا
دل ہی تہا آخر نہین تہی برف کی یہ کوئی قاش

باربار آتا ہے اکبر میرے دل مین یہ خیال
حضرت سید سے جا کر عرض کرتا کوئی کاش

درمیانِ قعرِ دریا تختہ بندم کردہ
باز میگوئی کہ دامن تر مکن ہشیار باش

(۲۷- اگست سنہ ۱۸۹۱ء مقام کانپور)

بٹھائی جائینگی پردے مین بیبیان کب تک
بنے رہوگے تم اس ملک مین میان کبتک

حرم سرا کی حفاظت کو تیغ ہی نہ رہی
تو کام دینگی یہ چلمن کی تیلیان کب تک

میان سے بی بی ہین پردا ہے انکو فرض مگر
میان کا علم ہی اُٹھا تو پھر میان کب تک

طبیعتون کا نمو ہے ہوائے مغرب مین
یہ غیرتین یہ حرارت یہ گرمیان کب تک

عوام باندہ لین دوہر کو تھرڈ و انٹر مین
سکنڈ و فرسٹ کی ہون بند کہڑکیان کبتک

جو منہ دکھائی کی رسمون پہ ہے مُصر ابلیس
چھپینگی حضرتِ حوّا کی بیٹیان کب تک

جناب حضرتِ اکبر ہین حامیِ پردہ
مگر وہ کب تک اور اُنکی رباعیان کب تک

وہ سودی سخنگوئے شیرین مقال
جو انگریزی شاعر تہا اک بیمثال

بہ فرمایش دختر با تمیز
کہ رکھتا تہا جسکو وہ دل سے عزیز

لکھی اسنے ہے نظم اک لاجواب
دکھائی ہے شکل روانیِ آب

جو بہتا ہے پانی میانِ لوڈور
اُسی کا دکھایا ہے شاعر نے زور

مناسب جو انگلش مصادر ملے
مقفّٰے کیے اُنکے سب سلسلے

یہ جمعیت افعال کی خوب کی
کہ درسی بھی ہے اور دلچسپ بھی

یہ اصرار کرتے ہین بھائی حسن
کہ مین بھی ہون اسی بحر مین غوطہ زن

دکھاؤن روانیٔ دریاے فکر
کہ گوہر شناسون مین ہو جسکا ذکر

عجب ہے نہین اُنکی اس نہر پہ نظر
کجا مین کجا سودیٔ نامور

سوا اسکے ہین اور بھی مشکلین
نہین سہل اس راہ کی منزلین

مرے پاس سرمایہ کافی نہین
وہ مصدر نہین وہ قوافی نہین

زبان مین نہ وسعت نہ ویسا مذاق
ادہر تو ہے کچھ اور ہی طمطراق

اگر ترجمہ ہو تو مطلب ہو خبط
معانی مین پیدا نہ ہو ربط و ضبط

موانع یہ ہین جن سے ڈرتا ہون مین
مگر خیر کچھ فکر کرتا ہون مین

جو تہین دقتین کہہ چکا پر ملا
غرض دیکھیے اب یہہ پانی چلا

اُچھلتا ہوا اور اُلٹتا ہوا
اکڑتا ہوا اور مچلتا ہوا

یہ بہتا ہوا اور وہ تنتا ہوا
ٹپکتا ہوا اور چھنتا ہوا

روانی مین اک شور کرتا ہوا
رکاوٹ مین اک زور کرتا ہوا

پہاڑون کے روزن زمین کی مسام
یہ ہے کر رہا ہر طرف اپنا کام

ادہر سوپتا اور سپکتا اُدہر
رُخ اس سمت کرتا کھسکتا اُدہر

پہاڑون پہ سر کو پٹکتا ہوا
چٹانون پہ دامن جھٹکتا ہوا

وہ پہلوئے ساحل دباتا ہوا
یہ سبزہ پہ چادر بچھاتا ہوا

بھٹکتا ہوا غُل مچاتا ہوا
وہ جل تھل کا عالم رچاتا ہوا

وہ گاتا ہوا اور بجاتا ہوا
یہ لہرون کو پیہم نچاتا ہوا

ادہر جہومتا اور مٹکتا ہوا   اُدہر گہومتا اور اٹکتا ہوا
بپرتا ہوا جوشش کہاتا ہوا   بگڑکر وہ کف منہ پہ لاتا ہوا
وہ اونچے سرون مین تموج کا راگ   وہ خود جوش مین آکے لاتا یہ جہاگ
سدہرتا ہوا اور سنورتا ہوا   تہرکتا ہوا رقص کرتا ہوا
ادہر گونجتا گنگناتا ہوا   اُدہر خود بخود بہُنبہُناتا ہوا
لپٹتا ہوا اور چمٹتا ہوا   یہہ پہٹتا ہوا وہ سمٹتا ہوا
سماتا ہوا اور پلٹتا ہوا   سرکتا ہوا اور ریلتا ہوا
یہہ گہٹتا ہوا اور وہ بڑہتا ہوا   اُترتا ہوا اور چڑہتا ہوا
یہہ ہٹتا ہوا اور وہ بچتا ہوا   دباتا ہوا اور لچپتا ہوا
پہسلتا ہوا ڈگمگاتا ہوا   لچکتا ہوا لڑکھڑاتا ہوا
یہ روے زمین کو چہپاتا ہوا   وہ خاکی کو سیمین بناتا ہوا
گل و خار یکسان سمجہتا ہوا   ہر اک سے برابر اُلجہتا ہوا
بہاتا ہوا اور بہتا ہوا   ہوا کے طماچون کو سہتا ہوا
لرزتا ہوا تلملاتا ہوا   بلکتا ہوا بلبلاتا ہوا
بلندی سے گرتا گراتا ہوا   نشیبون مین پہرتا پہراتا ہوا
اُچکتا ہوا اور اکڑتا ہوا   اٹکتا ہوا اور مڑتا ہوا
وہ کہیتون مین راہین کترتا ہوا   زمینون کو شاداب کرتا ہوا
یہ تہالون کے گودون کو بہرتا ہوا   وہ دہرتی پہ احسان دہرتا ہوا
یہ پہولون کے گجرے بہاتا ہوا   وہ چکر مین بجرے پہنساتا ہوا
لپکتا ہوا دندناتا ہوا   اُمنڈتا ہوا سنسناتا ہوا
چمکتا ہوا اور جہلکتا ہوا   سنبہلتا ہوا اور چہلکتا ہوا

ہواؤن سے موجین لڑاتا ہوا
حبابون کی فوجین بڑہاتا ہوا
تڑپتا ہوا جگمگاتا ہوا
شعاعون کا جوبن دکہاتا ہوا
یونہین الغرض ہے یہ پانی روان
بس اب دیکہہ لین شاعر نکتہ دان

وہ سودی کا سیلان آب لوٹ دور
یہ بحر خیالات اکبر[1] کا زور

برق و بخارات[1] کا زور اے حکیم
کب ہے پئے روح رہ مستقیم
تار پہ جاتے نہین اہل نظر
ریل سے کہنچتا نہین قلب سلیم

سب جانتے ہین علم سے ہی زندگی روح
بے علم ہے اگر تو وہ انسان ہے ناتمام
بے علم و بے ہنر ہے جو دنیا مین کوئی قوم
نیچر کا اقتضا ہے رہے بنکے وہ غلام
تعلیم اگر نہین ہے زمانہ کے حسب حال
پہر کیا امید دولت و آرام و احترام

سید کے دل مین نقش ہوا اس خیال کا
ڈالی بنائے مدرسہ لیکر خدا کا نام
صدمے اُٹہائے رنج سہے گالیان سنین
لیکن نہ چہوڑا قوم کے خادم نے اپنا کام
دکہلا دیا زمانہ کو زور دل و دماغ
بتلا دیا کہ کرتے ہین یون کرنے والے کام
نیت جو تہی بخیر تو برکت خدا نے دی
کالج ہوا درست بصد شان و احتشام
سرمایہ مین کمی تہی سہارا کوئی نہ تہا
سید کا دل تہا درپئے تکمیل انتظام
آخر اُٹہا سفر کو وہ مرد خجستہ پے
احباب چند ساتہہ تہے ذی علم و خوش کلام
قسمت کی رہبری سے ملی منزل مراد
فرمان روائے ملک دکن کو کیا سلام
حالت دکہائی اور ضرورت بیان کی
خوبی سے التماس کیا قوم کا پیام
رحم آگیا حضور کو حالت پہ قوم کی
پہر کیا تہا موج زن ہوا دریائے فیض عام
ماہانہ دو ہزار کیا اک ہزار سے
امید سے زیادہ عطا تہی بہمہ لا کلام

[1] اصل کہو گئی ہے ٹکڑون کے غلط نقلون کے بعض اجزا بہم پہنچے اُنسے یہ نقل لکہی گئی - ۲۶ - دسمبر ۱۹۱۳ء

اکبر کی یہ دعا ہے خدا کی جناب مین
تا حشر اس رئیس و ریاست کو ہو قیام

کیا وقت پر ہوئی ہے کہ بے احتیاج فکر
تاریخ اپنی آپ ہے فیاضی نظام
سنہ ١٨٩٢ء

سید صاحب نے انسٹیٹیوٹ گزٹ مین اس نظم کی تعریف چھاپی ہے۔

کہا کسی نے یہ سید سے آپ ای حضرت
نہ پیر کو نہ کسی پیشوا کو مانتے ہین

نہ آج عالم برزخ سے مانگتے ہین مدد
نہ فاتحے کے طریق ادا کو مانتے ہین

نظر تو کیجیے اس بات پر جو ہین ہندو
بہ صد خلوص ہر اک دیوتا کو مانتے ہین

بہت وہ ہین جو عناصر پرست ہین دل سے
وہ آگ پوجتے ہین یا ہوا کو مانتے ہین

کرسچین بھی فدائی ہین نام مریم کے
بہ دل مسیح علیہ الثنا کو مانتے ہین

خود آپ ہی مین جو ہین شیعیان پاکین
وہ اہل بیت کو آل عبا کو مانتے ہین۔

وہ لوگ جو ہین ملقب بہ صوفیان کرام
فدا قبور پہ ہین اولیا کو مانتے ہین

مرادین مانگتے ہین لوگ پاک روحون سے
کسی بزرگ کو یا مقتدا کو مانتے ہین

پھر آپ مین یہ ہوا کیا سما گئی ہے کہ آپ
نہ دستگیر نہ مشکل کشا کو مانتے ہین

جواب انھون نے دیا ہم ہین پیرو قرآن
ادب ہر اک کا ہے لیکن خدا کو مانتے ہین

سند ہماری ہے ایاک نستعین ای دوست
اسی یگانہ حاجت روا کو مانتے ہین

اسی کا نام زبان پہ ہے حی اور قیوم
اسی کی قدرت بے انتہا کو مانتے ہین

یہ بوئے شرک ہی ہے جنگ و اختلاف کی جڑ
تو عقلمند کب ایسی بلا کو مانتے ہین

جواب حضرت سید کا خوب ہے اکبر
ہم انکے قول درست و بجا کو مانتے ہین

ولیکن اس نئی تہذیب کے بزرگ اکثر
خدا کو اور نہ طریق دعا کو مانتے ہین

زبانی کہتے ہین سب کچھ مگر حقیقت مین
وہ صرف قوت فرمان روا کو مانتے ہین

پوچھا پروانے سے کہ ای نادان
آگ مین گر کے کیون گنواتا ہے جان
جلکے بولا کہ اے خرد دشمن
سنلے مجھسے یہ معنی روشن
شعلے سے طالب وصال اچھا
یا اندھیرے مین پائمال اچھا

کیا وجہ ہے قومی جو ترقی نہین ہوتی
ہر چند کہ ہے شور ترقی کی صداین
یہ مسئلہ مشکل ہے وہی سمجھینگے جنکو
ہے نشو و نما پولٹیکل آب و ہوا مین
اک بات تعجب سے مگر مینے سنی تھی
کلھہ رات کو اک انجمن ذکر خدا مین
اسپیچ ترقی مین تو اندھی ہے یہ فرقہ
لگتا نہین دل انکا ترقی کی دعا مین

بنائے ملت بگڑ رہی ہے لبون پہ ہے جان مر رہے ہین
مگر طلسمی اثر ہے ایسا کہ خوش ہین گویا ابھر رہے ہین
ادھر ہے قوم ضعیف و مسکین ادھر ہین کچھہ مرشدان خود بین
یہ اپنی قسمت کو رو رہی ہے وہ نام اپنے پہ مر رہے ہین
کٹی رگ اتحاد ملت رواں ہوئین خون دل کی موجین
ہم اسکو سمجھے ہین آب صافی نہا رہے ہین نکھر رہے ہین
صدائے الحاد اٹھہ رہی ہے خدا کی اب یاد اٹھہ رہی ہے
دلون سے فریاد اٹھہ رہی ہے کہ دین سے ہم گزر رہے ہین
قفس ہے کم ہمتی کا سمین پڑی ہین کچھہ دانہائے شیرین
اسی پہ مائل ہے طبع شاہین نہ بال ہین اب نہ پر رہے ہین
اگرچہ یورپ بھی مبتلا ہے وہان بھی پھیلی یہی بلا ہے
خیال میٹر کا بڑھ چلا ہے خدا کا انکار کر رہے ہین
مگر وہان کی بنا ہے نیشن پر کا ہی ملٹری کا آپریشن
نہین ہے گو لفظ سالویشن خدا سے اب بھی وہ ڈر رہے ہین

یہان بجائے نماز گپ ہے وہان وہی عزت لشب ہے
یہان مساجد اُجڑ رہے ہین وہان کلیسا سنور رہے ہین

جناب اکبر سے کوئی کہدے کہ لوگ بیٹھے ہین ہر طرح کے
اس انجمن مین اور ایسی باتین یہ آپ کیا قہر کر رہے ہین

چہ اشارہ کرد ناصح کہ بیا و بشنو از من
همه طرز حیله جستن همه فن ساز کردن

گہ اسیر گبر بودہ بہ بہو دعہد یاری
گہ ایمن دیر بودہ بہ حرم نماز کردن

بحرای عزیزان همه است یار جستن
بمراد غیر بوده همه عیش و ناز کردن

نظرے فگند چشمم بہ حقارتے بہ رویش
کہ حرام باد دستے سوئے تو دراز کردن

همه اول تو دیدم همه آخر تو دیدم
نہ خوش است شرح احوال و بیان راز کردن

تو بہ خویشتن چہ کردی کہ بما کنی نظیری
بخدا کہ واجب آمد ز تو احتراز کردن

کیا شک ہے آفتاب کے شان و جلال مین
روشن تر اس سے کونسی شئے ہے خیال مین

لیکن نہین وہ کچھ بھی موثر پس از غروب
لازم ہے غور کیجئے اس مسئلہ پہ خوب

ہر چند تم خیال کرو آفتاب کا
گو شہ بھی اُٹھ سکیگا نہ شب کی نقاب کا

پوجو گے اُسکو تب بھی وہ بے سہارا نہ جائیگا
اُسکو پکارنے سے اندھیرا نہ جائے گا

انسان کا حال بھی مرے نزدیک ہے یہی
تحقیق کی نظر جو کرو ٹھیک ہے یہی

کتنا ہی کوئی صاحب اوج و کمال ہو
کتنا ہی با اثر ہو کہ عالی خیال ہو

جب کر گیا جہان سے وہ ملک عدم کو کوچ
پھر اُس سے کچھ مدد کا تصور ہے ہیچ و پوچ

قیوم و حیّ ذات ہے اللہ کی فقط
زندہ ہمیشہ بات ہے اللہ کی فقط

مُشکل کہ اتباع و ادب اور چیز ہے
مطلب کی لیکن اُسسے طلب اور چیز ہے

آزردہ کوئی شیخ ہو یا برہمن خفا
حقانیت یہی ہے یہی ٹھیک فلسفا

کر چکا کالج مین جب تکمیل فن — تب یہ بولے مجھسے مسٹر مارلیسن
گو کہ شہرت ہے تمھاری دور دور — مجھسا تم رکہتے نہین عقل و شعور
عرض کی مین نے کہ اے روشن ضمیر — ہے یہی توجہ کو رونا ہے بشیر[1]
آپ نے سیکھا ہے اپنے باپ سے — اور مین نے جو پڑھا وہ آپ سے

یہ طفل نادان غریق غفلت ہوائے دولت مین تن رہے ہین
سمجھ نہین ہے نظر نہین ہے بنائے جاتے ہین بن رہے ہین
بہار ہی سے نہین ہین واقف خزان کی ظلمت کو کیا وہ سمجھین
یہ داغ تو ہین انھین کے دل پر جو محو رنگ چمن رہے ہین
نیا فلک ہے نئے ستارے ہین شوق سے کرتے ہین نظارے
انھین کو کچھہ حس ہے گردشون کا جو زیر چرخ کہن رہے ہین
یہ آخری صف مین آگئے والے بہشت سمجھے ہین اپنے تہالی
محل حسرت ہین انکے سینے جو زینت انجمن رہے ہین
رہے ہین جو برگ و خس کے خوگر انھین ہو کیون خار انکا منظر
نگاہ تو ہے انھین کی مضطر جو مست سرو و سمن رہے ہین
بہت خفا تھے مسائل دین کہ ہو رہی ہے ہماری توہین
اب انکو منطق منا رہی ہے وہ سر جھکائے ہین من رہے ہین

اگرچہ لفظون کی بدلیون مین چھپا ہے معنی کا چاند اکبر
مگر معانی ہین ایسے روشن کہ نور کی طرح چھن رہے ہین

مذہب کا جوش تھا کلمہ اک شر انجانہین — کسی نے خوب یہ گایا کسی ترانے مین
خدا کے فضل سے ہم نام کے مسلمان ہین — وگرنہ چین سے رہتے نہ اس زمانے مین

[1] اڈیٹر اخبار البشیر نے لکھا تھا کہ مسلمان پروفیسر مقرر ہون۔

ہستی کے شجر مین جو یہ چاہو کہ چمک جاؤ
کچے نہ رہو بلکہ کسی رنگ مین پک جاؤ

مین نے کہا قائل مین تصوف کا نہین ہون
کہنے لگے اس بزم مین آؤ تو تھرک جاؤ

مین نے کہا کچھ خوف کلکٹر کا نہین ہے
کہنے لگے آجائین ابھی وہ تو دبک جاؤ

مین نے کہا ورزش کی کوئی حد بھی ہے آخر
کہنے لگے بس اسکی یہی حد ہے کہ تھک جاؤ

مین نے کہا افکار سے پیچھا نہین چھٹتا
کہنے لگے تم جانب میخانہ لپک جاؤ

مین نے کہا اکبر مین کوئی رنگ نہین ہے
کہنے لگے شعر اس سے جو سن لو تو پھڑک جاؤ

کر چکا ختم جب مین اسپنسر
مجھ پہ پڑنے لگی ہر اک کی نگاہ

پوچھا استاد نے کہ سمجھے بھی
ان دقائق نے دل مین کی کچھ راہ

کہدیا مین نے اسکا کل مطلب
صاف ہے۔ لا الہ الا اللہ

ماسٹر نے کہا تو کودن ہے
حق پکارا کہ واہ اکبر واہ

سنا کہ چند مسلمان جمع تھے یک جا
خدا پرست خوش اخلاق اور بلند نگاہ

کہا کسی نے یہ ان سے کہ یہ تو بتلاؤ
تمہاری عزت و وقعت کا کسطرح ہے نباہ

نظر کرو طرف اقتدار اہل فرنگ
کہ انکے قبضہ مین ہے ملک و مال و گنج و سپاہ

انھین کا سکہ ہے جاری یہان سے لندن تک
انھین کے زیر نگین ہے ہر اک سفید و سیاہ

کلین بنائین ہین وہ کہ دیکھکر جنکو
زبان خلق سے بیساختہ نکلتی ہے واہ

تمہارے پاس بھی کچھ ہے کہ جسپہ تکیہ ہے ناز
کہا انھون نے کہ ہان لا الہ الا اللہ

نہ وہ یک سا رہ گئے نہ سرسید
دل احباب سے نکلتی ہے آہ

ذات محمود سے تسلی تھی
لی انھون نے بھی آج خلد کی راہ

بولی عبرت کہ ہوش مین آؤ
اسے حریصان شان و شوکت و جاہ

مٹ گیا نقش احمد و محمود | رہ گیا لا الہ الا اللہ

بنام اڈیٹر رسالہ ید بیضا

علم اسرار دل و حل معما داری | برتر از نظم دکن نظم ثریا داری
تو چہ حاجت بہ جمال سخن ما داری | حسن یوسف دم عیسی ید بیضا داری

آنچہ خوبان ہمہ دارند تو تنہا داری

مسلمانون مین اب تعلیم انگلش رک نہین سکتی | کسی سے مشرق و مغرب کی سازش رک نہین سکتی
وہ نزلہ رک نہین سکتا یہ پیچش رک نہین سکتی | بڑے بوڑھون کی لیکن یہ بھی خواہش رک نہین سکتی

مذاق قوم بیگانہ نہوا اللہ اکبر سے
یہ نقش جانفزا مٹنے نہ پاے دل کے دفتر سے

اہل یورپ کے ساتھ ہوٹل مین | چکھی سید نے ایک دن کاری
خانساماں نے کان مین یہ کہا | آپ تو علم سے نہین عاری
پڑھیے کوئی دعائے اکل طعام | دین سے بھی رہے وفاداری
تب یہ اشعار حضرت سعدی | ہوئے انکی زبان پر جاری
اے کریمے کہ از خزانۂ غیب | گبر و ترسا وظیفہ خور داری
دوستان را[1] کجا کنی محروم | تو کہ با دشمنان نظر داری

نظم مذہبی حسب فرمایش اڈیٹر دکن ریویو برائے نیشنل انیتھم شروع سنہ ۱۹۰۶

خود دل کرتے ہین حق کی پاسبانی | خدا کا [illegible] ہے لطف نہانی
سمجھتے ہین جو قرآن کے معانی | سنا ہے ہم نے یہ اُن کی زبانی

[1] (مطلب یہ ہے کہ ہم کیون نہ پڈنگ اور کاری وغیرہ نعمتین ہوٹل مین کھائین۔)

ہنوز آن ابر رحمت درفشان است
خم و خمخانہ با مہر و نشان است

سرور قلب و حرز جان ہے اسلام
جہان مین باسر و سامان ہے اسلام
معین شاہی و شاہان ہے اسلام
ابھی تک حافظ ایمان ہے اسلام

ہنوز آن ابر رحمت درفشان است
خم و خمخانہ با مہر و نشان است

مساجد مین وہی شور اذان ہے
وہی جوش دل اسلامیان ہے
وہی اللہ اکبر بر زبان ہے
وہی رت ہے وہی اب تک سمان ہے

ہنوز آن ابر رحمت درفشان است
خم و خمخانہ با مہر و نشان است

دلون مین ہے خدا کی یاد اب تک
بہت سے ہین صاحب ارشاد اب تک
طبیعت ذکر سے ہے شاد اب تک
بہت ہین باغ دین آباد اب تک

ہنوز آن ابر رحمت درفشان است
خم و خمخانہ با مہر و نشان است

عیان ہے پرتو روئے محمدؐ
روان ہین قافلے سوئے محمدؐ
مشام جان مین ہے بوئے محمدؐ
وہی ہے رونق کوئے محمدؐ

ہنوز آن ابر رحمت درفشان است
خم و خمخانہ با مہر و نشان است

دلون مین کیون تمہارے ہے یہ خامی
ابھی تک یاد حق ہے دل کی حامی
نہین فطرت مین کچھہ بد انتظامی
سنو یہ نغمۂ استاد جامی

ہنوز آن ابر رحمت درفشان است

خم و خمخانہ با مہر و نشان است

برٹش سلطنت کے ہیں عواطف — کہ مذہب کی نہیں ہے وہ مخالف
تو کیوں ہوتے نہیں تم اس سے واقف — کہ کہتی ہے نگاہ چشم عارف

ہنوز آن ابر رحمت درفشان است
خم و خمخانہ با مہر و نشان است

رسول اللہ کو دنیا نے مانا — زبانوں پر ہے اب تک وہ فسانا
نہیں اسلام سے خالی زمانا — سنو اکبر کا یہ قومی ترانا

ہنوز آن ابر رحمت درفشان است
خم و خمخانہ با مہر و نشان است

خدا علیگڈھ کو مدرسے کو تمام امراض سے شفا دے

بھرے ہوئے ہیں رئیس زادے امیر زادے شریف زادے

لطیف و خوش وضع و چست و چالاک و صاف و پاکیزہ شاد و خرم

طبیعتوں میں ہے انکی جودت دلوں میں انکے ہیں نیک ارادے

کمال محنت سے پڑھ رہے ہیں — بس یہی انکے ہیں [illegible]

[illegible] تو ہیں تجارت سے عروج — ہے تجارت واقعی اک سلطنت

لفظ [illegible]

[illegible] بڑھ رہے ہیں

[illegible] پڑھ رہے ہیں کمال غیرت سے بڑھ رہے ہیں

سوار مشرق کی راہ میں ہیں تو مغربی راہ میں پیادے

[illegible] ایسا کہ آپ انسے چاہتے ہیں جیسا

دکھائے محفل میں قدرعنا جو آپ آئیں تو سر جھکا دے

تو صاف کہدیں کہ تو ہے مضبوط جا لگا کہا

قبول فرمائیں آپ دعوت تو اپنا سرمایہ کل کھلا دے

خداندان نظر کے بھولے ہیں [illegible] ل کر سادے

نظر بھی آئے جو زلف پیچاں تو سمجھیں یہ کوئی پالسی ہے
الکٹرک لائٹ اسکو سمجھیں جو برق وش کوئی مسکرا دے

نکلتے ہیں کرکے غول بندی بنام تہذیب و دردمندی
یہ کہکے لیتے ہیں سب سے چندے ہمیں جو تم دو تمہیں خدا دے

انھیں اسی بات پر یقین ہے کہ بس یہی اصل کار دین ہے
اسی سے ہوگا فروغ قومی اسی سے چمکیں گے باپ دادے

مکان کالج کے سب مکیں ہیں ابھی انھیں تجربے نہیں ہیں
خبر نہیں ہے کہ آگے چلکر ہے کیسی منزل ہیں کیسے جادے

دلوں میں انکے ہے نور ایمان قوی نہیں ہے مگر نگہبان
ہوائے منطق ادائے طفلی یہ شمع ایسا نہ ہو بجھادے

فریب دیکر نکالے مطلب سکھائے تحقیر دین و مذہب
مٹا دے آخر کو وضع ملت نمود ذاتی کو گو بڑھادے

[illegible] اکبر کی التجا ہے جناب باری میں یہ دعا ہے
[illegible] دونوں میں آئے ہیں [illegible]

[illegible] پڑھ رہے ہیں بکمال غیرت سے بڑھ رہے ہیں
سوار مشرق کی راہ میں ہیں تو مغربی راہ میں پیادے

[illegible] انہیں کا بیشک ایسا کہ آپ انسے چاہتے ہیں جیسا
دکھائے محفل میں قدِ رعنا جو آپ آئیں تو سر جھکادے

[illegible] تو صاف کہدیں کہ تو ہے مضبوط جا لگا کہ
قبول فرمائیے [illegible] آپ دعوت [illegible] سرمایہ کل کھلادے

[illegible] ہوا ہیں [illegible] کو سادے

نہ ہو مذہب مین جب نہ ورد حکومت	تو وہ کیا ہے فقط اک فلسفا ہے
بلبل ہین آج ہم چمنستان کمپ کے	پروانہ کل بنینگے کلیسا کے لمپ کے
فکر بہشت و کوثر و تسنیم ہو چکی	اب پارک park کا خیال ہے چرچے ہین پمپ کے
رکھتے تھے جو بزرگ قدم پھونک پھونک کر	jump. skip. leap. خوگر ہوئے ہین لیپ کے اسکپ کے جمپ کے

سنہ ۱۸۹۰ء

نہ نماز ہے نہ روزہ نہ زکوٰۃ ہے نہ حج ہے	تو خوشی پھر اسکی کیا ہے کوئی جنٹ کوئی جج ہے
جو خیال ہین نرالے تو مذاق ہین انوکھے	نہ وہ وضع قوم کی ہے نہ وہ شان ہے نہ دھج ہے
کوئی اُنمین ہے جو ایسا کہ جو دون کی ہے لیتا	جو اُسے بھی چھیڑ دیکھا تو وہ کمتر از کھرچ ہے
جو کرائے سیر لندن ہین اسیر کبر و فیشن	جو یہین لگے ہین بن ٹھن انھین اینٹھ ہو گئی کج ہے
نہین کوئی صاف سینہ بہم اُنمین ہی ہے کینہ	یہ اُنھین کہے ہین کمینہ وہ انھین کہین اُچ ہے
کہین بیم کا ہے پھندا کوئی وضع سمجھتے ہین	ہے پھر اسپہ ناز و خندہ کہ دل ہین کیا حرج ہے

باقی ہین قوم مین تجارت سے عروج	بس یہی انکے لیے معراج ہے
ہے تجارت واقعی اک سلطنت	زور یورپ کو اسی کا آج ہے

لفظ تاجر خود ہے اسے اکبر ثبوت
دیکھ لو تاجر کے سر پر تاج ہے

تمہاری اصل خدا کا کلام واضح ہے	عبث یہ ولولۂ نقل قوم فاتح ہے
سنو یہ بات جو مجموعۂ نصائح ہے	وہی ہے باعث عزت عمل جو صالح ہے
نہ ہو جو مذہب و ملت کے ساتھ ہمدردی	زمانہ صاف کہیگا کہ ہے یہ نامردی
انھین کے واسطے ہے کا سرور زیبا ہے	انھین کے دل مین طرب کا وفور زیبا ہے

انھین کو روئے زمین پر غرور زیبا ہے — مرے لئے فقط امید حور زیبا ہے
اسی امید مین ساری ترقیان سمجھین — جو آپ حور کے معنی کی خوبیان سمجھین

کرزن سبھا

سبھا مین دوستو کرزن کی آمد آمد ہے — گلون مین غیرت گلشن کی آمد آمد ہے
رئیس و راجہ و نواب منتظر ہین بہ شوق — کہ نائب شہ لندن کی آمد آمد ہے
وہ ہو کے آتے ہین قایم مقام قیصر ہند — ستارہ دین مہ روشن کی آمد آمد ہے
ہین اُنکے ساتھ مین اتنے اکابر یورپ — کہ گویا دہلی مین لندن کی آمد آمد ہے
غرض یہ ہے کہ ہو تکمیل زینت و رونق — ہر ایک علم کی ہر فن کی آمد آمد ہے
کمر بندھی نظر آتی ہے آب و آتش کی — اُدھر سے تل ادھر انجن کی آمد آمد ہے
دکھا رہے ہین ہنرمند خواب مقناطیس — دلون مین حالت روشن کی آمد آمد ہے
امنڈ رہی ہے ہر اک سمت سے فراوانی — ہر ایک جنس کے خرمن کی آمد آمد ہے
ورود فوج سے ہے زرق برق کا عالم — جناب بارئین پیروٹن کی آمد آمد ہے
چمک ہے کرچون کی ہر سو گمک ہے توپون کی — چھما چھم اور وتادون کی آمد آمد ہے
چہل پہل ہے اُمنگین ہین جوش مستی ہے — بہار عیش پہ جوبن کی آمد آمد ہے
جو پیر ہین انھین ہین ولولے جوانی کے — جوان ہین تو لڑکپن کی آمد آمد ہے
تمام مذہب و ملت مین ہے کشش پیدا — مغان و شیخ و برہمن کی آمد آمد ہے
گرہ مین زر نہین اور ٹیم ٹام لازم و فرض — اسی سبب سے مہاجن کی آمد آمد ہے
اُبھارے رکھتا ہے اکبر کے دل کو فیض سخن — اگرچہ پیری و پچپن کی آمد آمد ہے

آمد اقبال پری

اقبال پری آئی جو انداز بدل کر — دنیا کی ہوا ساتھ ہولی سائز بدل کر

غزل زبانی اقبال پری

ہون ناز سے معمور حکومت سے بھری ہون
زرین مرا دامن ہے مین اقبال پری ہون

ہر شعلہ مقابل مرے چہرے کے ہے بی نور
کہتا ہے کہ ہون بہی تو چراغ سحری ہون

ہر ڈہنگ سے دکہلاتی ہون شان اپنی جہانکو
ہر رنگ مین ہون مست مئے جلوہ گری ہون

انگلنڈ پہ ہون سایہ فگن حکم خدا سے
شاہنشہ اڈورڈ کی صورت پہ مری ہون

مبارک باد پنچ کیطرف سے

قوم انگلش کو یہ دربار مبارک ہووے
لارڈ کرزن سا یہ سردار مبارک ہووے

ہو مبارک شہ انگلینڈ کو تخت و دیہیم
مجکو یہ طبع گہر بار مبارک ہووے

بیٹے کو لوگ کہتے ہین آنکھون کا نور ہے
ہے زندگی کا لطف تو دل کا سرور ہے

گہر مین اسی کے دم سے ہے ہر سمت روشنی
نازان ہے اسپہ باپ تو مان کو غرور ہے

خوش قسمتی کی اسکو نشانی سمجھتے ہین
کہتے ہین یہ خدا کے کرم کا ظہور ہے

اکبر بہی اس خیال سے کرتا ہے اتفاق
اسکا بہی ہے یہ قول کہ ایسا ضرور ہے

البتہ شرط یہ ہے کہ بیٹا ہی ہو نہار
مائل ہے نیکیون پہ برائی سے دور ہے

سنتا ہے دل لگا کے بزرگون کی پند کو
وقت کلام لب پہ جناب و حضور ہے

برتاؤ اسکا صدق و محبت سے ہے بھرا
اسمین نہ ہے فریب نہ کچہہ مکر و زور ہے

افکار والدین مین ہے دل سے وہ شریک
ہمدرد ہے معین ہے اہل شعور ہے

راضی ہے اسپہ باپ کی جو کچہہ ہو مصلحت
صابر ہے با ادب ہے عقیل و غیور ہے

رکہتا ہے خاندان کی عزت کا وہ خیال
نیکون کا دوست صحبت بد سے نفور ہے

کسب کمال کی ہے شب و روز اسکو دہن
علم و ہنر کے شوق کا دل مین وفور ہے

لیکن جو ان صفات کا مطلق نہین پتا
اور پھر بھی ہے خوشی تو خوشی کا قصور ہے

نظم قومی حسب فرمایش نواب محسن الملک بہادر

مسلمانون بتاؤ تو تمہین اپنی خبر کچھ ہے
تمہارے کیا مدارج رہ گئے اس پر نظر کچھ ہے
اگر کچھ ہے تو سوچو دل مین بھی اسکا اثر کچھ ہے
حریفونکی تعلّی باعث سوز جگر کچھ ہے
تمہین معلوم ہے کچھ رہ گئے ہو کیا سے کیا ہو کر
کدھر آ نکلے ہو راہ ترقی سے جدا ہو کر

کوئی آگے نہ تھا تم سے ترقی کی تگ و دو مین
کوئی دن مین چمکتا تھا تو تم ممتاز تھے سو مین
تمہین نے فرق بتلایا تھا سب کو گندم و جو مین
تمہین سے سیکھکر بنتی تھین عالم مغربی قومین
شرف پایا تھا تمنے امتیاز حق و باطل سے
مخالف بھی تمہاری قدردانی کرتے تھے دل سے

تمہاری عزتین تھین اوج تھا رتبہ تھا شانین تھین
تمہاری بات تھی احکام تھے کہنا تھا آئین تھین
تمہارے ذکر مین سرگرم دنیا کی زبانین تھین
تمہین تم تھے زمانے مین تمہاری داستانین تھین
غرور و ناز کم کرنا پڑا تھا ایک عالم کو
سر تسلیم خم کرنا پڑا تھا ایک عالم کو

تمہارا اتفاق باہمی دیوار آہن تھا
مخالف ایک کا جو تھا وہ گویا سب کا دشمن تھا
تمہاری ہمتون کا عرش اعظم پر نشیمن تھا
تمہارے ہاتھ مین آفاق کا ہر علم ہر فن تھا
تم اپنی حق پرستی سے دبا لیتے تھے دنیا کو
خدا کے سامنے جھک کر جھکا دیتے تھے اعدا کو

نہ یہ آپس کے جھگڑے تھے نہ یہ ناحق پرستی تھی
طبیعت پر نہ دیو نفس کی یہ چیرہ دستی تھی
نہ دل مین بدگمانی تھی نہ ہمت مین یہ پستی تھی
نظر مین مظہر نور حقیقت ساری ہستی تھی

تمہاری وضع دلکش تھی تمہاری شان عالی تھی
خوش اخلاقی تمہاری مظہر شان جمالی تھی

نہیں ہے ہائے افسوس اب تمہارا وہ چلن باقی
نہ وہ ذوق ہنرمندی نہ شوق علم و فن باقی
نہ وہ حسن عمل باقی نہ اب وہ حسن ظن باقی
نہ دل میں ہے وہ جوش حب یاران وطن باقی

جو فکریں ہیں تو اپنے نفس کو راحت رسانی کی
توقع کیا اسی پر ہے خدا کی مہربانی کی

غضب ہے حب اسلامی سے خالی سب کا سینا ہے
بس اپنے ہی مزے کیواسطے ہر اک کا جینا ہے
حسد ہے ناتوانی ہے بےمہری ہے کینا ہے
یہی قومی ترقی کا ذرا سوچو تو زینا ہے

کہاں ہے اب مسلمانوں میں باہم بےغرض الفت
جو باقی شاعروں میں ہے تو ہے وہ اک مرض الفت

میں تم سے کیا کہوں اسوقت دل پر کیا گزرتی ہے
طبیعت بات کرنیکو بھی مشکل سے ٹھہرتی ہے
تصور دل میں آتا ہے تو آنکھ اشکوں سے بھرتی ہے
خلش سینے میں ایسی ہے کہ وہ بےچین کرتی ہے

مرا دردیست اندر دل اگر گویم زبان سوزد
وگر دم درکشم ترسم کہ مغز استخوان سوزد

وہ باتیں جنسے قومیں ہو رہی ہیں نامور سیکھو
پڑھو اور تجربے اطراف دنیا میں سفر سیکھو
اٹھو تہذیب سیکھو صنعتیں سیکھو ہنر سیکھو
خواص خشک و تر سیکھو علوم بحر و بر سیکھو

خدا کے واسطے اے نوجوانو ہوش میں آؤ
دلوں میں اپنے غیرت کو جگہ دو جوش میں آؤ

سخن معقول و موزوں ہو تو سب کا دل بہلتا ہے
زبان سے نعرۂ مدح و ثنا ہر دم نکلتا ہے
کلام خوش کلاماں رنگ با معنی بدلتا ہے
مگر شوق عمل ہو واقعی تب کام چلتا ہے

توجہ گر نہ ہو دل سے تو پھر تاثیر کیونکر ہو

کلام دلکش اکبر ہو یا مہدی کا لکچر ہو

ڈارون صاحب حقیقت سے نہایت دور تھے
مین نہ مانونگا کہ مورث آپ کے لنگور تھے

اپنی حالت کے مطابق چاہیئے طرزِ عمل
اِس سے کیا ہوتا ہے دادا قیصر و فغفور تھے

اِس تقرب پر ہمین کچھہ فخر کا موقع نہین
پاس گو بیٹھے تھے لیکن اُنکے دل سے دور تھے

ہوائے الحاد رنگ ملت کو ہر روش پر بدل رہی ہے
جو بات بگڑی ہے وہ کیونکر جو چل گئی ہے وہ چل رہی ہے

ہمین نے دراس ہوا پہ کھولا کیا اُسے چپ جو کوئی بولا
ہمین سے ہے خود اب تردد ہمکا طبیعت اب ہاتھ مل رہی ہے

نہ عاقبت کا کسی کو ڈر ہے نہ عزتِ قوم پر نظر ہے
سرون مین سودا سما رہا ہے دلون سے غیرت نکل رہی ہے

جو پیشوا خود ہون رند مشرب تو کیا جمے رنگ وعظ مذہب
قلوب شیطان کے متبع مذہب پہ چل رہی ہے

کر سچین با خبر ہین ہر جا نہین ہے ہر چون مین اسکا چرچا
جہان نے سمجھا ہے مہد اسکو اسی مین اب نسل پل رہی ہے

جو قوم ہمسایہ ہے ہماری نہین ہے اُس پر بلا یہ طاری
ہم اپنی مستی مین گر رہے ہین وہ ہوش مین سنبھل رہی ہے

ہم اپنی صورت بگاڑتے ہین بنا رہی ہے وہ اپنے گھر کو
ہم اپنا نقشہ مٹا رہے ہین وہ اپنے سانچے مین ڈھل رہی ہے

خدا کی ساعت ہین یان کی صدیان چھپی نہین ہین ہماری بپتان
بلائین آئین اور آرہی ہین کوئی گھڑی ہی کہ ٹل رہی ہے

زبان اکبر مین کب یہ قدرت کہ کہہ سکے رازِ سوزِ حسرت

وہ شمع اسکو بیان کریگی جو گور سید پہ جل رہی ہے

چاہا جو مین نے اُنسے طریق عمل پہ غور
بولے کہ نظم ذیل کو ارقام کیجیے

پیدا ہوئے ہین ہند مین اس عہد مین جوان
خالق کا شکر کیجیے آرام کیجیے

بے انتہا مفید ہین یہ مغربی علوم
تحصیل انکی بھی سحر و شام کیجیے

یورپ مین پھریے پیرس و لندن کو دیکھیے
تحقیق ملک کاشغر و شام کیجیے

ہو جایئے طریقۂ مغرب پہ مطمئن
خاطر سے محو خطرۂ انجام کیجیے

پیران بے فروغ کا گل ہو چکا چراغ
ناحق نہ دل کو تابع اوہام کیجیے

رکھیے نہ دل کو دیر و کلیسا سے منحرف
متروک قید جامۂ احرام کیجیے

الفاظ کفر و فسق کو بس بھول جایئے
ہر ملت و طریق کا اکرام کیجیے

رہیے جہان مین وسعت مشرب سے نیکنام
مجھکو مرید ہندوؤن کو رام کیجیے

رکھیے نمود و شہرت و اعزاز پر نظر
دولت کو صرف کیجیے اور نام کیجیے

سامان [illegible] بنایئے
باصد خلوص دعوت حکام کیجیے

آرائشون سے گھر کو مہذب بنایئے
تزئین طاق و سقف و در و بام کیجیے

یاران ہم مذاق سے ہم بزم ہوجیے
موقع ملے تو شغل مئے و جام کیجیے

چشم و لب بتان سے بھی غافل نہ ہوجیے
تکمیل شوق [illegible] کیجیے

نظارۂ بستان سے تر و تازہ رکھیے آنکھ
تفریح پارک مین سحر و شام کیجیے

مذہب کا نام لیجیے عامل نہ ہوجیے
جو متقی [illegible] اُسے بدنام کیجیے

طرز قدیم پر جو نظر آئین مولوی
پبلک مین انکو مورد الزام کیجیے

زنجیر فقہ توڑیے کہکر خلاف شرع
مضمون لکھیے دعوی الہام کیجیے

ممنوع ہے تعدد ازواج خاصکر
یون گھوم پھر کے تنقیۂ عام کیجیے

قومی ترقیون کے مشاغل بھی ہین ضرور
اس مد مین بھی ضرور کوئی کام کیجیے

[illegible] ہو نہیں سکتی چل پل
تمہیں [illegible] دیکھئے لڑکوں کو بھیجکر
[illegible] سے کاٹیے کیوں اپنی عمر کو
[illegible] بس یہ ضرور ہے
[illegible] اتنی ضرور ہے

فکریں پئے وظیفہ و انعام کیجیے
سارا علاقہ ہند کا اب خام کیجیے
کیوں انتظار گردشِ ایام کیجیے
ہر انجمن میں دعویٰ اسلام کیجیے
مُردوں کے ساتھہ قبر میں آرام کیجیے

[illegible] نسبت سے [illegible]
[illegible] ہے سوا اسکے اور کچھ

ہر دل سے ہر گروہ سے ہر خاندان سے
یعنی کہ اڑ گیا ہے خدا درمیان سے

[illegible] سے کہتے بابو صاحب
[illegible] کیوں ہوئی [illegible] کامیابی
[illegible] صاحب [illegible] اُس کے
[illegible] برابر [illegible]
[illegible] واقف نہیں ہے
[illegible] سے بابو صاحب
[illegible] سید سے نسبت

گورنمنٹ سید پہ کیوں مہربان ہے
کہ ہر بزم میں بس یہی داستان ہے
کبھی لاٹ صاحب کا وہ میہمان ہے
دیا ہے ہر صیغے کا امتحان ہے
یہاں جتنی انگلش [illegible] بر زبان ہے
سنو جو رمزا س میں نہان ہے
[illegible] انگریزی دان ہو وہ انگریز دان ہے

(ترنم)

[illegible] بات ہے
[illegible] ہے نازک

زلف خوش ہے کہ یہہ پھانسی پہ چڑہی جاتی ہے
اہل بینش میں یہ اک نظم پڑہی جاتی ہے

[illegible] آفت جان حسن و جمال عجیبے
چشم مست عجیبے دارد و خال عجیبے
[illegible] مائل [illegible]
[illegible] عجیبے [illegible] خیال عجیبے

۷۸ء کے ایک گم شدہ مضمون کے چند اشعار

پھر ہاں کوئی شے رہ نہیں جاتی
وہ شوکت و شانِ جم و کے رہ نہیں جاتی

یورپ کی ترقی کا چمکتا ہے ستارہ
توقیر عرب عظمتِ رَے رہ نہیں جاتی

دلکش نظر آتا ہے بہت لفظ نو مہر
تزئینِ رخ بہمن و دَے رہ نہیں جاتی

گڈ بائی کا غل مچتا ہے اطراف جہاں میں
تسلیم نہیں رہتی ہے جے رہ نہیں جاتی

عالم کو لبھاتی ہیں پیانو کی صدائیں
بلبل کے ترانوں میں وہ لے رہ نہیں جاتی

آہنگ طرب کیلئے چھڑتے ہیں نئے ساز
دمسازیٔ احباب کو نَے رہ نہیں جاتی

رندوں سے بدل جاتی ہیں ساقی کی نگاہیں
وہ گردشِ پیمانہ وہ مے رہ نہیں جاتی

ہوتی ہے بہت سخت یہ منزل مگر اکبر
ہمت ہو تو پھر نا شدہ طے رہ نہیں جاتی

مواقع خاص

سنہ ۱۹۰۷ء حسب فرمایش پنچ

زمزمہ اوج فلک پر ہے یہی ہر برڈ کا — ہے یہی مفہوم روئے ارض پہ ہر ورڈ کا
زینت گیتی ہے ملک اعظم برطانیہ — سکّہ بیٹھا ہے دلون مین حضرت اڈورڈ کا

راجہ صاحب سے شیخ جی نے کہا — اب بھروسا حضور پر نہ رہا
مجھکو چھوڑا امام باڑے مین — سوچئے خود نیچری اکھاڑے مین

جیب خالی پھر اگیا بندہ — لیگئے غیر اسقدر چندہ
راجہ صاحب نے ہنسکے فرمایا — کیون مزاج آپکا ہے گرمایا
بزم قومی مین شریک ہوا — جو ہوا ہر طرح سے ٹھیک ہوا
آپ پر بار صرف ڈاڑھی ہے — یان ریاست کی فکر گاڑھی ہے
جب حکومت کرے خود اسکا ڈفنس — کیون نہ ہون مین شریک کانفرنس
مجھکو ہے شوق علم و دانش سے — کیون مین رکتا پھر اپنی خواہش سے
نہ ہو تسکین جو یہہ توضیح — تو مین کرونگا دوسری تشریح
مجھپہ کرتا تھا اعتراض حریف — دل مین آیا یہ میرے شعر لطیف
دفتر اعتراض سوختہ بہ — ذہن او بہ چندہ دوختہ بہ

سن رہے تھے سماع مولانا　　اسی حالت مین انتقال ہوا

واہ کیا خوش نصیب تھے حضرت　　عالم وجد مین وصال ہوا ۱۹۰۴ء

ہزار و نہ صد و شش از جہان رفت　　بیامد یک ہزار و نہ صد و ہفت

مواقع خاص سنہ ۱۹۰۶ء

ممدوح خاص و عام ہین لالہ نہال چند　　در انکے فیض کا کبھی رہتا نہین ہے بند

چندے وصول کرنے کو ہین پیشوا بہت　　سب کرتے ہین مباحث قرآن و ویدوزند

لیکن دقیق و سخت جو ہوتا ہے کوئی کام　　اسوقت مین جناب ہی ہوتے ہین دردمند

حکام کے حضور مین کرتے ہین التماس　　قانون سے جو ہوتا ہے کچھہ شائبہ گزند

تقریر رنٹ ایل پہ جو کی ملک بول اٹھا　　این کار از تو آید و مردان چنین کنند ۱۹۰۱ء

سنہ ۱۹۰۶ء آغاز تشریف آوری مین کہا گیا تھا)

خلاف حق چو حریفان ز راہ میگردند　　ز فیض حکمت او رو براہ میگردند

مکرم است بہ ہندوستان شہ کابل　　بتان بگرد حبیب اللہ میگردند

موت جلدی میری مشت استخوان کو سونگھہ کر　　چونک اٹھا اکبر عوض خواب گران سے اونگھہ کر

یہ سمجھنا چاہیئے خالق نے جو صحت یہ دی　　بہر استغفار اپنے فضل سے مہلت یہ دی

بہ علالت سنہ ۱۹۰۵ء

حضرت کی وفات سے ہے ہر اک دلریش　　رکھتے تھے عزیز انکو بیگانہ و خویش ا

کیا کیا صفتین تھین جمع انمین اکبر　　حافظ ۔ حاجی طبیب ۔ عالم ۔ درویش

ا مولانا محمد حسین صاحب سنہ ۱۹۰۴ء

طلغرائی چون فرستادی زراہِ لطف و مہر — جوش زد از دل سرور و لطفہا اندوختم
بسکہ شوق و عوت داشپیچ در دل داشتم — محفلے ترتیب دادم شمعہا افروختم
خادم خاص از پئے آوردنت رفتہ بریل — نصف شب در انتظارت دیدہ بر در دوختم
چون شنیدم فسخ کردی عزم رفتن سید ریلے — شمع را خاموش کردم خود سراپا سوختم

سید جلال الدین طہرانی اڈیٹر حبل المتین

تہا باعث الم مرض جانگزائے قوم — مدت سے سن رہے تھے علیگڈہ مین ہا قوم
آخر اودہ نے کالج طبی بنا لیا — شکر خدا کہ ہو گئی پیدا دوائے قوم

ملال کا تو محل اے حضور کچہہ بہی نہین — خدا گواہ ہے میرا قصور کچہہ بہی نہین
براہ لطف و کرم لائے یہان تشریف — الہ آباد علیگڈہ سے دور کچہہ بہی نہین
محبت آپکی ہے میرے دل مین مستحکم — مین صاف لکہتا ہون یہ مکر و زور کچہہ بہی نہین
وہ امر آپکی جانب سے مین نہ سمجہا تہا — یہ چاہیے کہیئے کہ تجہکو شعور کچہہ بہی نہین!

بعد پنشن کے تصنع سے مجہے ساز نہین — ہون جو بے شغل تو اکبر یہ کوئی راز نہین
گو اب آزاد ہون لیکن مری صحت ہی خراب — پر کہلے ہین مگر اب طاقتِ پرواز نہین

ڈیپوٹیشن کی سر سبزی جو دیکہی اُس نے شملے مین — برہمن نے کہا یہ شاخ بیداد را ایسے کہلے مین
کہا مہدی نے بہائی تم کو کیون اسدرجہ حیرت ہے — تمہارے واسطے یہ کیا محل رشک و غیرت ہے
تعجب کیا ہے ہم اُس بت کے پہلو مین جو لیٹے ہین — حرم کے محترم کیا دیر کے خادم سے ہیٹے ہین
برہمن نے کہا بس آپکی باتین ہی باتین ہین — اجی یہ وصل کی راتین نہین ہین اُنکی گہاتین ہین
کہا مہدی نے ہم کو تو فرے سے اپنے مطلب ہے — محبت ہو نہو اُنکو امید اسکی یہان کب ہے
برہمن نے کہا ایسا مزا اعضا کا مضعف ہے — کہا مہدی نے ہان اس بات سے بندہ بہی واقف ہے

وفات سر سید مرحوم

ہماری باتین ہی باتین ہین سید کام کرتا تہا — نہ بہولو فرق جو ہے کہنے والے کرنیوالے مین

کہے جو چاہے کوئی مین تو یہہ کہتا ہون اے اکبر
خدا بخشے بہت سی خوبیان تہین مرنے والی مین

سنہ ۱۹۰۶ع

دیکھی جو نمایش چپکا گو — دل نے کہا دین سے کہ بہاگو
اتنے مین اجل پکاری سر پر — بس ہو چکا خواب زیست جاگو

شروع سنہ مین مین آونگا تم اپنی مان کو یہ لکہہ چکی ہو — تو دیر پہر کیون لگا رہی ہو یہ کیا تامل ہے کیون رکی ہو
مجہی کو سمجہو تم اپنا قبلہ سر ادب کو ہین کرو خم — وہانکے چرچے مین لطف کیا ہی جیسے اُٹہا نیکو تم جہکی ہو
علم باری مین یہ تپ موت کی تمہید نہ تہی — ورنہ ظاہر مین تو کچہہ زیست کی امید نہ تہی

(سنہ ۱۹۰۵ع مین مصنف کو باری سی تپ آئی تہی

مولوی محمد کریم صاحب تحصیلدار میجا ضلع الہ آباد ۳ - دسمبر سنہ ۱۹۰۵ع

عمدہ مچہلی مسلم و خام ملی — تحفہ پایا مرادِ حُدّام ملی
ممنون کریم کیون نہ ہون اے اکبر — وہ دام مین لائے مجہکو بے دام ملی
اک دوست ہمارے ہین تپ انکو شدید آئی — چہیلا کیے بیماری مدت مین شفا پائی
لاہور کے جلسے مین شرکت کو ہین اب جاتے — حالانکہ ابہی قوت پاؤن مین نہین پاتے
مین کہتا ہون جاتے ہو لاہور بلا قوت — وہ اسکو سمجہتے ہین لاحول ولا قوۃ
یہ میری غلط بندش وہ انکی غلط فہمی — مین حد سے بڑا شاعر وہ حد سے سوا وہمی

آتا نہین مجہکو قبلہ قبلی — بس صاف یہ ہے کہ بہائی شبلی
تکلیف اوٹہاؤ آج کی رات — کہانا یہین کہاؤ آج کی رات
حاضر جو کچہہ ہو دال دلیا — سمجہو اسکو پلاؤ قلیا +

شبلی کا قدم علم کی منزل پہ جما ہے
رفتار پہ آخر کی قلم اُسکا تھما ہے

چمکی ہوئی ہے بزم سلف اُسکی بیان سے
روشن ہے یہ معنی کہ وہ شمس العلما ہے

یہ کیا سبب ہے جو رہ رہ کے جی بھر آتا ہے
یہہ کیا ہوا جو مجھے شہر کاٹے کھاتا ہے

یہ خون ہوگئی کیون میرے دل کی رنگینی
یہ داغ دینے لگی کیون چمن کی گلچینی

اُداس ہوگئی کیون روح خانۂ تن سے
اُدچاٹ ہوگئین کیون بلبلین یہ گلشن سے

بحمد اللہ کہ حاصل آپ کو ہر ایک نعمت ہے
ذہانت ہے سعادت ہے شرافت ہے لیاقت ہے

علوم مغربی مین نمبر اول آپ کا آیا
عزیز و دوست جو ہین سبکو اس کی مسرت ہے

گورنمنٹ آپ کی مداح ہے اس قابلیت پر
اکابر قوم کے خوش ہین ہر اک کو فخر و عزت ہے

پئے تکمیلِ دانش قصد ہے اب ملک مغرب کا
مبارک ہو کہ لندن کا سفر ہے وقت رخصت ہے

مبارک آپ کے احباب کو یہ جلسۂ رخصت
حقیقت مین مبارک وقت ہے اور عمدہ ساعت ہے

بخیر و کامیابی آپ واپس آئین لندن سے
یہی سب کی دعا ہے اسدم یہ حد جوش طبیعت ہے

زبان پر سب کی جاری ہے یہ شعر حضرت اکبر
کہ جنکی نظم پر نظم ثریا کو بھی حسرت ہے

عطا کر قسمت تصنیف سعدی یارب اُس گل کو
پھلے پھولے زمانے مین گلستان بوستان ہوکر

گو دلِ بیتاب امید وطن پر شاد ہے
شاق لیکن فرقت منشی جگن پرشاد ہے

سنہ ۱۹۰۳ع

خوش پھر رہی ہے خلق خدا صبح عید ہے
ہر سمت زیب و زینت دنیا کی دید ہے

ہے جشن تاج پوشی قیصر بھی آج ہی
یہ اتفاق باعثِ لطفِ مزید ہے

بازار دہر گرم ہے متاع سرور سے
یا منفعت فروخت ہے دلکش خرید ہے

کشتہ ہے کوئی طرزِ بس خوشخرام کا
کوئی نگاہِ ناز بتان کا شہید ہے

صوفی کے انجمن مین بھی شاہی کا ہے سماں
لطف نوائے مطرب و نذرِ مرید ہے

مست اپنی رنگ مین ہین نئی روشنی کے دوست
اظہار جوشِ طبع بہ طرزِ جدید ہے

ڈالی کسی نے بھیجی ہے حکام کے حضور
بیتاب دل مین شوقِ صدورِ رسید ہے

جنکے سپوت ولیمن ہے کچھہ مایۂ نشاط
اُس سے شرابِ طولِ امل کی کشید ہے

مجھکو خموش دیکھکے پوچھا یہ چرخ نے
تو بھی اِس آب و رنگ سے کچھہ مستفید ہے

مین نے کہا کہ حالتِ عشاق ہے کچھہ اور
پروانہ ہو وفا کی یہ اُس سے بعید ہے

پیش نظر ہمارے ہے شامِ شبِ فراق
اِسکی جو ہو سحر تو ہماری بھی عید ہے

لندن کو چھوڑ لڑکے اب ہند کی خبر لے
بنتی رہینگی باتین آباد گھر تو کر لے

راہ اپنی اب بدل دے بس پاس کرکے چلدے
اپنے وطن کا رخ کر اور رخصتِ سفر لے

انگلش کی کرکے کاپی دنیا کی راہ ناپی
دینی طریق مین بھی اپنے قدم کو دھر لے

نیچر پکارتا ہے ہے اصل نسل تیری
کہتی ہے ہسٹری بھی بس جا اور اپنا گھر لے

واپس نہین جو آتا کیا منتظر ہے اِسکا
ماں خستہ حال ہو لے بیچارہ باپ مر لے

مغرب کے مرشدون سے تو پڑھ چکا بہت کچھہ
پیرانِ مشرقی سے اب فیض کی نظر لے

مین بھی ہون اک سخنور آتش کلام اکبر
ان موتیون سے اگر دامن کو اپنے بھر لے

کانفرنس احباب سے پُر ہے
جو صاحب ہے وہ سلکِ دُر ہے

سب کو یادِ اُستاد کا گُر ہے
دلکش ہر اسپیچ کا سُر ہے

قومی ترقی کی رادہا پیاری
بیٹھی ہین پہنے جوڑا بہاری

نومن تیل کی فکر ہے طاری
چندہ کی تحصیل ہے جاری

قوم پہ غالب کورٹ کے عملے
عملے ٹھہرے پارک کے گملے

پھر یہ چندہ کیونکر دم لے
کتنا ہی لے کوئی پھر بھی کم لے

لائی ہین سکھیان بھر کر جھولی
رنگ مین ڈوبی ہے سب کی چولی
خوب کھلی ہے برج مین ہولی
سب نے زبان اس گیت پہ کھولی

شیخ کو الفت ہوگئی مس کی
اگلی دنیاد ہر سے کھسکی
خوب پیئے اب شوق سے وسکی
بیٹھا کون ہے شرم ہے کس کی

جمع ہین ممبر ہوسے بہا سے
آنکھین پھاڑ سے دانت نکالے
جاڑون کا موسم ہو لیے پیالے
چندہ دیکر پہنے دوالے

بعض ہین بادہ و جام کے خواہان
بعض فقط آرام کے خواہان
بعض نمود و نام کے خواہان
کم ہین فیض عام کے خواہان

مدعیان رونق دین ہین
واقف فن و ہنر سے نہین ہین
لیکن باہم بر سر کین ہین
کم ہین اُن مین جو آخر بین ہین

ہر دم قوم کا رونا کیا ہے
مفت مین روپیہ کھونا کیا ہے
ان باتون سے ہونا کیا ہے
شور زمین مین بونا کیا ہے

دیکھ کے اک باضابطہ جھپکی
آپ نے سب کی دولت ہپ کی
دنیا آپ کی جانب لپکی
بزم جہالی خالی گپ کی

یہہ وادی ہے طور سے خالی
یہہ جنت ہے حور سے خالی
یہہ محفل ہے نور سے خالی
پاس سے خالی دور سے خالی

دیکھتا ہے اک عمر سے بندا
ہوتا ہے کچھہ کام نہ دھندا
بس یہی باتین اور یہی پھندا
لاؤ چندا لاؤ چندا

سید کا جو عہد مشن تھا
حسب ضرورت طرز سخن تھا
اُس سکّے کا ٹھیک چلن تھا
وقت وہ اور تھا اور یہی سن تھا

بگڑا دیکھا بیٹا بھتیجا
ایک کا چھلم ایک کا تیجا

دل کہتا ہے بات کو بیچا — ساکت ہو وہ کہلا کے نتیجا
بھائیوں پر منہ آئے جانا — گائے گیت کو گائے جانا
اگلا قصہ سنائے جانا — اٹرا ڈھول بجائے جانا

بیٹھے روتے ہین جن کے ہین لڑکے — دوڑتے ہین بنگلون پر تڑکے
دلمین بھی رہتے ہین دہڑکے — مارنہ بیٹھے کوئی بگڑکے

کیون رنگ حق پوش مین آؤ — غیرت پکڑو جوش مین آؤ
مذہب کے آغوش مین آؤ — غافل بندو ہوش مین آؤ

اک انگریز نے بات یہہ کہدی — جس نے ترقی دہ دی یہ دی
اس بازی کی ہمین نے شہ دی — کیسے سید کیسے مہدی

گرمیون مین بچون کو ٹھکانا — شہرون شہرون بھیک منگانا
اور اس پر یہہ بات بنانا — مفلس لڑکون کا ہوگا ٹھکانا

آپ کہین منسوب نہین ہے — ہم کو تو مرغوب نہین ہے
عمدہ یہ اسلوب نہین ہے — ہان یہہ طریقہ خوب نہین ہے

اس سے بگڑتی ہے قومی حالت — جاتی رہتی ہے شرم کی خصلت
کیسے ہوگی جو یہہ جمعیت — ہوگا میل بڑھے گی الفت

ٹرپوگے جیتنا حال کی اندر — جال گئے گا کھال کی اندر
کیا ہوا تیس ہی سال کے اندر — تحریر کرو اس [illegible]ال کے اندر

کام بہت ہین لوس و ذاتی — انکی فکر تو کی نہین جاتی
مفت مین بچون کو کرکے براتی — قوم کی گاتے ہین بہائی وفاتی

کینہ ہم کو ہے نہ حسد ہے — دل مین ضد ہے نہ [illegible] کوئی کد ہے
لیکن یہ ارشاد خرد ہے — بھائی ہر شئے کی اک حد ہے

آزادی کی پی کے برانڈی گاتا ہے قومی کشتی کا ڈانڈی	آپ چلاتے ہین ڈھنڈھا پانڈی کلٹ گرم ہے سرد ہے ہانڈی
بزم عزا مین کیون نہ ہو شرکت صوفیون کی کیون ڈھونڈین نہ صحبت	جس سے دل مین ہو پیدا عبرت قلب کو جس سے پہونچے فرحت
یہ بے معنی مجلس کیسی یہ بے حکم کی آفس کیسی	یہ ناحق کی گھس گھس کیسی بات یہ سٹرم پہ پیس کیسی
ہوگیا عقل مین کون اضافہ دیکھہ لیا یارون کا قیافہ	خوشبو پھیلی نہ دیکھا نافہ پایا بس خوشرنگ لفافہ
قوم سے اسکی گاڑھی کمائی اور وہ یون بے سود گنوائی	آپ نے فقرہ دیکے اوڑائی شاہ لنڈن تیری دہائی
دوڑاؤ تدبیر کے ریشے صناعی کے چلاؤ تیشے	قوم مین پھیلین فن اور پیشے تاکہ کٹین افلاس کے ریشے
تم ہو فکر جاہ مین اُلجھے نافہمون کی واہ مین اُلجھے	شہرت شان کی چاہ مین اُلجھے دل کیونکر اللہ مین اُلجھے
خالق کی توحید سکھاؤ ملحد کی تردید سکھاؤ	عقبیٰ کی تمہید سکھاؤ روحانی اُمید سکھاؤ
مذہب کی تعلیم زبانی ملا خود جو نہ ہو حقانی	طوطا مینا کی ہے کہانی پھر تو مکتب ہے شیطانی
جب ہون گرو جی خود البیلے راہ پر آئین کیونکر چیلے	خوب رچائین میلے ٹھیلے مندر مین کیون جائین اکیلے
اگوا خود جب حق سے ہو غافل	دنیا ہی دنیا دل مین ہو داخل

ساتھی کیونکر نہ چلیں رہِ باطل　　کیونکر دین ہو اُن کو حاصل

جس نے خیمہ یہان پہ گاڑا　　اُسکو مبارک ہو یہ اکھاڑا
لیکن قوم کو کیون ہے پچھاڑا　　اس نغمے پہ گلا کیون پھاڑا

عشرتِ گھر کی محبت کا مزا بھول گیے　　کھا کے لندن کی ہوا عہد وفا بھول گئے
پہونچے ہوٹل مین تو پھر عید کی پروا نہ رہی　　کیک کو چکھکے سویون کا مزا بھول گئے
بھولے مان باپ کو اغیار کے چرچے مین ہا　　سایۂ کفر پڑا نور خدا بھول گئے
موم کی پتلیون پر ایسی طبیعت پگھلی　　حسن ہند کی پریون کی ادا بھول گئے
کیسے کیسے دل نازک کو دکھایا تم نے　　خبر فیصلۂ روز جزا بھول گئے
بخل ہے اہل وطن سے جو وفا مین تم کو　　کیا بزرگون کے وہ سب جود و عطا بھول گئے
نقل مغرب کی ترنگ آئی تمہارے دل مین　　اور یہ نکتہ کہ مری اصل ہے کیا بھول گئے
کیا تعجب ہے جو لڑکون نے بھلایا گھر کو　　جبکہ بوڑھے ہے روشِ دینِ خدا بھول گئے

بنام منشی نثار حسین صاحب مہتمم پیام یار لکھنو

نامہ کوئی نہ یار کا پیغام بھیجیے　　اس فصل مین جو بھیجئے بس آم بھیجیے
ایسے ضرور ہون کہ انھین رکھ کے کھا سکون　　پختہ اگر ہون بیس تو دس خام بھیجیے
معلوم ہی ہے آپ کو بندے کا ایڈریس　　سیدھے الہ آباد مرے نام بھیجیے
ایسا نہ ہو کہ آپ یہ لکھین جواب مین　　تعمیل ہوگی پہلے مگر دام بھیجیے

مرثیہ

دھوم پر آج کیون اس درجہ وقفِ حسرت و غم ہے　　یہ کیا باعث کہ برپا ہر طرف اک شور ماتم ہے
الٰہی کیا قیامت آگئی ہے کیا یہ عالم ہے　　کہ جسکو دیکھو مغموم ہے یا چشم پرنم ہے

یہ ماتم ہو رہا ہے کس کی مرگ ناگہانی پر
گری برق اجل بے وقت کس کی نوجوانی پر

کنور عبد العزیز اک نوجوان ماں باپ کا پیارا
گل باغ ریاست اور ہر اک کی آنکھ کا تارا

اُسے دور فلک نے ناگہاں تیر اجل مارا
کسی کا بس نہیں اللہ کی مرضی میں کیا چارا

تلاطم ہے ریاست میں عزیزوں کا جگر خوں ہے
ہوا خواہوں کو صدمہ ہے دل احباب محزوں ہے

تماشے دیکھتے ہیں آپ اس دنیا سے فانی کو
امنگیں تھیں مرے تھے ولولے تھے نوجوانی کے

ابھی ہے بات کل کی غلغلے تھے شادمانی کے
عیاں تھے ہر طرف اسباب عیش و کامرانی کے

ابھی یہ دیکھئے آہ و بکا ہے شور و شیون ہے
جنازہ اٹھ رہا ہے اہتمام گور و مدفن ہے

رہو خاموش اکبر شور و فریاد و فغاں تا کے
یہ آہ آتشیں یہ قصۂ سوز نہاں تا کے

سمجھ لو خود تمہیں کب تک یہ غم کی داستاں تا کے
اگر سارا جہاں بھی ہو تو پھر سارا جہاں تا کے

اگر تاریخ رحلت تم کو لکھنی ہے صفائی سے
رہو ساکت ملا و صبر کو داغ جدائی سے

۲۹۲ — ۱۰۲۳ = ۱۳۱۵ھ

قصیدہ مبارکباد جشن جوبلی ملکہ معظمہ قیصرہ ہند دام اقبالہا حسب ایمائے مسٹر ہاؤل صاحب جج ۱۸۸۷ء

زمانے میں خوشی کا دور ہے عشرت کا ساماں ہے
بہ رنگ گل ہر اک باغ جہاں میں آج خنداں ہے

کوئی کہتا ہے جوبلی کی دھوم ہے ہر سو
ادھر ہے نغمۂ عشرت ادھر نور چراغاں ہے

جدھر دیکھو کھلی پڑتی ہیں کلیاں صحن گلشن میں
بھرا جوش مسرت سے ہر اک مرغ خوش الحاں ہے

بساں بوئے گل ہر اک ہے باہر اپنے جامے سے
نسیم گلشن عیش و مسرت عطر افشاں ہے

چمک کر ہو گیا زیر فلک رشک قمر ہر گھر
یہی شب ہے کہ جس کا نور رشک مہر تاباں ہے

فروغ اپنا جو دکھلاتی ہیں آتش بازیاں ہر سو
کواکب مضمحل ہیں دیدۂ افلاک حیراں ہے

کہین ہے رقص کی محفل کہین ہے جلسۂ دعوت — کہین تصویر بنتی ہے کہین سرو چراغان ہے
کہین خیرات خانے جاری ہوتے ہین کہین مکتب — کہین تقسیم کپڑونکی پئے فصلِ زمستان ہے
اثر جوشِ مسرت کا ہے ہر ادنیٰ و اعلیٰ پر — کوئی فرمانروا ہے یا کوئی کم مایہ دہقان ہے
کوئی ہے محو آسایش کوئی مصروفِ آرایش — شگفتہ مثلِ گل چہرہ ہے دل شادان و فرحان ہے
تعجب کیا اگر ایسی خوشی ہے اہل عالم کو — یہ حیرت کیا جو قیصر کا ہر اک دل سے ثناخوان ہے
سر آرائے پنجاہ سالہ خیر و خوبی سے — محل لطف باری ہے مقام شکر یزدان ہے
یہی ہندوستان سب کہتے ہین جنت نشان جسکو — کوئین وکٹوریا کے عہد مین رشکِ گلستان ہے
رئیس امن و امان سے ناظرِ حالِ ریاست ہین — ہری کھیتی زمیندارون کی ہے سرسبز دہقان ہے
کبھی بدلی کرے گر قطرہ افشانی نہین کیا پروا — کہ فیض نہر و امان زمین پر گوہر افشان ہے
نظرِ سلطان کی ہے خاص تعلیم رعایا پر — اشاعت علم کی یہ ہے کہ سب کی عقل حیران ہے
ہزارون مدرسے قایم ہوے ہین سیکڑون کالج — جہان تکرار سطو بھی بس اک طفل دبستان ہے
جہان چلتا نہ تھا کچھ زور وان اب ریل جاتی ہے — میسر جا اسوارون کو بھی اب تختِ سلیمان ہے
نہ کچھ کھٹکا ہے چورون کا نہ قزاقون کی دہشت ہے — روان بے زحمت و خوف و خطر ہر سمت انسان ہے
تجارت کی بھی ایسی ہو رہی ہے گرم بازاری — کہ سامان تجارت جنس دل بھی اب ارزان ہے
طلسم تازہ دکھا کارخانہ تار برقی کا — زبان پر آتا بے پردہ بات ہے جو دل میں پنہان ہے
شب تیرہ مین بھی وہ نور ہے اقبال قیصر کا — کہ ہر ذرہ نگاہ دزد مین مہر درخشان ہے
رعایا کے حقوق اب ہر طرح محفوظ رہتے ہین — ادھر قانون حامی ہے ادھر حاکم نگہبان ہے
محبت بڑھ رہی ہے فاتح و مفتوح مین باہم — گرہ جو دل مین تھی وہ اب مثالِ درِ غلطان ہے
پریس[1] کو بھی ہے عہد امپرس مین کامل آزادی — زبان خامۂ مضمون نگاران سیف بُران ہے
توجہ ہے مفید عام کامون کی طرف سب کی — کوئی ہے علم کا طالب ہنر کا کوئی خواہان ہے
شفا خانون نے ثابت کر دیا ہے اس مقولے کو — پئے ہر رنج راحت ہے پئے ہر درد درمان ہے

[1] بہ تخفیف یا

خلوص وصدق دل سے ہے دعا ہندو مسلمانکی — کہ یارب جبتلک یہ گردش گردون گردان ہے
فروغ مہر و مہ سے جب تلک ہے زینت عالم — نشاط انگیز جب تک انتظام باد و باران ہے
دل اہل جہان ہے جب تلک مرکز تمنا کا — ہوائے آرزو جبتلک محیط قلب انسان ہے
خدا کے نام کی عزت ہے جب تک اہل دانش مین — تجلی علم کی جبتلک چراغ راہ عرفان ہے
ہمارے حضرت قیصر رہین اقبال و صحت سے — کہ جنکا آفتاب عدل اس کشور پہ تابان ہے

خدا اے عشرتی تم کو ہمیشہ شادمان رکھے — خلایق سے تمہین خوش انکو تم پر مہربان رکھے
کرے مملو تمہاری طبع کو رنگین خیالی سے — تمہارے دفتر دل کو گلستان بوستان رکھے

ہمارے ہین ہین ہون مرانور نظر لندن مین ہے — سینہ پر غم ہے یان لخت جگر لندن مین ہے

دفتر تدبیر تو کھولا گیا ہے ہند مین
فیصلہ قسمت کا اے اکبر مگر لندن مین ہے

آن نونہال خوبی ماہ دو ہفتہ بودہ — در نو بہار عمرش رفت از فضائے ہستی
پیمانۂ مئے غم سرشار و بیہشم کرد — رفتم سر مزارش در بیخودی و مستی
آہے ز دل کشیدم گفتم کہ اے مہ من — با این کمال و رفعت حیف است میل پستی
آخر چہ پیش آمد اے شمع محفل من — در گوشہ نشستی و ز انجمن گسستی
آخر چہ شد کہ رفتی اے رونق گلستان — در موسم بہاران رنگ چمن شکستی

اے برق وش چہ داری نسبت بگور تیرہ — اے شعلہ رو بخاک تربت چرا نشستی
اے خوش نگاہ واکن چشمان سحر آگین — چیزے بگو بہ عاشق لبہا چرا بہ بستی
ناگہ ندائے از غیب آمد بگوش جانم — کہ اے بیخبر ز ایمان اے محو بت پرستی
آنرا کہ شعلہ خوانی و انرا کہ برق دانی — آن جلوہ بود رنگ نقش طلسم ہستی
آن رنگہا پرید و پوشش بہ بند و رازے — رازے کہ کس نداند در بند خود پرستی
عبرت کشود چشمم حیرت بہ ہوشم آورد — در سینہ دفن کردم جوش و خروش و مستی

تاریخ فوت گفتم در صنعت عجیبے

بوٹہ برون شد اکبر از گردِ باغِ ہستی

۰۹ھ

۱۲۹۲ھ ۱۹۰۲
۲۰۹

بیکار جگہ ہے مضمحل گردہ ہے — جس دوست کو دیکھئے وہ افسردہ ہے
گو نبض زبان سے زندگی ہے ظاہر — دل کو جو ٹٹولیئے تو وہ مردہ ہے
بہتر ہے یہی کہ اب علیگڈہ چلیئے — رکیئے نہ کسی کے واسطے بڑھ چلیئے
جس فن کا ہو درس ہو جسے آئینِ ترقی — جو پیش آئے سبق اُسے پڑھ چلیئے
مہدی سا بزرگ صاحبِ جاہ تو ہے — سنجیدہ کلام کیلئے واہ تو ہے
منزل کا اگر پتا نہیں ہے نہ سہی — دلکش روشیں ہیں دلکشا راہ تو ہے

(یہ نظم ایک لمبی تمہید و تحسین کے ساتھ ۱۶ مئی سنہ ۱۹۰۴ء کے انسٹیٹیوٹ گزٹ میں چھاپی گئی
میں نے تو پرائیوٹ خط لکھا تھا)

مولانائے کڑوی

پھرے اک مولوی صاحب جو کل دربار دہلی سے — یہ پوچھا میں نے کچھ لائے بھی تم سرکارِ دہلی سے
وہ بولے سن کے اے اکبر کہوں کیا تجھ سے حال اپنا — اسی مطلع سے بس کرتا ہوں اظہارِ خیال اپنا
اُدھر سرخی سے گلگوں کی تھی آنکھوں کی زردی تھی — اِدھر ریش سپید اپنی تھی اور شدت سے سردی تھی

مولانا[۱] محوِ عشقِ یزدانی تھے — بیشک اس عہد میں وہ لاثانی تھے
بھولیں نہ کبھی انھیں محبانِ رسول — یعنی ترجیحِ شریعت کے بانی تھے

مقام آگرہ

ڈپٹی صاحب جو یہ ہیں زینتِ عباد جہان — پختہ وضعی کے ہیں انداز دکھانے والے

۱ خان بہادر مولانا شاہ محمد حسین صاحب۔

کلّو پتو سے الگ اور زواید سے بری
ساز پر ہاتھ پڑا اور ہوے رخصت آپ
انسپکٹر ہین جو یہ خان بہادر صاحب
رنج کے جلسونمین بھی تہذیب کی تصویر ہین آپ
دوستون کے لیے بازو کا ہین تعویذ جناب
شان اللہ کی ہین برکت[1] و اسرار[2] و مجید[3]
فیض ان کا سبب رونق عیش احباب

بس مصلّے ہی پہ ہین چہاونی چھانے والے
رہ گئے کہول کے منھ ہین بجانے والے
رعب حاکم دل دنیا پہ بٹھانے والے
اگلے اسلام کے ہین یاد دلانے والے
رہزنون کو یہ ہین سولی پہ چڑہانے والے
انکے اخلاق کے قائل ہین زمانے والے
تاج زرین سر عشرت[4] پہ اوڑہانے والے

[1] مولوی برکت اللہ صاحب رئیس غازی پور [2] اسرار حسین خان صاحب مدار المہام ریاست بھوپال [3] خان بہادر عبدالمجید خان صاحب مرحوم [4] سید عشرت حسین۔

متفرقات

الف

ترے پرتو سے اے جان جہان ظلمت مین نور آیا
ترے فیض تجلی سے مادّے مین شعور آیا

لطافت کو نہ چھوڑے رنگ تیری شادی و غم کا
ہنسی آئے تو پھولون کی جو رونا ہو تو شبنم کا

ترا چہرہ ہے منظر چشم شوق نور عرفان کا
ترا عشوہ ہے مصدر جلوہ ہائے فیض یزدان کا

شباب عمر نے کھویا طمع نے دین لیا
فلک نے ہمسے بڑی نعمتون کو چھین لیا

ہوا ہے وسمے[۱] بھی ہے عنبر افشان عروج ہی پہ ہے سمین کا
نثار ہونیکی وہ اجازت محل نہین ہے نہین نہین کا

مین ہنسا اُسپہ اُس نے گالی دی
مین نے جھک مارا اُس نے کچھ کھایا[۲]

مزے سے زندگی کٹتی جو دل قابو مین آجاتا
مگر ایسا تو جب ہوتا کہ وہ پہلو مین آجاتا

مرتبہ اس سے بھی دنیا مین سوا ہو آپ کا
یاد رکھیے گا کہ مین بھی ہون دعاگو آپ کا

نہ ہو یاد خدا تو نور باطن ہو نہین سکتا
نہ ہو طالع اگر خورشید تو دن ہو نہین سکتا

بنگالی ہاتھ مین قلم لے تو کیا
مسلم جو شال بزم جم لے تو کیا
ہندی کی نجات ہے نہایت مشکل
سو مرتبہ مر کے وہ جنم لے تو کیا

نہین ہے رحم قاتل مین یہی ہوتا تو پھر کیا تھا
کہان ہے صبر یان دل مین یہی ہوتا تو پھر کیا تھا

۱ وسمے نام ماہ فارسی۔ ۲ بس سمجھ جائیے۔

ہجوم بلبل ہوا چمن میں کیا جو گل نے جمال پیدا
کمی نہیں قدرداں کی اکبرؔ کرے تو کوئی کمال پیدا

آپکا برتاؤ موسم کے موافق تھا حضور
واقعی اسکے اثر سے دل بخوبی پک گیا

کدھر ہے رنگ مخالفت اب زمانہ بالاتفاق بدلا
خود اپنے نور نظر کو دیکھو نگاہ بدلی مذاق بدلا

تری ترچھی نظر سے ہم کو ڈر کیا
محبت کی تو پھر دل کیا جگر کیا

اک فلسفہ ہے تیغ کا اور اک سکوت کا
باقی جو ہے وہ تار ہے بس عنکبوت کا

باہم شب وصال غلط فہمیاں ہوئیں
مجھکو پری کا شبہ ہوا اُن کو بھوت کا

ہنگام نزع ہوش جو غایب ہوئی تو کیا
اسوقت وہ غرور سے تائب ہوئے تو کیا

مناسب ہے یہی دل پر جو کچھ گذرے اُسی سہنا
نہ کچھ قصہ نہ کچھ جھگڑا نہ کچھ سننا نہ کچھ کہنا

تماشا دیکھہ اکبرؔ دیدۂ عبرت سے دنیا کا
اجل کی نیند جب آئے لحد میں جاکے سو رہنا

بتا نہ کہتے ہوں جسے ہے یہ ہمارا بندا
ہے یہی ایسا کوئی اللہ کا پیارا بندا

انھیں غمزوں میں آسان ہے معانی کا ادا کرنا
مجھے لفظوں میں مشکل ہے بیانِ مدعا کرنا

عشوہ و ناز و ادا سے مسکرانا آ گیا
چشم بد دور آپ کو بجلی گرانا آ گیا

سراسر جلوۂ حسن متاع زلف لیلیٰ تھا
محل رشک اس بازار میں مجنوں کا سودا تھا

سمجھے تھے لوگ جسکو ہمارا انھیں کا تھا
کچھ غل مچا تو یہی اشارا انھیں کا تھا

اب سانس بھی نہ لینگے دبائینگا وہ کیوں
ہمکو تو زندگی میں سہارا انھیں کا تھا

اُٹھنے دیا نہ کیوں مرے ذرات خاک کو
اے چرخ اوج پر تو ستارا انھیں کا تھا

آزادیوں کے شوق میں اُبھرا تھا دل اگر
اُسکی خطا نہ تھی وہ ابھارا انھیں کا تھا

خضر سمجھے ہو جسے غول بیابانی ہے
غلط امید کے جنگل میں بھٹکا ماریگا

جانستانی میں نہ چھوڑیگا دقیقہ باقی
دلستانی کے لیئے لاف وفا مارے گا

کفر ہے معنی میں تیرے نقطۂ ہے اسلام کا
نفس نے اک آڑ پایا ہے خدا کی نام کا

کہتے ہیں مغلوب ہے اکبر خیال حور سے
کم دو یہ بہتر ہے جھوٹے بسکٹون کے چور سے

راہ وحشت مین اگر قیس سے لغزش ہو جائے
حیف لیلی یہ جو آمادہ کاوش ہو جائے

وہ دست درازیون سے کب ہین تائب
ہے حافظ دین یہ شمع فکر صائب
رخصت ہو جو علم دین تو پہر دین بھی جائے
گل ہو جو چراغ ابھی ہو گئی غائب

عفو کن یارب اگر تقوی نماند بر قرار
دل بہ پہلو ہست و کار م باشباب افتادہ است

چراغ دیر بھی دلکش حرم کی شمع بھی دوست
اسی سے چشم بصیرت نے کہدیا ہمہ اوست

ہین قوس دماغ مین مرے سہم بہت
سنئیے یہ خیال جسمین ہے وہم بہت
قومی مجلس مین اب سخن فہم ہین کم
دربار مین گو کہ ہین گزٹ فہم بہت

دیکھہ کاریگرئے حضرت سید ای شیخ
دیکھئے تو یچ وہ مذہب مین کمائی کیطرح
بحر ہستی کا یہی دور چلا جاتا ہے
برف کی طرح جمے بہ گئے پانی کی طرح

بھروسا اپنے کرکے مجکو پچھتانا پڑا آخر
بڑا دعوی کیا تھا مین نے شرمانا پڑا آخر

ولولے اٹھتے ہین دل مین دیکھکر انکا چال
حوصلے ہوتے ہین پست انکی نظر کو دیکھکر

مقابل کفر کے تہی وہ نمود اسلام کی اکبر
مگر اب انقلاب دہر سے باقی کہان کافر
نصاری قبلۂ مقصود ہین ہندو دیرادہ ہین
زمین شعر ہی مین رہگئی زلف بتان کافر

زن زمین زر تو ہے فساد کا گھر
لیکن اتنا کہونگا اے اکبر
زن منکوحہ و شریف و غریب
کیا عجب ہے کرے جو امن نصیب
ہو جو بیس آمد زر تنخواہ
تو نہین حاجت وکیل و گواہ
ہو جو تھوڑی سی باغ ہی کی زمین
تو کلکٹر کا ڈر زیادہ نہین

شراب دولت سے مست ہین وہ مئے قناعت سے ہم ہین سرخوش

	نہین ہے کچھ بہا ہمی تعلق وہ اپنے گھر خوش ہم اپنے گھر خوش
سخن شناس سے مین چاہتا ہون داد سخن	خوشی کیواسطے کافی ہے مجھکو واہ فقط
سوسائٹی نہین ملتی کہ جس سے دل بہلے	جو کوئی مونس و ہمدم ہے اب تو آہ فقط
شرف ہے جبۂ بیرسٹری سے جنکو یہان	مقدمون ہی کی وہ دیکھتے ہین راہ فقط
بیاض شعر سے مطلب نہین کلرکون کو	رجسٹرون ہی کو کرتے ہین وہ سیاہ فقط
رزق مایحتاج جب دیدے تجھے اللہ پاک	گر عبادت مین بسر اور سر کو رکھ پالائے خاک
پالسی مسلم کی دیکھی اور ہندو کی ترنگ	اوسمین ہے اکثر رکاکت یہ ہے اکثر خوفناک
بیٹھا رہا مین صبح سے اس در پہ شام تک	افسوس ہے ہوا نہ میسر سلام تک
دلون پہ مارتے جاتے ہین چھاپہ شیکسپیر	پڑھ ہو گے حضرت سعدی کی بوستان کتاب
تمہین سے اٹھگیا مردی کی شرم کا پردہ	تو پھر بقائے حجاب رخ زنان کبتک
اس انقلاب کا اب انقلاب ہے دشوار	رہو گے منتظر مہر آسمان کب تک
نہ نرے اونٹ ہو نہ ہو بلڈاگ	نہ تو سستی ہی ہو نہ ہو تم آگ
چال ہے اعتدال کی اچھی	ساز حکمت کا جوڑ ہے یہ راگ
جسنے دیکھا ہو گیا عاشق	واہ رے صورت واہ رے خالق
فیض کالج سے جوانی رہ گئی بالائے طاق	امتحان پیش نظر اور عاشقی بالائے طاق
وہ چراغون سے ہین جلتے ایسے ہین تیرہ ضمیر	کہتے ہین رکھی ہے اپنی روشنی بالائے طاق
اپنی زبان مین شمع یہ کہتی ہے راز دل	روشن نفس نہین نہو جسمین گداز دل
کیون کرنے لگے وہ مجھ گدا سے باتین	زوردون سے یہ ہین کرتے ہین ہوا سے باتین
مین سجدہ مین کہہ رہا ہون سبحان اللہ	بیکون مین وہ کرین خدا سے باتین
یہی کافی ہے مجھکو اہل ایمان باصفا ہین	نہین پروا منافق بد کہین مرتد برا کہین
رقیبون نے بہت تضمین تیرہین اور درفشانی کی	مین اشک آنکھون مین بھر لایا بلاغت اسکو کہتے ہین

کوئی کہتا نہین سیّاح ہون فطرت کا ماہر ہون
یہین تک فخر کی حد ہے مین ڈپٹی ہون نہ ناظر ہون
مین اپنے نوکرون کو ڈھونڈھتا پھرتا ہون بنگلے مین
کوئی ہے - لاکھ کہیے کون کہتا ہے کہ حاضر ہون

جو محو ہین کبر و زینت کے عقبیٰ و خدا سے غافل ہین
ارباب بصیرت کی آگے حشرات الارض مین داخل ہین

ممکن نہین ہم اُنکی کوئی بات ٹال دین
دین حکم اگر تو سینہ سے دل کو نکال دین

طاعت حق پر وہ میلانِ دلِ قوم اب کہان
وہ نماز صبحدم خیزید من النوم اب کہان

پتا میرا یہی ہے منزل ہستی مین ای اکبر
مرید حضرت دل ہون مقیم خانۂ تن ہون

بصارت نے کمی کی انحطاط عمر مین اکبر
بصیرت ہے تو آنکھین مجھسے اب آنکھین چراتی ہین

مرے ساز سخن سے پست فطرت کو تنفض ہے
پپیا تو بے سُرا سمجھا گیا بزم شغالان مین

جو بات مناسب ہے وہ حاصل نہین کرتے
جو اپنی گرہ مین ہے اسے کھو بھی رہے ہین
بے علم بھی ہم لوگ ہین غفلت بھی ہے طاری
افسوس کہ اندھے بھی ہین اور سو بھی رہے ہین

چہرۂ یورپ کا مین پروانہ ہون
اُسکی ہر اک بات کا دیوانہ ہون
شب مین پیدائش ہوئی ہے پیش شمع
جلوۂ خورشید سے بیگانہ ہون

جو حسرتِ دل ہے وہ نکلنے کی نہین
جو بات ہے کام کی وہ چلنے کی نہین
یہ بھی ہے بہت کہ دل سنبھالے رہیے
قومی حالت یہان سنبھلنے کی نہین

حواس و فہم مین اُلجھے ہوئے ہین
برات و سہم مین اُلجھے ہوئے ہین
خدا تک ہے رسائی سخت دشوار
سب اپنے وہم مین اُلجھے ہوئے ہین

سنہ ۱۸۷۵ء

دینی پہلو کو اے برادر دیکھو
کانٹون سے ہو مختر زگلِ تر دیکھو
نظم اکبر ہوئی منقوش قلوب
آنکھین ہون اگر خدا کا دفتر دیکھو

قرآن سے نہ واقف ہین نہ انجیل کے پیرو — با این ہمہ ہے شوق ترقی مین تگ و دو

ادبار کے ہین یہ دن اولو العزم نہ ہو — ہوتی ہے شکست مائل رزم نہ ہو
رونق محفل کی اب نہین ہے تجھسے — گوشے ہی مین بیٹھ عازم بزم نہ ہو

خدا رکھے سلامت اُس نظر کو — کہ جسنے سیم کو چھوڑا نہ زر کو

مرشد نے کہا اُٹھیے حضرت معنی نہ سہی صورت تو وہ ہو
گھر چھوڑ کے بسیے بنگلے مین طاقت نہ سہی زینت تو وہ ہو
اس نقش کی کر دو خانہ پُری تقدیر رہیگی پھر نہ بُری
راس آئیگی تم کو بادہ خوری مجلس تو وہ ہو صحبت تو وہ ہو

تصدیق ادھر شوق اُدھر بالارادہ جھوٹھ — اِس سے زیادہ مکر یہ اُس سے زیادہ جھوٹھ
عارض نہ اُنکا گل ہے نہ دل میرا آئینہ — رنگین جھوٹھ وہ ہے اگر یہ ہے سادہ جھوٹھ

ہوا ہون مین محنتی نہایت دبا رہا ہے فلک کا غمزہ — عجب تصرف کری تو شاید الف کی صورت مین آئے ہمزہ

ملکی ترقیون مین دوالے نکالیے — پلٹن نہین تو خیر رسالے نکالیے
کافی ہے بہر شغل کلیسائی فکر رزق — اب دل سے مسجد اور شوالے نکالیے

سراسر نور تقوی سایہ پر قربان کر آئے — یہ کیا اچھا کیا تمنے اگر زر کھو کے مس لائے

فرق کیا واعظ و عاشق مین بتائین تمسے — اُسکی حجت مین کٹی اِس کی محبت مین کٹی

یہی فتواے نیچر ہے کہ ہم بھی ہو رہین اُنکے — نہ زر اُنکا نہ زور اُنکا علم اُنکا سلطنت اُنکی
ملائین کسطرح سُر صدر پر تنزلہ ہے مذہب کا — بہت اونچے سُرون مین بج رہی ہے اب تو گت اُنکی
مگر قومی اطبا و رہی کرینگے یہہ نزلہ — قوی اطفال کو کریگی آخر تربیت اُنکی

تھا شوق اداے مطلب اک حسن کیسا تھا — اکبر نے جو فکر کی تو وہ بات بنی
دیوانہ تھی قوم عشق مین پریون کے — پکڑی گئی اور غلام جنات بنی
جب تک ہم مین ہے قومی خصلت باقی — بیشک پردے کی ہے ضرورت باقی

چالیس برس کی بات ہے یہہ شاید
بعد اُسکے رہیگی پھر نہ صحبت باقی

زاہد کی طبع دیکھہ کے اُس بت کو لچ گئی
وہ کیا۔ تمام ملک مین اک دہوم مچ گئی

اکبر ہی تہا کہ دین مین دل کو چھپا لیا
وہ بہی کہان بچا یہ کہو جان بچ گئی

شیخ و سید سے تو خالی نہین ذکر شاعر
ذات سے اُنکی مخاطب نہین فکر شاعر

طبع مجنون مری ہے عاشق ملت ایدوست
کیون روا رکہتا ہے ناحق مری ذلت ایدوست

راہ وحشت مین اگر قیس سے لغزش ہو جائے
حیف لیلی پہ جو آمادہ کاوش ہو جائے

رہگئے گم عربی شعر سمجھنے والے
چل بسے گیسوے لیلی مین اُلجھنے والے

فتواے کفر دینا واعظ کی بجیسی ہے
یہ عشق بت نہین ہے اکبر کی پالسی ہے

یہ بزم ساقی عجب جگہہ ہے کہ روح بیخود پڑی ہوئی ہے
حواس و منطق کی عقل گم ہے دلیل حیران کہڑی ہوئی ہے

خبر دل کی ہس دلخواہ جانے
خبر ایمان کی حُبِّ جاہ جانے

رہی اب عاقبت کی بحث اکبر
سوا اسکا حال تو اللہ جانے

شوق شہرت بہی برا زر کی بری چاہ بہی ہے
نفرت انگیز نظر مین ہوس جاہ بہی ہے

ہان مگر حسن بتان زہرہ جبین آفت دین
اس سے مجبور تو یہ بندۂ درگاہ بہی ہے

کمال شوق مین صرف اک نظارہ کافی ہے
کہ حسن خود ہی ہے عاقل اشارہ کافی ہے

حسن نور شمع ہر محفل مین ہر شب ہے وہی
موسم باران مین لیکن کثرت پروانہ ہے

بچشم غور دیکہو بلبل و پروانہ کی حالت
وہ اپنی سلیچین دیا کرتی ہے اور وہ جان دیتا ہے

وہ پہنستی ہے قفس مین اور اسکا نام روشن ہے
ہوا پر خیمہ معنی کو اکبر تان دیتا ہے

حالت پہلی سی اب کہان میری ہے
حیرت انگیز داستان میری ہے

سینہ میرا ہے دل نہین ہے میرا
میری نہین بات گو زبان میری ہے

واعظ کا دل بھی سوز محبت سے گرم ہے
چپ رہنے پر نہ جاؤ یہ دنیا کی شرم ہے

اڑائی خود نمائی مین اگر دولت تو کیا اکبر
خدا کو مانکر جو دین وہی اہل کرم اچھے

فیض حضرت بہر نمط ہوتا ہے
دل کو مرے حظ یہین فقط ہوتا ہے
ہر امر غلط کی ہوتی ہے یان تصحیح
اور لطف یہ ہے کہ علم غلط ہوتا ہے

مین نے اکبر سا بھی دیکھی نہین دیکھا کوئی
کہتا ہے انکی کمر مجکو نظر آتی ہے

مایوس کر رہا ہے نئی روشنی کا رنگ
اسکا نہ کچھہ ادب ہے نہ کچھہ اعتبار ہے
تقدیس ماسٹر کی نہ لیڈر کا فاتحہ
یعنی نہ نور دل ہے نہ شمع مزار ہے
بوڑھے ہوئے کتاب سے بوس و کنار ہے
اپنے لیے الف ہی بین اب قد یار ہے
اپنی جبین سے چین کے مالک اگر ہو تم
مین بھی ہون شاہ روس کہ دل بیقرار ہے

زندگی سے اب طبیعت سیر ہے
موت کیون آتی نہین کیا دیر ہے
کون و مکان ظہور جمال حضور ہے
غافل اسیر دام فریب شعور ہے

Imitation
Agitation
یا امیٹیشن کے صدقے جا [illegible]
یا ایجیٹیشن کے بدلے تو چلا جا مانڈلے
یا قناعت اور طاعت مین بسر کر زندگی
رزق کی کشتی کو کھیے پتوار لے اور ڈانڈ لے

دنیا کی حرص و آز کا واعظ شہید ہے
گو پیر ہو گیا ہے مگر زن مرید ہے

جبتک رہے زندہ آرزو مند رہے
جب مر گئے ہم تو قبر مین بند رہے
اب حشر مین خلد و نار کا ہے جھگڑا
دیکھین یہ امید و بیم تا چند رہے

حاصل ہو کچھہ معاش یہ محنت کی بات ہے
لیکن سرور قلب یہ قسمت کی بات ہے
آپس کی واہ واہ لیاقت کی بات ہے
سرکار کی قبول یہ حکمت کی بات ہے

وہ بحر رتیب ہے یہ عشق ۔۔۔ یہ اپنی اپنی ہمت وغیرت کی بات ہے
جاپان وروس سے ہمین کچھ واسطہ نہین ۔۔۔ خرچے کی یان تو بحث ہے تبت کی بات ہے
بی اے بھی پاس ہون ملے بی بی بھی دلپسند ۔۔۔ محنت کی ہے وہ بات یہ قسمت کی بات ہے
تہذیب مغربی مین ہے بوسہ تلک معاف ۔۔۔ اس سے اگر بڑھ ہو تو شرارت کی بات ہے

بچانا نشۂ طول امل سے دل کا مشکل ہے ۔۔۔ سرور بادۂ امید فردا آہی جاتا ہے

ہان اُس بت نے اُڑائی ہمین بلما ہو لے ۔۔۔ ہم تو کیا شیخ بھی توحید کا کلما[1] ہو لے
صنم ہند کو ہم یاد رہین ای اکبر ۔۔۔ غم نہین ہے جو عرب مین ہمین سلما ہو لے

جان آچکی ہے لب پر ہین منتظر فنا کے ۔۔۔ ابتک ہے وان تغافل قربان اس ادا کے
فغان کرنے کا بھی یارا نہین ہے ۔۔۔ سوا افسوس کے چارا نہین ہے

ہمنشین ظلم بتان پر چپ نہ رہنا چاہیئے ۔۔۔ بات جب کچھ بن نہ آئے شعر کہنا چاہیئے
ہوا بدل گئی ہے ایسی کچھ زمانے کی ۔۔۔ دعائین مانگتا ہون ہوش مین نہ آنے کی
مجنون کی پیاس کو بجھا تی ۔۔۔ لیلی کچھ باؤلی نہین تھی

عمر ۲۲ سال

طے ہوئی بات نہ قیمت ابھی اسکی ٹھری ۔۔۔ دل مرا لیکے چلے آپ یہ اچھی ٹھری
مشتاق تو ہستم کہ عزیزی و حبیبی ۔۔۔ لیکن چہ توآن کرد کہ مہمان رقیبی

دست فلک سے ہند کی خلقت بہت پٹی ۔۔۔ جو کچھ تھی اُسکی عظمت و وقعت وہ سب بٹی
اسکی دوا قناعت و نیکی ہے بس فقط ۔۔۔ ہان مشغلے کے واسطے ہو یونیورسٹی

باقی نہین رہی وہ دنیا سے گرم جوشی ۔۔۔ اب مین ہون اور عزلت اور عالم خموشی
اپنے ہی دل کے ہاتھ اب مین بک گیا ہون اکبر ۔۔۔ سر مین نہین رہا وہ سودائے خود فروشی

[1] عمداً علما کے ساتھ قافیہ ملایا گیا۔

حسب فرمایش عالی جناب خان بہادر شیخ احمد حسین صاحب مذاق تعلقہ دار

پریانوان ضلع پرتاب گڈھ

کچھہ اپنا سوچا نہ کام آیا وہی ہوا جو خدا نے چاہا — عجب ہے تسلیم و صبر کی خو۔ اگر نہ پیدا ہو دل مین ایسی
خدا سے بیگانہ تھی طبیعت دلی ارادون پہ تھا بھروسا — عزیمتین فسخ ہوگئین جب۔ عَرَفتُ رَبّی عَرَفتُ رَبّی

تاثیر ہوائے باغ ہستی نہ گئی — صورت کی ادا نظر کی مستی نہ گئی
ہوتے ہی رہے جمال دلکش پیدا — طبع انسان سے بت پرستی نہ گئی

نہ گئی دل سے مری حسن پرستی نہ گئی — بجھ گیا خون مگر روح کی مستی نہ گئی

شاخ مین پھل کا لگا رہنا ہے خامی کی دلیل — عقل پختہ ہو کے میرے سر سے زائل ہو گئی

ہوئی جو عمر انکی مجھ سے سنئے کہ پندرہ مین ہی لگی باقی — عجب ہے پیر کے اقتضا سے جو رکھے نیت کو نیک باقی

موت کو دیکھا تو دنیا سے طبیعت پھر گئی — اٹھ گیا دل دہر سے دولت نظر سے گر گئی

دنیا سے تعلق رکھنے مین ہرگز نہیں یہ تمہید بری
کیا خوب کہا ہے اکبر نے احسان اچھا امید بری

متفرقات

فلسفہ حریف کا۔ دین کا ہے عدو بنا
اسطرف ہے کید سخت اور ترا ہے بچپنا
صبح و شام صدق سے۔ کر دعا کہ رَبَّنَا
لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ ھَدَیْتَنَا

متعلق ٹرکی

متضاد گئے جو دو طرف سے دو تار
کیا جانیے کس کو آپنے اچھا سمجھا
لیکن اس بات کا سمجھنا تو ہے سہل
سرکار نے کس کو آئین سچا سمجھا

بدبو مرے گھر نہ آئے شرابی بہیلا
ہے تیرا دہن نجاستوں کا تھیلا
ہر لحظہ طلب شراب کی ہے تجھکو
ہر دم ترے منہ سے ہی نکلتا می لا

مصحف مسلم نے کھولنا چھوڑ دیا
بنئے نے ٹھیک تولنا چھوڑ دیا
حاکم نے کہا نہ بولو انسے ہرگز
ہم نے بھی سب سے بولنا چھوڑ دیا

پیچ مذہب کا کسی صاحب نے ڈھیلا کر دیا
سادہ طبعوں کو بھی بالآخر رنگیلا کر دیا
شوق پیدا کر دیا بنگلے کا اور پتلون کا
وہ مثل ہے مفلسی میں آٹا گیلا کر دیا
تھا بنارس پہلے ہی سے اے صنم رس میں بھرا
چشم میں آئینی ڈلے اور اسکو رسیلا کر دیا

مرے نزدیک یہ پنجاب کا بلوا بھی برا
ساتھ ہی اسکے علیگڈھ کا یہ جلوا بھی برا

آپ اظہارِ وفا کیجیے تمکین کے ساتھ
لپیٹ جانا بھی مرا ناز کا چلو ابھی بُرا

جب اپنے ہاتھ مین لی غیر نے عنانِ سمند
تو پھر سوار سے اکبر پیادہ پا اچھا

سر رشتۂ اتحاد ہم سے چھوٹا
آپس ہی کی خانہ جنگیون نے لوٹا
قرآن کے اثر کو روک دینے کے لیے
ہم لوگون پہ راویون کا لشکر ٹوٹا

یہ قومی ترقی بھی ہے پریون کا فسانہ
کانون سے سنا سب مگر آنکھون سے نہ دیکھا

اُٹھانا پڑتا تھا دن رات بارِ الفتِ خوبان
جوانی کیا تھی نیچر نے مجھے بیگار پکڑا تھا

اب ان قصون کا کیا حاصل اب ان باتون کا کیا رونا
یہی مرضی خدا کی تھی یہی قسمت مین تھا ہونا

کہان کی دولت و ثروت کہان کی عزت و حشمت
میسّر ہین مجھے دو روٹیان بس گھر کا ہے کونا

ہنگامۂ ترقی قومی کو دیکھکر
اور اک حال کے لیے مین ہو گیا کھڑا
کوئی ہوا نہ مجھسے مخاطب وہان مگر
چپکے سے میرے کان مین اک غیر نے کہا
اکثر وہی بزرگ ہین جو ہین پئے ہوئے
باہوش کم ہین اُنکے بھی منہ ہین سیئے ہوئے
ہرگز کوئی کہیگا نہ اِس انجمن کا راز
کیون اپنے آپ کو ہے پریشان کیے ہوئے

پہلے تھا قوم مین سب کچھ مگر اب کچھ نہ رہا
کسی شاعر نے ہے واللہ یہ کیا خوب کہا
شیخ کے پاس ہے اب صرف مصلّٰی باقی
اور مرے پاس ہے اُردوے معلّٰی باقی

معانیِ قرآن کا تو کچھ مزا
پڑھو لکن یضرّوکم الّا اذیٰ

نہ حرفِ شکوہ بہتر ہے نہ اچھا اشک کا بہنا
ہمارے دن یہی ہین رنج سہنا اور چپ رہنا
خدا کے واسطے اکبر کوئی ذکر اور ہی چھیڑو
سنی باتون کا کیا سننا کہی باتون کا کیا کہنا

کالج مین کسی نے کل یہ نغمہ گایا
قومی خصلت کا سر سے اٹھا سایا

کہتے تھے والد کو لوگ سٹر لالہ
سٹر للاسٹر کا اب وقت آیا

بڑھا پاتا ہوں بنگالی کا درجہ ہر طرف صاحب
زمانے میں نیا یہ دور ہے ماہی مراتب کا

تیر نظر نے چہرے کو کیمنٹ کر دیا
سوز درون نے سینہ کو دم پخت کر دیا

طفل دل محو طلسم رنگ کالج ہو گیا
ذہن کو تپ آگئی مذہب کو فالج ہو گیا

سعادت روح کی کس بات میں ہے آپ کیا جانیں
کہ کالج میں کوئی اس علم کا ماہر نہیں ہوتا

واہ اے سید پاکیزہ گہر کیا کہنا
یہ دماغ اور یہ حکیمانہ نظر کیا کہنا

قوم کے عشق میں یہ سوز جگر کیا کہنا
ایک ہی دھن میں ہوئی عمر بسر کیا کہنا

قوم کا اوج ہو منظور خدا خواہ نہ ہو
غیر ممکن ہے کہ دنیا میں تری واہ نہ ہو

قوم کی تاریخ سے جو بیخبر ہو جائیگا
رفتہ رفتہ آدمیت کھو کے خر ہو جائیگا

ہمارے جو نگاہ کو وہی رنگ اچھا
لائے جو راہ پہ وہی ڈھنگ اچھا

قرآن و نماز سے اگر دل نہ ہو گرم
ہنگامۂ رقص و مطرب و چنگ اچھا

میرے منصوبے ترقی کے ہوئے سب پامال
بیج مغرب نے جو بویا وہ اُگا اور پھل گیا

بوٹ ڈاسن نے بنایا میں نے اک مضمون لکھا
ملک میں مضمون نہ پھیلا اور جوتا چل گیا

ساتھ اُنکے مرا شیخ تو چل ہی نہیں سکتا
بندر کی طرح اونٹ اُچھل ہی نہیں سکتا

پوچھا کہ شغل کیا ہے کہنے لگے گرو جی
بس رام رام جپنا چیلوں کا مال اپنا

کیا شور و فغان نے میری اُسکو مضمحل کتنا
بہت شوخی شرارت تھی مگر عورت کا دل کتنا

خواہش ایوان نشد واعظِ اسلام را
حاجتِ مشاطہ نیست روئے دلآرام را

جو پاس بھی ہو بعد مصیبت تو تفس ہیں کچھ نہیں فضیلت

اگر ہو طالب کمال کے تم تو چھوڑ دو امتحان لینا

پیری سے کمر خم ہے وہ فرماتے ہیں تن جا
قابو میں نہیں ہاتھ تو کیا ہو سکے پنجا

وسعت ہے درِ علم مین ہے راہِ عمل بند
Nation

ہے صاف سڑک پاؤن پہ لیکن ہے شکنجا
Imitation.

کیا کہون اسکو مین بدبختی نیشن کے سوا
اسکو آتا نہین اب کچھہ امیٹیشن[1] کے سوا

اسقدر تہا کھٹملون کا چارپائی مین ہجوم
وصل کا دل سے مرے ارمان رخصت ہوگیا

لات دنیا نے جو ماری بنگیا دیندار وہ
تہی بری ٹہوکر مگر شیطان رخصت ہوگیا

مری تقریر کا اُس مس پہ کچھہ قابو نہین چلتا
جہان بندوق چلتی ہے وہان جادو نہین چلتا

کمر باندہی بہی یارون نے جو راہِ حب قومی مین
وہ بولے تو نہین چلتا وہ بولے تو نہین چلتا

کہا پیر طریقت نے اکڑ کر اپنی مسٹم پر
یہی منزل ہے جسمین شیخ کا ٹٹو نہین چلتا

لطیف الطبع ساتہی چاہیئے فیاض طینت کا
چمن سے بے ہوا کے کاروان بو نہین چلتا

درس تہا یکسان مگر وہ تو مسیحی ہی رہے
تجہید مذہب کے عوض شیطان کا قابو ہوگیا

ایک ہی بوتل سے پی ہوٹل مین دونون نے شراب
لطف مستی اُنکو آیا اور تو اُلّو ہوگیا

ہر قدم اُنکا شہیدِ لغزشِ مستانہ تھا
سر مین تہا سید کے قرآن زیر پا میخانہ تہا

تجہے انگلش سے جب موقع نہین ہی گرم جوشی کا
تو پہر کیا لطف ہے ای ہمنفس اس بادہ نوشی کا

تکلف سے جو اچکن اُس نے دیا شکر کہ اے اکبر
ادا کرتا ہون مین یہ حق فقط پتلون پوشی کا

چہوڑ کر رسیج اپنے ہٹنے کا
منتظر ہون اب اُنکے[2] پٹنے کا

سید کو فلک نے تننے نہ دیا
تہذیب کو پہر دوبارہ چہننے نہ دیا

ملت کی شکست مین مدد دی کال نے
بننے لگی جب قوم تو بننے نہ دیا

گہر مین مجہے چرخ نے ٹہلنے نہ دیا
باہر کیطرف چلے تو چلنے نہ دیا

کالج نے بٹہا دیا جو مانندِ شجر
کچہہ پہول چلے تہے اس نے پہلنے نہ دیا

[1] نقل اوتارنا۔ [2] یعنی رقیبون کے۔ ن (ہوے تو بہت پر)

کچھ بھی نہین چاہتے وہ چندے کے سوا
گلچین ہے ہر اک نہین ہے بلبل کوئی

اس باغ مین کیا دھرا ہے پھندے کے سوا
اس نکتے کو کون سمجھے بندے کے سوا

اپیچ ہے یہ ریشیونکی ترانا ہے نہ عملے کا
ہمارے حضرت شیخ مہذب کی ذہانت ہے

نہ یہ پودا ہے گلشن کا نہ یہ بوٹا ہے گملے کا
خدا اسمین چمک دے یہ بھی اک طرہ ہے شملے کا

دل چھوڑکر زبان کے پہلو پہ آپڑے
معنی کے ساتھ ہو تو مزا ہے زبان کا

ہم لوگ شاعری سے بہت دور جا پڑے
انجم نہون تو لطف نہین آسمان کا

ہے صاف عیان حرم سرا کا مطلب
ممکن ہو اگر تو اسکو قائم رکھو

بیگانون کے واسطے ہے اک حد ادب
عزت کے نشان اور تو مٹ گئے سب

پنڈت نے خوب بات کہی جوش طبع مین
پتھر کے بدلے اب تو دھرم ٹوٹنے لگا

ناحق گزشتہ عہد پہ یون طعنہ زن ہین آپ
محمود بت شکن تھا برہمن شکن ہین آپ

محتاج در وکیل و مختار ہین آپ
آوارۂ و منتشر ہین مانند غبار

سارے عملون کے نازبردار ہین آپ
معلوم ہوا مجھے زمیندار ہین آپ

جاتی رہی وعظ مذہبی کی قوت
اطفال کو ناز ہے۔ مگر قومی آنکھ

ہر سر مین سمائی خودسری کی قوت
روتی ہے کہ ہے یہ خودکشی کی قوت

حاضر ہوا مین خدمت سید مین ایکرات
بولے کہ تجھکو دین کی اصلاح فرض ہے

افسوس ہے کہ ہو نہ سکی کچھ زیادہ بات
مین چلدیا یہ کہہ کے کہ آداب عرض ہے

مہمان آئے تو اُسکو گھیرو نہ بہت
مجلس ہوئی ختم اب مین گھر جاتا ہون

اُسکی راہون سے اُسکو پھیرو نہ بہت
بھائی مجھے میرا حصہ دے دو تو بہت

عینک آنکھون پہ منہ مین مصنوعی دانت
اب تک ہے مگر وہی ہوس حضرت کی

نیچر نے سکھا کے کر دیا جسم کو تانت
ہے طول امل ہنوز شیطان کی آنت

اُنہین ٹوٹنے لگے۔

عزیزون کی اعانت گم بزرگونکا ادب رخصت	جو دل بدلا تو سب بدلا خدا رخصت تو سب رخصت
ڈیلی گیٹون نے جو شملے مین سمجھ کی ہے صلاح	بعد عمدہ کہانے کے ایسی ٹوکارین ہین مباح
سنٹرل بھی ہو کمیٹی اور پراونشل بھی ہو	حامی پبلک بھی ہو رخ جانب کونسل بھی ہو
بابوؤن کی طرح لیکن غل سے کچھہ مطلب نہو	کرو ین بس توضیح جزو وکل بھی کچھہ مطلب نہو
ولولے ایسے نہین محتاج کچھہ تصریح کے	کیون نہ ہو دانے تو ہین ٹوٹی ہوئی تسبیح کے
گوندہ کے اب قومی گلے کا ہار ہو جائینگے یہ	پالسی کے طرہ ستار ہو جائینگے یہہ
بحث ملکی مین تو پڑنا ہے تری دیوانگی	پالسی آنکی رہے قایم ہماری دل لگی
ہم یہ کہتے ہین کرو جو استخارہ راہ دے	تم فقط پتلے بنا سکتے ہو جان اللہ دے
طفل مکتب کہ سخنہا ز زبان می گوید	شکوہ کم کن کہ چنین گفت و چنان میگوید
طبع او فوٹوگراف است و سرودش سبقش	انچہ بستند برو نقش ہمان مے گوید
یہ بات غلط کہ دار الاسلام ہے ہند	یہ جھوٹ کہ ملک لچھمن و رام ہے ہند
ہم سب ہین مطیع و خیرخواہ انگلش	یورپ کے لیے بس ایک گودام ہے ہند
گفتم ایران را سر جنگ نماند	آن مردی و آن ہوا و آن رنگ نماند
آغا خندید و گفت رنجے دگر است	کامروز برائے سا عزم جنگ نماند
شکر چشم و گوش کرتا ہون مگر یا رب یہ کیا	آنکھہ بہنگے کے حوالے کان تھیٹر کے سپرد
افسوس ہے بدگمان کی آزادی پر	خالق کبھی خوش نہوگا بربادی پر

طاعون سے کیون ہے اتنی وحشت اکبر
یہ تو اک ٹکس ہے اس آبادی پر

پنڈت بیٹھا ہے اپنی پوتھی لیکر	بنیا بیٹھا ہے موٹھہ موتھی لیکر
سودا اسکو ہے جو سدھارا لندن	دہ دولت و جنس گھر مین جو تھی لیکر
یہ وقت شکست قوم کا ہے بیجا	کرتا ہون مین تجھکو اسکی تنبیہ اکبر

ایسی مسجد ہو جسپہ اطلاقِ ضِرار — قرآن کو مان لاتقم فیہ اکبر

کرو تعمیر گھر کی اکبر حدودِ مینوسپل کے اندر
یہ اہلکاران بد دیانت بنینگے پھوڑا بغل کے اندر

ہوے اسقدر مہذب کبھی گھر کا منہ نہ دیکھا — کٹی عمر ہوٹلون مین مرے اسپتال جاکر

مین رعیت ہون وہ شاہانہ دلیری ہے کہان — مجھکو کیون رشک آئے وضع ملت انگریز پر
کاٹنے پیچھے جاتے ہین اُن لوگون کی راہ رزق مین — خوف آتا ہے چھری چلتی ہے اُنکی میز پر

مُعمّا

ممکن نہین عبور ہے اُنکے راز پر — بالفعل ہے مقام عدالت جہاز پر

کیا اسکی خوشی کہ تمکو ہے عقل کثیر — ہمکو تو اسی سے کر دیا تمنے فقیر
ہرگز یہ نہین ہے حسن قانون خدا — کہتے ہین حضور اسکو حُسنِ تدبیر

تہذیب نو کے رنگ پہ بلبل نہی ہین سب — واللہ کیا بہار ہے اس سبز باغ پر

شیخ ملتی ہی رہینگے تجھسے بہرِ اخذِ زر — دین خود تجھکو نہ چھوڑے گا جو تو دنیا نہ چھوڑ

جس طرح ہے تجھے الم جسم کی تمیز — دیکھیگا درد جان کو بھی اکدن تو اے عزیز

ہرگز نہین ہمکو سلطنت کا افسوس — ہے ابتری معاشرت کا افسوس
انگریزون پہ ہے بہت کم الزام اسکا — ہے اپنے ہی میل معصیت کا افسوس

سیاہ کرنا دلون کا اسے ہے کیا مشکل — تمہارا علم لگاتا ہے آفتاب مین داغ

یار نے پوچھا کدھر جاتا ہے تو — عرض کی مین نے ہلاکت کیطرف
پوچھا اُس جانب لیے جاتا ہے کون — مین نے دیکھا اُسکی صورت کیطرف

تنگئی ہے خضر راہ دوستان کید حریف — ہے نماز گریہ زاہد سے خوش کیک نحیف
ہمکو یہ سجدہ ملایا چاہتا ہے خاک مین — کون سمجھے شاعرون کی یہ اشاراتِ لطیف

ہمکو نہیں اُنکے عیش و راحت پہ رشک — بیغیرت و کودن اسپہ برساتے ہین اشک

کافی ہے ہمین عبادت حق کے لیئے — اک پیال اک اونٹنی اور اک پانی مشک

کونسل مین شریک ہوگا کل ملک
یارب کل سلطنت ہے تیری
اونچا سنتی ہے کیا گورنمنٹ
گایین نا حق بھڑک رہی ہین
ہوتی ہے روش جو سلطنت کی
زندہ جس سے ہے بزم قومی
غنچے کیطرح سمٹ کے ادہر وہ

اب تھینکس کا باندہ دیگا پل ملک
تؤتی الملک اور تنزع الملک
کیون کرتا ہے اتنا شور غل ملک
ویران نہ کریگی جان بل ملک
جاتا ہے اسی طرف کو ڈہل ملک
وہ کون ہے صرف محسن الملک
اسوقت کہلیگا مثل گل ملک

اکبر اس اندیشہ مین رہتا ہے غرق — کافر و نیٹو مین ہے تھوڑا ہی فرق
کافری کا ہے علاج ایمان سے — نیٹو ٹیا تو ہے لپٹی جان سے

بنام خیالات پاٹ آفرین — زبانون پہ بسکٹ کی چاٹ آفرین
اس قوم کو یکدلی کی رغبت ہی نہین — جو ایک کرے ادہر طبیعت ہی نہین

اکبر کہتا ہے میل رکھو باہم
وہ کہتے ہین میل کی ضرورت ہی نہین

کیسا اسلام انہین غیرت ہی نہین — ایمان کہان کہ جب بصیرت ہی نہین
طرز تعلیم پہ ہے لیکن الزام — وہ علم نہین تو وہ طبیعت ہی نہین

دان شوکت و زینت کے جو اسباب بہت ہین — معنی کے یہان گوہر نایاب بہت ہین
صاحب کی سی محفل تو میسر نہین لیکن — صد شکر کہ اکبر کے بھی احباب بہت ہین

ترقی پاتے ہین رٹ کے ہمارے نوروین کھو کر — یہ کیا اندہیر ہے بجھہ لیتے ہین یہ تب چمکتی ہین

دنیا مین ضرورت زور کی ہے اور آپ مین مطلق زور نہین
یہ صورت حال رہی قائم تو امن کی جا جز گور نہین

تاریخ ہم اپنی جانتے ہین اور آپ کو بھی پہچانتے ہین
کب آپ کی باتین مانتے ہین کچہ فہم تو ہم کو ذرا نہین

اے بھائی ہو بابو صاحب سے کھنچنے کا نہین ہے کوئی محل
گو نسل علاء الدین مین ہو مسکن تو تمہارا غور نہین

ق

مشتاق لقا ہون در پہ حاضر ہون مین
منظور نہین کہ بارِ خاطر ہون مین
حضرت کو جو فرصتِ ملاقات نہو
بوسے پر آستان کے شاکر ہون مین

ہوائے طوبی ہی اب سر مین نہ موجِ کوثر ہے اب نظر مین
ہوس اگر ہے تو بس یہی ہے کہ ہم بھی چھپ جائین پانیر مین

دلچسپ ہوائین سوئے گلشن پہنچین
زلفین شملے سے تا بہ دامن پہنچین
درگا بائی سے راجہ جی جب روٹھے
صدقے ہونے کو بی نصیبن پہنچین

جھنجلا کے بولے اُن سے جو لپٹا اندھیرے مین
اندھیر اسطرح کا تو دیکھا کہین نہین

آغازِ تحریکِ سودیشی مین یہ نظم کہی گئی تھی مصنف شورش سے متفق نہین

داخل میری دانست مین یہ کام ہے پن مین
پہونچیگا قوتِ شجرِ ملک کی بُن مین

تحریکِ سودیشی پہ مجھے وجد ہے اکبر
کیا خوب یہ نغمہ ہے چھڑا دیس کے دُھن مین

عنایت مجھپہ فرماتے ہین شیخ و برہمن دونون
موافق اپنے اپنے پاتے ہین میرا چلن دونون
ترانے میرے ہم آہنگ دیر و کعبہ ہین یکسان
زبان پر میری موزون ہوتی ہے حمد اور بھجن دونون
مجھے الفت ہے سنّے سے بھی شیعہ سے بھی یاری ہے
اکھاڑے مین دکھا سکتی ہین دلکش بانکپن دونون
مجھے ہولی بھی خوش آتا ہے اور ٹھاکردوارا بھی
تبرک ہے مرے نزدیک پرشاد اور مٹّن دونون

ایک سید کیا کرین یا پنٹاکروس کیا کرین
حضرتِ حالی کے اشعارِ مسدس کیا کرین

سچ تو یہ ہے مہربانی آپ کی درکار ہے
ہم غریب و ناتوان و زار و بیکس کیا کریں

روشنی سر ہیں۔ گداز غم۔ دل مایوس ہیں
شمع ساں ہم جل رہے ہیں مغربی فانوس میں

رو کتا زور دریا سے ہوں تو فرماتے ہیں وہ
آجکل برکت بڑی ہے خرقۂ سالوس میں

گولیوں کے زور سے کرتے ہیں وہ دنیا کو ہضم
اس سے بہتر اس غذا کے واسطے چورن نہیں

ہم نیک خصال ہیں یہ تسلیم نہیں
دنیا میں اس روش کی تکریم نہیں
لیکن یہ ہیں طریق و عادات عجم
واللہ کہ یہ عرب کی تعلیم نہیں

چو شتر بنا شد ترا سیمان
چہ بہ سیر خوردن چہ بر روئے خوان

مہدی نے گھر کیا ہے دل شیخ و برہمن
سید کا جانشین ہے وہ آج ہند میں

پیر بولے رو کے پیر و اور گیا دین
دہرم دنیا سے اوٹھا اور گیا دین

نوکر کو سکھاتے ہیں میاں اپنی زبان
مطلب یہ ہے کہ سیکھئے انکے فرمان
مقصود نہیں میاں کی ہی عقل و تمیز
اس نکتہ کو کیا وہ سمجھیں جو ہیں نادان

نیچیریت چیست از دین گم شدن
نے قمیص و کوٹ و پتلون و بٹن

بھوک سے زائد ہو جسکے پاس کھانا اُسکے پاس
اتنی دولت ہے کہ رکھنے کی جگہ ملتی نہیں

ناصح نے کہا کہ جلد مذہب چھوڑو
ورنہ سائنس پیس ڈالیگا تمہیں
مذہب نے کہا کہ مجھکو چھوڑوگے تو وہ
کیا گود میں اک طرف اٹھا لیگا تمہیں

پورا سائنس تم کو آنے کا نہیں
کچھہ آیا تو پیشوا بنانے کا نہیں
وہ کمپنیاں نہ ہیں نہ کوئلے کی وہ کان
بے ختم ہوئے یہ دور جانیکا نہیں

سوچا نہیں خود غرض کو آئین صواب
جتنا چھوڑ دوگے ہم کو تم ہوگے خراب
واللہ یہی نتیجہ ہوگا پیدا
دنیا میں حقارت اور عقبیٰ میں عذاب

اب قوم میں زندگی کے آثار نہیں
جو اہل نظر ہیں اس سے شرمندہ ہیں
حکام کی ہے یہ صرف عیسیٰ نفسی
اعضا کالج کے کچھہ اگر زندہ ہیں

حدین تو ہمونکی قسمت کی کیا کرتا ہے یہ قایم
صحبت کی طرح اس قوم مین باہم رہے قایم

زمانہ دیکھکر چلئے طریق زندگانی مین
زبانین صرف غلبت دل ہین ڈوبی بدگمانی مین

مین نے کہا کہ اپنا سمجھئے مجھے غلام
بولا وہ بت یہ ہنسکے فرنگی نہین ہون مین

ہندو و مسلم ایک ہین دونون
ہم وطن ہمزبان و ہم قسمت

یعنی یہ دونون ایشیائی ہین
کیون نہ کہدون کہ بھائی بھائی ہین

پڑھتے نہین نماز یہ خود رائے کیا کرون
قوم نہین تو قوم نہین ہائے کیا کرون

باپ سے مانگو نہ عشرت نہ چچا سے مانگو
حسن تدبیر بڑی چیز ہے اس دنیا مین

سعی بازو پہ کرو تکیہ خدا سے مانگو
مدد اس کام مین تم عقل رسا سے مانگو

دل سے دہرم اٹھا ہے تو اب ذات بھی توڑو
برباد کرو خوب منوجی کے چمن کو

ویران ہوئی کھیتی تو عمارات بھی توڑو
باقی نہ رہے پہول تو اب پات بھی توڑو

پالس کے کمرے خوشامد باندہو
کیا فائدہ ہے قرینگی سے اے شیخ

یا حجرے مین گھسکے بیٹھو تہمد باندہو
بہتر ہے یہی کہ اپنی اک حد باندہو

پانیر کے صفحۂ اول مین جسکا ذکر ہو
مین ولی سمجھون جو اسکو عاقبت کی فکر ہو

(شملہ بمقدار علم)

افسوس ہے کہ مرگئے یک اپنین کوئی
شملے پہ جان دی تو تعجب ہے امین کیا

اسدرجہ جسمین علم ہو اس درجہ حلم ہو
لازم تھی وہ جگہ جو بمقدار علم ہو

Relation
زندگی اور قیامت مین ریشن سمجھو
ہو جنہین مقدرت وضع و نفاذ قانون
آہ و فریاد سے قابو مین نہ آئیگا وہ یار

Convocation
اسکو کالج اور اسے کانووکیشن سمجھو
nation
بس انھین کو صف اقوام مین نیشن سمجھو
agitation
طپش قلب کو بنگال ایجیٹیشن سمجھو

دیندار بنو درست دین ہو کہ نہ ہو
قدر اس کی زمانے میں کہیں ہو کہ نہ ہو
مذہب پہ جمے رہو یہ ہے شیخ کا قول
کہہ دو کہ یقین ہے یقین ہو کہ نہ ہو

افسوس ان پر فلک نے پایا قابو
مطلق نہیں ان میں رنگ ڈھونڈو یا بو
شیخی کو چھوڑ بہیرا سے پہلے بنے
بنتے جاتے ہیں اب یہ مسلم بابو

Witty Verse
Originality
لطفِ سخن تو ہے ٹرس بھی ہو وٹی بھی ہو
ذہن کا وصف ہے یہی اور کیپبلیٹی بھی ہو

مرشد نئی روشنی کا ہے قابلِ قدر
تزئین بھی خوشنما ہے تنویر کے ساتھ
طالب چندے کا لیکن اس سے رہو دور
اتوار لگا ہوا ہے اس پیر کے ساتھ

عقل سید بود از انوار حکمت یافته
زور بازو ریش عدو را پیچها بر تافته
مشکلے دارم چگونه خوانمش او را نبی
زانبیا ہرگز کسے نگذشت پنشن یافته

پردہ اٹھ جانے سے اخلاقی ترقی قوم کی
جو سمجھتے ہیں بلا شک عقل سے فارغ ہیں وہ
سن چکا ہوں میں کہ کچھ بوڑھے بھی ہیں اس میں شریک
یہ اگر سچ ہے تو بیشک پیر نابالغ ہیں وہ

اکبر کو ہے الفت بتانِ گمراہ
کرتا ہے انھیں کے وصف میں نامہ سیاہ
احباب سنیں جو اس سے ایسے اشعار
تردید کریں کہیں کہ سبحان اللہ

بے لیکھے قلم کے لوگ بھالے نکلے
ہر سمت سے بیسیوں رسالے نکلے
افسوس کہ مفلسی نے چھاپہ مارا
آخر احباب کے دوالے نکلے

سچ ہے کہ انھوں نے ملک لے رکھا ہے
ہم لوگوں سے کمپ کو پرے رکھا ہے
لیکن ہے ادائے شکر ہم پر لازم
کھانے بھر کو ہمیں بھی دے رکھا ہے

پوچھتے کیا ہو مسلمانوں کا حال
منتشر اجزا سب انکے ہو گئے
معتصم کب ہیں یہ حبل اللہ سے
دیکھ لو جھاڑو سے تنکے ہو گئے

غضب ہے وہ ضدی بڑے ہو گئے
میں لیٹا تو اٹھ کر کھڑے ہو گئے

نہین اُنکو کچھ شرم لاحول قوم
یہ ملحد تو چکنے گھڑے ہو گئے

ہر ایک کو ایک دن اجل آنی ہے
دنیا گزران ہے ہیچ ہے فانی ہے
لیکن مرنا جو عالم وجد مین ہو
گویا کہ شعاع نور یزدانی ہے

تم کتنے ہی محو کج ادائی رہتے
تم پر دل وجان سے ہم فدائی رہتے
صد شکر تم آئے بڑہ گئی لذت طبع
لیکن جو نہ ملتے تب بھی بھائی رہتے

مسلمانون نے کالج کی بری کیا راہ پکڑی ہے
وہی تو اک ٹھکانا ہے وہی اندہے کی لکڑی ہے

نہ گئی دل سے مرے حسن پرستی نہ گئی
بُجھ گیا خون مگر روح کی مستی نہ گئی

مجھکو کچھ حیرت نہ ہوگی تم کو ہو جائیگا فخر
کہدو اک بدمست گورے کو کہ بندہ زادہ ہے
مغربی تہذیب مین کسکو مین سمجھون مستند
اس تماشا گاہ مین جو ہے وہ صاحبزادہ ہے

اسیر دام زلف پالسی مدت سے بندہ ہے
فصاحت نذر لکچر ہے ریاست نذر چندہ ہے

انکی سب باتون کو اکبر سیکھ لے
خود وہ فرمائینگے پھر آ بھیک لے

جو لوگ طرفدار علی گڈہ کے رہین گے
اس دور مین بیشک وہی بڑہ چڑہ کے رہینگے
مفلس رہین گمنام رہین خیر جو کچھ ہو
کالج کے یہ سب علم تو ہم پڑہ کے رہینگے

واد قرآن کی نہ دو بھائی عمل اسپہ کرو
پیش درگاہ خدا واہ کی حاجت کیا ہے

ظاہر مین اگرچہ راز سربستہ ہے
مضمون لطیف وخوب برجستہ ہے
پودا نہین پھول کا علیگڈہ کالج
گلدان مین مسلمون کا گلدستہ ہے

سرحد پہ باغیون کو سکھ مارین گے
گردن اُردو کی راشم پہ رکھ مارین گے
قایم رہے البشیر کا سیہ پرچہ
ہم بھی مضمون کوئی لکھ مارین گے

کونسل سے ہر طرح کا قانون آرہا ہے
مطبع سے ہر طرح کا مضمون آرہا ہے

دوسرے مصرعے کے قافیے کے لیے طبع آزمائی ہوئی تھی۔

لیکن پڑے ہوں میں کیونکر انکھوں کی جہالت
اشک آرہے تھے پہلے اب خون آرہا ہے

ہاتھوں میں تو بہار درختوں کی دیکھ لی
کالج میں آکے کانووکیشن کو دیکھیے

لیموے کاغذی تو بہت دیکھے آپ نے
اب کاغذی ترقی نیشن کو دیکھیے

اپنے بھائی کے مقابل کبر سے تن جائیے
غیر کا جب سامنا ہو بس قلی بن جائیے

فلسفہ الحاد کا کر لیجئے فوراً قبول
دین کی ہو بات تو ابطال پر ٹھن جائیے

چندے کی مجلس میں پڑھیئے رو کے قرآن مجید
مذہبی محفل میں لیکن مثل دشمن جائیے

شیخ صاحب ہے یہی قومی ترقی کی شناخت
رو ٹھنے سے کچھ نہیں ہے فائدہ من جائیے

پڑا ہے قحط البشر مر رہے ہیں فاقوں سے
خوشی ہو گیا مجھے شبرات میں پٹاقوں سے

بجھی ہوئی ہے طبیعت یہ روشنی ہی فضول
اتار لیجئے صاحب چراغ طاقوں سے

دنیا ہی اب درست ہے قائم نہ دین ہے
زر کی طلب میں شیخ بھی کوڑی کا تین ہے

اکدن وہ تھا کہ دب گئے تھے لوگ دین سے
اک دن یہ ہے کہ دین دبا ہے مشین سے

گذرے مری نگاہ سے یاروں کے چٹکلے
مطلب یہ تھا سرور بڑھے اور غم گھٹے

کہا نے بھی خوب کہا ہے اڑیں گلچھیں بھی خوب
لیکن ہوا یہی کہ بڑھے آپ ہم گھٹے

ہم تو اسی کو بات سمجھتے ہیں کام کی
عشق صمد زیادہ ہو عشق صنم گھٹے

جس سے جو بن پڑے وہی کام کرے
صاحب سے کہا ہے کھیلے آرام کرے

لیکن رہے قومی بھائیوں کا ہمدرد
ہر حال میں ادعائے اسلام کرے

چرچے ہیں نہ مذہب کے نہ وہ قصہ دل ہے
پرچے ہیں اب اخبار کے اور آرٹیکل ہے

اس عہد میں مائل سوئے الحاد جو دل ہے
اسکی تو گورنمنٹ ہی رسپانسبل ہے

تل کھیت میں ملجائے تو گودام میں لیجائیں
کیا فائدہ عارض پہ کسی بت کے جو تل ہے

تنخواہ کے بل سے ہمیں ہوتی ہے مسرت
اور شیخ یہ کہتا ہے کہ یہ سانپ کا بل ہے

ﻟﮧ ذمہ دار

غزالی و رومی کی بہلا کون سنیگا
محفل مین بپا نغمۂ اسپنسر و مل ہے

سابق کے طریقون پہ عمل کر نہین سکتے
کالج آن نہ تہا۔ آج کو کل کر نہین سکتے

الزام کہین مشق قواعد کا نہ لگ جائے
صوفی بہی بہت کو دا تبیل کر نہین سکتے

(تائید کانفرنس)

جمعیت عاقلان قوم اچہی ہے
کہتا ہے یہ معترض کہ ملنا کیا ہے
گلہائے سخن کے باغ کہل جائینگے
کچہہ اور نہین تو دل ہی مل جائینگے

چالیس سال سے ہے نئی روشنی کا دور
کیونکر اسے کہون کہ سراسر فضول ہے

البتہ ایک عرض کرونگا دبی زبان
گو خوشنما بہت ہے مگر بے اصول ہے

دنیا کی ہوا راس جو آئی بہڑک اٹہے
انگارے ہوے جاتے ہین اب کول کو کالے

کمزور کی ہانڈی جو زبردست نے دیکہی
دل نے کہا بے پوچہے ہوئے کہول کو کہا لے

تسبیح مری ہے تو عطا کردۂ مرشد
ان برہمنون کے پاس تو ہین سول کو بالے

ترکیب تو دیکہو یہ زمانے کے چلن کی
افسوس کہ اس سے کوئی واقف ہی نہین ہے

گرجا مین تو کرنیل و کمشنر بہی ہین موجود
مسجد مین کوئی ڈپٹی و منصف بہی نہین ہے

بزم اکبر دانش آموز و نشاط انگیز ہے
ہر سخن اُسکا لطیف و خوب و معنی خیز ہے

بالارادہ اُس سے جو کرتا ہے اعراض و گریز
ناتوان بین وہ ہے یا کودن ہے یا انگریز ہے

سخن سازی کی چالون مین تو خامہ آپکا شاطر
مگر جو حالت اصلی ہے وہ پبلک پہ ظاہر ہے

اس زمانے مین جو دل دہر سے پہر جاتا ہے
آدمی پایۂ تہذیب سے گر جاتا ہے

ہین کچہہ واقف نہین آرام وہ ایکون بندر کے
کہیل موہوم امیدون کا لفظ بیکا سمندر ہے

معاملہ تہا عرب کا خدائے واحد سے
عجم نے واسطہ رکہا شراب و شاہد سے

ادہر تہی حمد خدا ہی سے آشتی دل کی
ادہر تہی بحث نزاع حمید و حامد سے

ہے نئی روشنی اک لوکل وذاتی ترکیب — لفظ ہی لفظ ہین جتنے ہین زوائد اسکے
لمپ بجلی کا ہے یہ مہر جہانتاب نہین — جب اندھیرا ہو تو ظاہر ہون فوائد اسکے

بے علم اگر عقل کو آزاد کرینگے — دنیا تو گئی دین بھی برباد کرینگے
جب خود نہین رہنے کی کسی اصل پہ قایم — کیا خاک وہ قایم کوئی بنیاد کرینگے
یا رک کوئی کردیگی عطا اونکو گورنمنٹ — یا کالونی اپنی کوئی آباد کرینگے

صوت ہزار طائر یکجا جو لحن سے لئے سنی — کہنے لگا کہ بہار مین بلبل کی چیخ جائے
اچھے کہا مقابلہ کا کب تہا یان خیال — یہ تو وہی مثل ہے کہ کا تا ہو کوچ جائے

مسجد کا ہے خیال نہ پروائے چرچ ہے — جو کچھ ہے اب تو کالج و ٹیچر مین خرچ ہے

عزت کا ہے نہ اوج نہ نیکی کی موج ہے — حملہ ہے اپنی قوم پہ لفظون کی فوج ہے
اس طرز تربیت پہ ہین اغیار خندہ زن — لاحول باپ کی ہے تو ماؤن کی نوج ہے

اسلام کی تو وہان نہین ہے مطلق — منسجد بھی ہے مولوی بھی ہے ملا بھی ہے

دریا مین نہین ہین جوہر تیغ اکبر
گو آب بھی اُسمین دہار بھی کاٹ بھی ہے

پیری سے دانت جھیپ لگا ہے گہات سے — بائین طرف کی ڈاڑھ مین ہے درد رات سے
پارہ سا لے ایک طرف درد اک طرف — بیبس سے فائدہ ہے نہ کچھ بیجہات سے

نہ پیہ قید شریعت ہے نہ یہ غفلت کا پردا ہے — رواج و مصلحت کی بات ہے حکمت کا پردا ہے
تمہین دہوکے ہین ڈالا ہے مثال اہل یورپ نے — ادہر سایہ حکومت کا ہے یان عزت کا پردا ہے

کہتے ہین ترک ملت انسان کو بات کیا ہے — تحقیق تو کرو تم حضرت کی ذات کیا ہے — مذہب

خوب فرمایا یہ شاہ جرمنی نے پوپ سے — وعظ ہم بھی کہتے ہین لیکن وہان توپ سے
جدا مسجد خود مین کرتے تہے یہ موٴمن سب — ہمکو اپنے عہد مین بالا پڑا اکنٹو پ سے

رہ گئے نا آشنا احباب غائب ہو گئے — ہمنفس دو اک جو باقی تھے وہ صاحب ہو گئے

وقت بدین کون رکھتا ہے رفاقت کا خیال
ہٹتے ہین اپنے قبیلوں کے مصاحب پہلے

کدھر جاتی ہے طبع قوم اسکو کوئی کیا جانے
بصیرت جنکو ہے وہ جانین اکبر یا خدا جانے

طریقِ حق مین بھی بہر خدا ذرا چلیئے
بدن کی راہ نہین ہے پیادہ پا چلیئے

کہا حبیب نے غیر کو کیون تو نے اے نگار وہ پہنسایا ہے
تو بولا دلگی کے واسطے الو پہنسایا ہے

ادہر دیا وہ ذوق ہے اُسطرف ہین جال گیسو کے
ہمارے دل کو اُسنے کرکے بے قابو پہنسایا ہے

نگاہون کو دیکھکر کہتا ہے وہ شوخ
ہمارا رنگ ابھی پھیکا نہین ہے

عاشقون کے بھی نہین ہوسکے ہین اب حقوق
عہد انگریزی ہے یہ ایجان جان شاہی گئی

قوم اور سلطنت ہین دو چیزین
نیچرل چیز بن نہین سکتی
نیچرل وہ ہے یہ ہے مصنوعی
آئین کیونکر صفات مجموعی

نہ رنگ انجمن وہ ہے نہ وہ میکش نہ وہ ساقی
یہ دعوت کیا ہے بس ہے اک ادای فرض اخلاقی
نہ وہ مکتب نہ وہ ملا نہ وہ صورت نہ وہ سیرت
سوا نام خدا کے اب رہا کیا قوم مین باقی

کہان وہ دعوت احباب کی طیاریان اکبر
خموشی سے ادا کرتا ہون بس اک فرض اخلاقی

بے بصیرت ہے مگر تو منکر شیخ و دلی
نا شگفتہ رہ گئی بیشک ترے دل کی کلی
چشم پیدا کن کہ بینی آشکارا و نہان
در قبائے گلرخان رنگ نبی بوئے علی

بلا طاقت نہ افلاک انسان کی نہین چلتی
وہان تو ریل چلتی ہے یہان روٹی نہین چلتی

پہلے تو دکھائی تھی چمک اپنی گئی
کہتے ہین حریف ہنسکے اب ازرہِ طعن
اب پیش نگاہ ہین فقط پنس و پنی
جب دین کو کھو دیا تو دنیا بھی چھنی

ہنسنے واعظ کی خوب اُڑا دی ٹوپی
مذہب کو شکست دیکے کیا پائین گے
یہ بات مگر نہ اپنے دل مین سوچی
آخر کو رہین گے موچی ہی کے موچی

فضل خدا سے عزت پائی آج ہوئے ہم تھی آسی آئی
شیخ نہ سمجھے لفظ انگریزی بولے ہوئے ہین یہ عیسائی

اب تک جو کہین ہماری قسمت نہ لڑی ہی
انگریز کے ملک مین لڑائی کیسی
ناحق تجھے ہمنشین ہے فکر اسکی پڑی ہی
یہ ہند ہے یہان خوش انتظامی ہے بڑی

روشنی جن مین نئی ہے وہ مری سنتے نہین
انجم و شمس و قمر لیکن ہین میرے ہم طریق
لاکہہ سمجہاؤ کہ صاحب یہ ہے یہ پرانی روشنی
وضع پر قایم ہین انکی ہے پرانی روشنی

انگریزون مین عادت سحر خیزی تھی
مشرق کی ہوا سے وضع اب ہے بدلی
انداز و روش مین اک دلاویزی تھی
پہلے اچھی تھی خالص انگریزی تھی

تھے کیک کی فکر مین سو روٹی بھی گئی
واعظ کی نصیحتین نہ مانی آخر
چاہی تھی شئے بڑی سو چھوٹی بھی گئی
پتلون کی تاک مین لنگوٹی بھی گئی

ہندی کو برا بھلا جو چاہو وہ کہو
لاکھون ہی کے ڈھیر کر دیے کالج مین
لیکن دکھلا دی اُس نے بیوٹی اپنی
پوری کر دی یہ اُسنے ڈیوٹی اپنی

حقیقت مین تو سب جلوہ تھا اُنکا
خدا ہی سے دعا پر تھا بھروسا
رہی اک حالت فرضی ہماری
کہین گزری نہین عرضی ہماری

خدا سے جب کہا مرتا ہے اکبر
کہا ہم کیا کرین مرضی ہماری

اقبال کیسا اُٹھا ہی خرد تو بھی گئی
سچ کہتے ہین حضرت کرامت[ف] اکبر
غیرت کے ساتھہ مذہبی بو بھی گئی
رخصت ہوئی فارسی تو اُردو بھی گئی

کیا پوچھنا ہے حکمت مغرب کا واہ واہ
سمجھے تھے یہ کہ ایک ہین ہم او رہما پیجان
فطرت بھی اسکو دیکھ کے حیران رہ گئی
دیکھا مگر کہ ہم نرے بیجان رہ گئی

قطعہ

جو پائی ترک عبادات مین مثال بُری
شروع ہی نے پکارا کہ ہے یہ فال بُری

[ف] عالیجناب مولوی کرامت حسین صاحب بیرسٹرایٹ لا۔

جناب حضرت سید پہ کھل گیا ہوگا
کہ ہو ہی جاتی ہے بیقیدیون سے جان بری

یہ بحث جانے دے اکبر کچھ اور باتیں کر
عبث ہے جب تو یقینا یہہ قیل و قال بری

خواہان نوکری نہ رہین طالبان علم
کالج مین دہوم مچ رہی ہے پاس پاس کی

قایم ہوئی ہے راے یہ اہل شعور کی
عہدون سے آرہی ہے صدا دور دور کی

پاؤن کو بہت جھٹکا پٹکا زنجیر کے آگے کچھ نہ چلی
یورپ نے دکھا کر رنگ اپنا سید کو مرید بنا ہی لیا

تدبیر بہت کی اتو اکبر تقدیر کے آگے کچھ نہ چلی
سب پیرون سے تو وہ بچ نکلے اس پیر کے آگے کچھ نہ چلی

جہان نے ساز بدلا ساز نے نغمون کی گت بدلی
فلک نے دور بدلا دور نے انسان کو بدلا

گگن نے رنگ بدلا رنگ نے یارونکی مت بدلی
گئے ہم تم بدل قانون بدلا سلطنت بدلی

عجب حیرت انگیز ہے یہ انقلاب
سمجھتے تھے سب جسکو سچا صریح

ہماری سمجھ کیا سے کیا ہوگئی
وہی بات بالکل بیجا ہوگئی

جو دام تھا گھنٹے کا نکلتا ہے وہ پل سے
تاریخ تو خالد کی ڈیہورات کو گھر

خوش کیون نہ رہین لوگ فرنگی کے عمل سے
اورون کو کچہری مین دیو نیل کمل سے

تماشا دیکھئے بجلی کا مغرب اور مشرق مین
کلون مین ہے وہان داخل یہان مذہب پہ گرتی ہے

ایمان کی ہے تاک کافری ہے تو یہہ ہے
تقوی پہ یہ دم ہے ساحری ہے تو یہہ ہے

نظم اکبر ہے دافع جادوئے کفر
ماشاءاللہ شاعری ہے تو یہہ ہے

ظرافت

الا یا ایہا الطفلاک بجو راہت یہ نا و لہا — کہ قرآن سہل بود اول ولی افتاد مشکلہا

بکن تزئین پاے خود بہ بوٹ و اسن پتلون — کہ سید بیخبر دار ز راہ و رسم منزلہا

دیکھیے قوال بیچارے کا اب کیا حشر ہو — شیخ صاحب کو تو کلچر پہ بھی وجد آنے لگا

کیوں کریگا پیش ہم پر جلوۂ حور بہشت — جب تھیٹر کا سماں واعظ کو تڑپانے لگا

پردے کا کیا ہے خود ازرنگا پیدا — خود ہمنے کیا ازار اور انگا پیدا

کیا خوب کہا ہے سید لوی ٹھنڈی[۱] نے — نیچر نے کیا ہے ہم کو ننگا پیدا

دیگر

بس کو دیکھا عاشق زلف چلیپا ہو گیا — مست تھا دل بھول کر وہسکی کا پیپا ہو گیا

مخمس

بکری کو ساگ پات کا سودا نہیں رہا — بنگالیوں کو بھات کا سودا نہیں رہا

چوروں کو اپنی گھات کا سودا نہیں رہا — اور شاطروں کو مات کا سودا نہیں رہا

الجھا ہوا ہے چندہ کو اسکول میں ہر ایک

۱ رئیس جائیس ملک اودھ وکیل الہ آباد۔

بنیون کو اخذ سود کی فرصت نہین رہی — منعم کو داد و جود کی فرصت نہین رہی
لڑکون کو کھیل کود کی فرصت نہین رہی — کودن کو غث ربود کی فرصت نہین رہی
الجھا ہوا ہے چندہ و اسکول مین ہر ایک

گاہک کو مول بھاؤ کی پروا نہین رہی — مانجھی کو اپنی ناؤ کی پروا نہین رہی
دل کو کہین لگاؤ کی پروا نہین رہی — چھوہون کو تان باؤ کی پروا نہین رہی
الجھا ہوا ہے چندہ و اسکول مین ہر ایک

بچے فراغ طبع سے اب کھیلتے نہین — ابھرے ہوئے جوان ہین ڈنڈ پیلتے نہین
عشاق رنج ہجر بتان جھیلتے نہین — پاپڑ فروش پاپڑون کو بیلتے نہین
الجھا ہوا ہے چندہ و اسکول مین ہر ایک

لیتا ہے کون گرمیٔ دل سے خدا کا نام — اب کون دھیان باندھ کے کرتا ہے رام رام
مذہب کو دور ہی سے کیا جاتا ہے سلام — کوٹھی کو ہے فروغ نہ رونق پہ ہے گدام
الجھا ہوا ہے چندہ و اسکول مین ہر ایک

کم ہو گیا ہے لوگون مین آپس کا میل جول — وہ تو میان نظر نہین آتین نہ اب وہ غول
تاشے نہ شادیانے کے بجتے کہین نہ ڈھول — مجذوب بد حواس پریشان گول مول
الجھا ہوا ہے چندہ و اسکول مین ہر ایک

اسکول ہی مین علم ہے جس سے کہ ہے شرف — لڑکا نہ سیکھے علم تو کہتے ہین ناخلف
لیکن کچھ اور دھندے بھی ہین پیش صف بصف — یہ کیا کہ ساری قوم ہی جھک جائے اک طرف
الجھا ہوا ہے چندہ و اسکول مین ہر ایک

پنڈت پراجما کے بنارس پہ آرہے — مرہٹے کے شیخ شہر بھی پونہ پہ آرہے
حالی غزل کو چھوڑ مسدس پہ آرہے — ہم فرد تھے تو ہم بھی مخمس پہ آرہے
الجھا ہوا ہے چندہ و اسکول مین ہر ایک

کونسل مین تلک چیفین کی ٹولی بہت پٹی	اچھا ہوا پھنسا گئی اب یونیورسٹی
بیکار کالجون سے بہ رکیگا نہ ہر سٹی	اس بل سے یہ شکایت احباب بھی مٹی

اچھا ہوا کہ چندہ ہوا اسکول مین ہراک

کہا یہ فخریہ واعظ نے دیکھو سادگی میری	نہین شوق نمایش کچھ پہنتا ہون گزی گاڑھا
کہا اکبر نے مین بھی یونہی کر لیتا نمود اپنی	عطا کرتا خدا مجھکو جو یہ تن توش یہہ داڑھا
پیر مغان سے رات کیا مین نے یہہ گلا	مغموم ہون یہان بھی مزا کچھ نہین ملا
اُسنے یہ مسکرا کے کہا از رہ مزاح	جینے کی کسنے تمکو بڑھاپے مین دی صلاح
مین نے کہا کہ بعض نود سالہ پیر مرد	اب تک اڑا رہے ہین در میکدہ کی گرد
کہنے لگا کہ اُن پہ عبث ہے تری نظر	غفلت کا ہے وہ نشہ جوانی سے تیز تر
زمانہ کہہ رہا ہے سب سے پھر جا	نہ مندر جا نہ مسجد جا نہ گرجا
ایسا شوق نہ کرنا اکبر	گورے کو نہ بنانا سالا
بھائی رنگ بھی ہے اچھا	ہم بھی کالے یار بھی کالا
ستے بتون سے خوب جوڑا ناطا	رہتے تھے منتشر برہمن ادہر اودہر
لت ہے اُسی کی اس صدی مین حضرت	بیٹھے ہوئے کر رہے ہین چاچا جاجا
جیمین پکار دی کہ نسید ہا ہوا	عجب جانور ہے یہ کاکاتوا
بتا دو ذرا عقل ہے میری گم	کدہر چونچ ہے اور کدہر اسکی دم
کرزن نے چیمبر کی حالت پر جو کلمہ	وہ صنم تشریح کا طالب ہوا
امین نے کہ ہے یہ صاف بات	دیکھ لو تم لندن پہ نہر غالب ہوا
بات سید کی کچھ ایسی تھی کہ جسنے اسکو	ٹا ماچاہا زمانی مین وہ لبن آپ کٹا
کہتے پھرتے ہین یہ اب کانگرسی ہر سو	ہر گیا گول کا بوڑہا یہ چلو پاپ کٹا
پائی پینا پڑا ہے پائپ کا	ترث پہنا پڑا ہے ٹائپ کا

پیٹ چلتا ہے آنکھ آئی ہے
شاہ اڈورڈ کی دہائی ہے

ٹیچر نے دیدیا ہے پٹہ رجولیت کا
کیونکر نہ ہون تین سو طالب قبولیت کا

پرچہ کہا جو اسنے مین یہ سمجھا
پاکٹ مین یہ بس روپیہ کا نوٹ گیا
گھر پہ کھولا تو بس یہی لکھا تھا
کیا شعر تھے واہ واہ مین لوٹ گیا

Great Small

اس سال نہین گریٹ ہونا اچھا
دل ہونا بڑا ہے پیٹ ہونا اچھا
پنڈت ہو کہ مولوی ہو دونون بیکار
انسان کو گریجوایٹ ہونا اچھا

بن پڑے تو قبلہ ہی بننا مناسب ہے تجھے
دقتون مین وہ پھنسا جو اسکوائر ہوگیا
دیدنی ہے یہ تماشائے مشین انقلاب
باپ تو قبلہ تھے بیٹا اسکوائر ہوگیا
شیخصاحب یہ تو اپنی موقع کی ہے بات
آپ قبلہ بن گئے مین اسکوائر ہوگیا
تخلیہ مین آج مینے انکا بوسہ لیلیا
دیکھئے ڈگری جو ہے دعوی تو دائر ہوگیا
اب تو مجھکو ہی مناسب ہے کہ بیٹھا رہون جز
یار کو شوق حساب مال و سائر ہوگیا
فکر دنیا نے بھلایا سب وہ قرآن و حدیث
مولوی بھی محو قانون و نظائر ہوگیا

دکھائی فلسفہ مغربی نے وہ سردی
کہ پردہ کھل گیا اس قوم مین زنانون کا
پری کی زلف مین الجھا نہ ریش واعظ مین
دل غریب ہوا لقمہ امتحانون کا
وہ حافظہ جو مناسب تھا ایشیا کیلئے
خزانہ بنگیا یورپ کی داستانون کا

یہی سبب ہے اب انکی باتون پہ کان دھرتے نہین ہین لڑکے
کہتا نہ ہو دست مولوی سے نہ تھا یہان کوئی کان ایسا
مچائی سینے مین اسنے شورش اڑائے اسنے زبان سے ٹکڑے
مین جلد رخصت ہوا وہان سے کہ حقہ ایسا تھا پان ایسا
وہ ہنسکے بولا جگہ کہان ہے دکھاؤن کا رنگ گرمی جدائی

کہا تھا منکر سے مین نے اکدن بنا تو لے آسمان ایسا

عہد اسلام و عہد انگلش مین
پہلے توحید تھی تو اب تحصیل
سنئے قول اکبر سخن گو کا
آگے غل ایک کا تھا اب دو کا

پکالین پیکر دو روٹیان تھوڑے سے جو لاتا
ہماری کیا ہے اے بھائی نہ مسٹر ہین نہ مولانا

ممکن نہین انکے حکم سے سر پھیرون
دل مین مرے اب تو ان کا ڈر بیٹھ گیا
انکو یہ خوشی کہ اب رہیگا یہ غلام
مجھکو یہ خوشی کہ قافیہ بیٹھ گیا

سنتا نہین کچھ کسی سے پڑھ پڑھ کے سوا
کہتا نہین کوئی کچھ بھی پڑھ پڑھ کے سوا
پڑھنے کا نہ ٹھیک اصول۔ پڑھنے کی نہ راہ
اور قبلہ کوئی نہین علیگڈھ کے سوا

ہر ایک کو خوش کرون مین کیونکر صاحب
اپنی ہی طرف بلاتے ہین ہر صاحب
آسایش عمر کے لیے کافی ہے
بی بی راضی ہون اور کلکٹر صاحب

تم نے جو سنا صحیح ہے ہان صاحب
عربی سے گریز کرتے ہین خان صاحب
سچ کہتے ہین وہ کہ ہم کو اس سے کیا کام
ہین کمپ مین ہم تو خانساماں صاحب

اندھیر مچا ہے زیر فلک خلقت بھی ہے چپ اور راج بھی چپ
ہم دیکھ رہے ہین آنکھون سے پر کل بھی تھے چپ اور آج بھی چپ
صاحبزادے نشہ مین ہین اور بیٹ کنور جی کی ہے ٹھن
ہین مولوی صاحب قبلہ بھی چپ اور پنڈت جی مہراج بھی چپ

سکۂ زر بابوئے وردھوتی زرتار داشت
باوجودش نالہ ہائے زار در اخبار داشت
گفتمش در عین وصل این نالہ و فریاد چیست
گفت مارا خوف فیس و ٹیکس درین روزگار داشت

بیشک سچ ہے یہ بابو تر لوک کی بات
ہے صرف خیال امتیاز قومین
خلقتے مرگئے آپ وہ کہان باقی رہے بی بی میان ہو کر
بنا ہون ممبر کونسل یہان مٹھو میان قبول
مرچیان لٹ گیا ہین

ملک عدو سے مراد ہتین ہے لفظ سے ہو گے

در پسِ ہر گریہ آخر خندہ ایست — بعد ہر اپیچ آخر خندہ ایست
یاد دار این قول مولانائے روم — مرد آخر بین مبارک بندہ ایست

پشہ بیدار است و پنکہا کش بخواب فتادہ است — اکبر بیچارہ امشب در عذاب فتادہ است

زر قوم سے لیکے ایسا سامان کرو — جس سے کہ تمہاری بزم سجائی جائے
جلوے مانڈے سے کام رکھو بہائی — مردہ دوزخ مین جائے یا باغ بہشت

پردہ مین ضرور ہے طوالت بیجد — انصاف پسند کو نہین چاہئی ہٹ
تشبیہہ بری نہین اگر مین یہ کہون — بیگم ہے پیچوان لیڈی سگرٹ

ہر رنگ کی باتون کا مرے دل مین ہی جمگھٹ — اجمیر مین گیا ہون علیگڈہ مین ہون لسکٹ
پابند کسی مشرب و ملت کا نہین ہون — گھوڑا میری آزادی کا اب جاتا ہے بگٹٹ

شیطان نے دیا یہ شیخ جی کو نوٹس — بالکل ہی گیا ہے زور اب آپ کا ٹوٹ
آئندہ پڑہینگے آپ لا حول اگر — فوراً دا ٔعون گا اک ڈفمیشن سوٹ

شیطان کا سنا جو شیخ صاحب نی یہہ قول — بولے کہ فضول تجہکو آتا ہے یہہ ہول
مین خود ہون بدل گیا زمانے کے ساتہہ — پڑہتی ہے مجہی یہ اب تو دنیا لا حول

حضرت اکبر سے سنکر یہ لطیفہ بزم مین — سب ہنسے کچھہ رہگئے خون جگر کے پیکر گہونٹ
شیخ جی از فرط بنے پہرتے تہے پہلے جیخ پر — چشم بد دور اب بنے ہین آپ کمسرٹ کی اونٹ

کودتے پہرتے ہین یہ باغ مین گہو کیطرح — باغبان دبکے ہوئے بیٹھے ہین اُلو کی طرح
ان نئی روشنی والون سے نہین ہے کچھہ شغف — شب تاریک مین چمکا کرین جگنو کی طرح
آگئی زلف مسان زلف بتان پر غالب — پیچ ہوتے تہے نہم افعی و دراسُو کی طرح

مچائی سینے مین اسنے شورش اٹہا ئی اسنے زبان سے الو صبر و تحمل سے جو کام
الو کیطرح
مین جلد رخصت

وہ ہنسکے بولا جگہہ کہان ہے دکہاؤن کا رسی گر ہی جدا پٹی

سید کیطرف تو چندہ لانے کی ہے تیح
بہتر ہے یہی کہ بُت پرستی کیجیے

اور شیخ کے گہر مین پہنچانے کی ہے تیح
گو اُنمین یہی صبح کو نہانے کی ہے تیح

سحر مسلم شکایت با خدا کرد
من از بیگانگان ہرگز نہ نالم

کہ تفسیرش بما دیدی چہا کرد
کہ با من انچہ کرد آن آشنا کرد

اکبر اگرچہ موسم باران خوش است و خوب
مچھر دود کہ گوش بفریاد بندہ نیز

لیکن چون گوش و چشم درین فصل وا کنید
ہنگار رسد کہ گوشۂ چشمے بما کنید

بگو بہ سیٹہہ کہ ادرا دہرم نہ خواہد ماند
من ارچہ در نظر یار شرمسار شدم

بگو بہ برہمن اوراد ہرم نہ خواہد ماند
رقیب نیز چنین محترم نہ خواہد ماند

تہمد پہ ہے شبہ و حقارت کی نظر
پتلون پہ غصہ و شرارت کی نظر

بہتر ہے یہی برہنہ پھریے اکبر
شاید پڑ جائے اُنکی رغبت کی نظر

جو دونون ساتہہ پڑین تو یہی مناسب ہے
خدا کرے کوئی بُت آکے یہ کہے مجھسے
جو سن چکے مری غزلین تو بولے لاچندہ

کہ اپنے گہر مین کرسمس بہی کر تو عید بہی کر
بٹہا بہی لے مجھے گہر مین مجھے مرید بہی کر
جو ہنہنایا ہے اتنا تو آج لید بہی کر

اُس بُت کے لیے ہے دہر مین فصل بہار
اک تخت رَوان پہ پہرتا ہے لیل و نہار

کہتا ہے اوٹہاؤ اسکو یہ ہے مرا عرش
کہد و اکبر کہ مین فرشتہ نہ کہار

انہین شوق عبادت بہی ہے اور گانیکی عادت بہی
تعلق عاشق و معشوق کا تو لطف رکہتا تہا
حقیقت مین نہ ابن علیل ہون نہ گجا پہر کی خواہش ہے
نہ بہی مطلق تو قوم بل بنا کر پیش کروگے

نکلتی ہین دعائین اُنکے منہ سے ٹہمریان ہوکر
مزے اب وہ کہان باقی رہے بی بی میان ہوکر
بنا ہون ممبر کونسل یہان مٹھو میان ہوکر
مرے چایان لٹ گیا مین ... سلام قبول

نکالا کرتی ہین گھر سے یہہ کہکر تو تو مجنون ہے — ستا رکہا ہے مجھکو ساس نے لیلی کی ماں ہوکر
رقیب سفلہ خو ٹھیرے نہ میری آہ کے آگے — بھگایا مچھرون کو اُنکے کمرون سے دہوان ہوکر

پائے در پتلون و دل در پیشواز — چند روزے با ہمین حالت بساز

سنتا ہون محال ہے خدائی سی گریز — لیکن کہتا تہا مجھسے کل اک انگریز
تم مانگ لو اپنے شاعرون سی گہوڑا — فطرت کے حدود سے زیادہ ہو وہ تیز

آگے انجن کے دین ہے کیا چیز — بہینس کے آگے بین ہے کیا چیز

ہند مین شیخ رہ گیا افسوس — اونٹ گنگا مین بہہ گیا افسوس
دیکھکر ہم کو ایسے دلدل مین — راہ چلتا بہی کہہ گیا افسوس

عاشق کا خیال ہے بہت نیک معاش — ہونے نہین دیتا حسن کے راز کو فاش
کیون وصل مین جستجو مکرر کی وہ کرے — حاضر مین نہ حجت اور نہ غائب کی تلاش

بی شیخانی بہی ہین بہت ذی ہوش — کہتی ہین شیخ سے بجوش و خروش
خواہ لنگی ہو خواہ ہو تہمد — در عمل کوش و ہرچہ خواہی پوش

دل نے یہ کہا کہ دین کے جو نہ ہون دوست — ہرگز رکہونگا مین نہ ایسون سے غرض
مین نے یہ کہا کہ خیر بہت ہے مگر — اب شیخ کو بہی ہے چار پیسون سے غرض

مذہب کے جو ہو رہین تو سرکار کا خوف — مذہب سے اگر پہرین تو پہٹکار کا خوف
دونون سے اگر بچین تو احباب کو ہے — بیرونقی دوکان و دربار کا خوف

اونچے ہین رذیل اور ہین زیر شریف — قسمت کا یہ دیکھتے ہین اب پہیر شریف

اکبر کو یہ مجتبے نے دی خوب صلاح
چلدیجئے بہائی صاحب اجمیر شریف

اچھی کیا شبک نشینی میری — ہے قابل داد اگر کرین آپ انصاف
ہے لیکن یہ نیش — ہے بارگران و تلخ۔ تقصیر معاف
وہ ہنسکے بولا جگہہ کہان

فرمایئن مرا قصور حضرت جو معاف
انکار نہین نماز۔ روزے سے مجھے
جو امر ہے واقعی گزارش کرون صاف
لیکن یہ طریق اب ہے فیشن کے خلاف

عالم بنئے تو کیجیئے مات کا شوق
چکر ہی مین آپ کو پھنسا رکھونگا
مسٹر بنئے تو ہو مساوات کا شوق
مجھکو بھی ہوا ہے اب اسی بات کا شوق

شمع سے تشبیہہ پا سکتے ہین یہ عیاش امیر
رات بھر پکہلا کرین دن بھر رہین بالائے طاق

ہندو تنتے ہین تھامکر گائے کا سینگ
آغا گرمی دکہاتے ہین پیچ کے ہینگ
لیکن حضرت کو ہے یہ کس چیز پہ ناز
کالج مین ڈٹے ہوئے اڑاتے ہین جو ڈینگ

کیسی ترقی کہیا میل
جسکی لاٹھی اسکی بھینس
ہم سے سن لو اسکا کہیل
فعل فعل فعل فعل

اکابر سے حساب دوستانہ نبھہ نہین سکتا
غلط فہمی بہت ہوتی ہے پڑ ہی جاتی ہے مشکل

یہ کہکر پیش کردے فرد اخراجات ای اکبر
حساب دوستان در دل حساب خادمان در بل
مذہب کو ہے

Girl
کہتی ہے زراہ کبر مجھسے وہ گرل
Earl-duke
کیا تجھسے ملون کہین کا تو ڈیوک نہ ارل
اکبر نے کہا دکہا کے داغ دل و اشک
Pearl-ruby
ہے میری گرہ مین بھی یہ روبی یہ پرل

...سے مین نے کیے یہ نفیس آم قبول
ادائے شکر مین اب ہو مرا اسلام قبول
نہ مین سخن کا ہون تاجر نہ طالب شہرت
اسی سے کرتی ہے پبلک مرا کلام قبول
زمانہ دیکہیئے کہتے ہین پنڈت ازرہ طعن
میان ہماری بھی ہو جائے رام رام قبول
وحید صبح بنارس کی موج مین ہین پڑے
بھلا وہ کرنے لگے کیون اودہ کی شام قبول

یہ مصرع محض اظہار وزن کے لئے ہے قافیہ نہین ہے سبحان اللہ۔

سنتی جو ہون بت کمسن کی بول اٹھی آغا — کہ معتبر نہ شمار ہین نا تمام قبول
مِسون کے ہوتے ہوے کیون ہتو نگوڑین اردو — ملے حلال تو پھر کیون کرون حرام قبول
منیر صورت مہر منیر تابان ہون — کرین خواص و عوام انکا احترام قبول

نہو جو دہسکی لندن تو گر کا ٹھرا ہہ
نہین ہے بنگ کا مجھکو کوئی جام قبول

سنہ ۶۱۸۱۷

اسقدر رنگ اڑا ہو گئے رنگین اوراق — چوک مین پادری صاحب نے جو کھولی انجیل
ہنس کے اکبر نے کہا رنج نہین کچھ اسکا — ہو گئی اب تو حقیقت مین یہ ہولی انجیل

شیخ صاحب کو نہین شاعرون کی بات سے کام — حسن کی قید نہین بس ہے مساۃ سے کام
یان تو برپائی کے افسانون سے دل برپا ہے — بابو ہی اچھے کہ انکو ہے فقط بہات سے کام
کہتے ہین ہمکو جو چندہ دے مہذب ہے وہی — اسکے افعال سے مطلب نہ عادات سے کام

ماسٹر صاحب کا علم اسوقت گو ہے نیکنام — اہل دانش مین مگر میر افزون ہے احترام
بات بالکل صاف ہے پیچیدگی کچھ بھی نہین — مین ہون سعدی کا بھتیجا وہ ہین ملٹن کے غلام

مذہب نے کر دیا تھا ہر ایک کو غریق نوم — تھے مبتلاے حج و صلوٰۃ و زکوٰۃ و صوم
دنیا و دین کا فیصلہ آخر کو یہ ہوا — عشق بتان شباب مین پیری مین عشق قوم

مِنَ العلم قلیلاً کو بھی دیکھو بعد اوتیتم — نہ مانو گے تو اک دن بہائیو کہاوگے جوتی تم

تجھکو کیا کسی کی ہوا نے فداے گل — مجھکو کیا کسی کی ادا نے فداے قوم
آ عندلیب ملکے کرین آہ و زاریان — تو ہاے گل پکار مین چلاؤن ہاے قوم

آپ کی فرقت مین مین کل رات بھر سویا نہین — لیکن اتنی بات تھی سگا تار رویا نہین
تو شجھان فرمائین حضرت شوق سے ناشتا — چھ بجے ہین مین نے تو منہ بھی ابھی دھویا نہین

بوسہ کیسا کہ گلوری بھی نہین پاتا ہون — بس کلام اپنا انھین جاکے سنا آتا ہون
وہ یہ فرماتے ہین کیا خوب کہا ہے واللہ — مین یہ کہتا ہون کہ آداب بجا لاتا ہون

ہم کیا خالی ہوائی گولا چھوڑین — کس جوگ کے بل پر اپنا چولا چھوڑین
حضرت نے تو چھاؤنی مین رکھی ہے دکان — ہم کیون اپنا محلہ ٹولا چھوڑین

خلاف شرع کبھی شیخ تھوکتا بھی نہین — مگر اندھیرے اُجالے یہ چوکتا بھی نہین

سوپ کا شایق ہون یخنی ہو گی کیا — چاہیے کٹلٹ یہ قیمہ کیا کرون
لیتھرج کی چاہیے ریڈر مجھے — شیخ سعدی کی کریما کیا کرون
کھینچتے ہین ہر طرف تانین حریف — پھر مین اپنے سر کو دہما کیا کرون
ڈاکٹر سے دوستی لڑنے سے بیر — پھر مین اپنا جان بھما کیا کرون
چاند مین آیا نظر غار مہیب — ہاے اب اے ماہ سیما کیا کرون
زور پر ہے شہر مین طاعون چارا کیا کرون — لاٹ صاحب تک ہین جب بیمار مین بیچارا کیا کرون

نیچری وعظ مہذب کو لیے پھرتے ہین — شیخ صاحب ہین کہ مذہب کو لیے پھرتے ہین
ہمکو ان تلخ مباحث سے سروکار نہین — ہم تو اک شوخ شکر لب کو لیے پھرتے ہین

بے سود اشعار اور گیت ہوتے ہین — مفلس سے کہان وہ ملتفت ہوتے ہین
کر پیچ تو عشق کے اکھاڑے مین ہزار — یہ بت تو زر و زر ہی جیت ہوتے ہین

سچ کہا اکبر نے ہاتھاپائی کا ہے کیا علاج — زور منطق سے تو ممکن ہے انہین ساکت کرین
بدگمان ہرگز نہون وہ ہم جو انکو چپت کرین — ہے فقط یہ مدعا انکی کمر ثابت کرین
شیخ جی فربہ تھے انکی طبع مین جدت کہان — مغربی جوہر اگر بلغم کو جا ہین پت کرین

جھیکون دنیا سے کسطرح مین — عورت نے کہا کہ گو ندمین ہون
قومی چندے کدھر سمائین — کالج نے کہا کہ تو ندمین ہون

ماشاء اللہ وہ ڈنر کھاتے ہین — بنگالی بھائی انکا سر کھاتے ہین

بس ہم ہین خدا کے نیک بندے اکبر
انکی گاتے ہین اپنے گھر کہاتے ہین

یورپ والے جو چاہین دل مین بہر دین
جسکے سر پہ جو چاہین تہمت دہر دین
بچتے رہو انکی تیزیون سے اکبر
تم کیا ہو خدا کے تین ٹکڑے کر دین

Banks
Thanks
کوٹھی مین جمع ہے نہ ڈپازٹ ہی بنکس مین
قلاش کر دیا ہے مجھے دو چار تھینکس مین

لذت چاہو تو وصل معشوق کہان
شوکت چاہو تو زر کا صندوق کہان
کہتا ہے یہ دل کہ خودکشی کی ٹھیر کر
خیر اسکو بہی مان لین تو بندوق کہان

شبو نہین کورس دیتین تار مولا ورک کرتی ہین
عدیم الفرصتی سے انکی الفت ترک کرتے ہین

آپ کی صورت بہت اچھی ہے اسمین شک نہین
پہر مجھے کیا۔ ذہن مین اسکا جواب اب تک نہین
مجھسے آخر آپ کو کیون اسقدر وحشت یہ خوف
آپ بنگالی نہین ہین اور مین ازبک نہین

گو کہ وہ کہاتے پڈنگ اور کیک ہین
پہر بہی سید ہے ہین نہایت نیک ہین

جب مین کہتا ہون کہ گیو می کس ڈیر
سر جہکا کر کہتے ہو لیے ٹیک ہین
give me kiss dear
you may take

تن رہے ہین آپ فکر جاہ کے پتلون مین
مین گہلا جاتا ہون فکر رزق کی افیون مین

حال دنیا سے بے خبر ہین آپ
گو تقدس مآب بیشک ہین
شیخ جی پر یہ قول صادق ہے
چاہ زمزم کے آپ مینڈک ہین

شیخ جی کو جو آگیا غصہ
لگے کہنے یہ پہینک کر دہسا

تم ہو شیطان کے مطیع و مرید
تم کو ہر ایک جانتا ہے پلید
ہے تمہاری نمود بس اتنی
جسطرح ہو پڑی سڑک پہ لید

کلمہ مست عیش و ناز تھے ہوٹل کی ہال میں
اب ہائے ہائے کر رہے ہیں اسپتال میں

دنیا اُسے قرار دو اور آخرت یہ ہے
سن لو کہ ساز معنی اکبر کی گت یہ ہے

اونچوں سے ہمسری کا رکھتے ہیں خیال
پتلے پڑو درجہ دار رہیو ہے بہتر
مسلم بھائی اسی میں گم رہتے ہیں
ہندو اچھے کہ گاؤ دم رہتے ہیں

مسی کیطرف سے معذرت

قسمت وہ کہاں کہ اب وہ تعظیم نہیں
کیونکر وہ اثر ہو جب وہ تعلیم نہیں
لغزش پہ مری بزرگانہ مان لے شیخ
وہسکی کی ہے لہر موج تسنیم نہیں

مچھروں نے بہت ستایا رات
بولے اسکا ہمارا منبع ایک
میں نے کوسا کہ ہو تمہیں طاعون
کیوں وہ کرنے لگا ہمارا خون

گئے کول حافظ محمد حسین
تو ہم ہندی سے بولے یہ حاجی بلال
کہ کر دیجیے انکی دعوت ضرور
وہ ہیں صاحب دانش و علم و فن
وہ ہیں مولوی آپ بھی مولوی
ذرا دیکھ لیں رونق انجمن

Stallion Gilding

وہ بولے مرا انکا کیا جوڑ ہے
میں گلڈنگ ہوں اور وہ ہیں اسٹیلین

وہ لطف اب ہندو مسلمانوں میں کہاں
اغیار ان پر گزرتے ہیں خندہ زناں
جھگڑا یہی گاؤ کا زبان کی بھی بحث
ہے سخت مضر یہ نسخہ گاؤ زبان

چندوں ہی کے سوجھتے ہیں اُن کو مضموں
دل شاد ہوا اُس سے قوم یا ہو محزون
لڑکے انہیں دیکھ کر مچاتے ہیں دھوم
یہ ہیں نئی روشنی کے چندا ماموں

اعزاز نسب کے مٹتے جاتے ہیں نشاں
اگلے سے خیال ہند میں اب وہ کہاں
سید بنتا ہو تو بنو سر سید
ہونا ہو جو خان تو تم انگریزی خوان

متفرق شعر ہین قطعہ نہین ہے

پردہ اوٹھتا ہے ترقی کے یہ سامان تو ہین
حورین کالج مین پہنچ جائینگی غلمان تو ہین

کٹ گئی ناک حرم مین تو نہین کچھہ پروا
تھینک یو دیر مین سننے کیلئے کان تو ہین

خاصدان آگے بڑہا کر مری باتون پہ کہا
آپ کیون جان مری کہا رہے ہین پان تو ہین

اونسے ملنے مین ہے ایمان کا نقصان اکبر
خیر جو کچھہ ہو نکلتے مرے ارمان تو ہین

وہ ایسی ریش والے کو بہلا کب پان دیتی ہین
جناب شیخ ناحق اس ہوس مین جان دیتے ہین

کیون کرتا ہے اعتراض ذی شرم
اوسکا جو مین ہمزبان نہین ہون

گو ہون نئی روشنی کا شیدا
گو مین شرعی جوان نہین ہون

کرتا نہین لیکن اوسکی عظمت
اوسکا افسانہ خوان نہین ہون

کرتا نہین قوم پر اوسے پیش
عیاش ہون قلتبان نہین ہون

فخریہ مین نے جو اشعار پڑہے سعدی کے
فخریہ آپ سنانے لگے تنظیم پلٹن

شیخ سعدی تو بزرگون مین مرے تھے بدیہہ است
آپ کے کون تھے پلٹن پہ تو حضرت من

بولے جاڑون مین لالہ گنگا دین
دہوپ سے مجھکو ہوتی ہے تسکین

ڈاڑہی سورج کی تہام لیتا ہون
مدعا یہ کہ گہام لیتا ہون

مذہب نے پکارا اے اکبر اللہ نہین تو کچھہ بھی نہین
یارون نے کہا یہ قول غلط تنخواہ نہین تو کچھہ بھی نہین

ہر بات پہ تم قسمین کہانا جب یاد کرین راجہ صاحب
دربار اودہ مین تاہی اکبر واللہ نہین تو کچھہ بھی نہین

ملنے کا کسی سے ہو یہ مزا اک جوش طبیعت ہو پیدا
اوس بزم مین میرے پہنچنے پر اہّاہ نہین تو کچھہ بھی نہین

تھا تصور بالکل آزادیِ رندانہ ہوں
لیکن اب بالکل اسیر انتظام خانہ ہوں

پہلے تھا اس بت کے گرداب ساتھ ہیچ بخوبی فیچ
عشق میں دیوانہ تھا اب فکر میں دیوانہ ہوں

ہم ایسی کل کتابیں قابل ضبطی سمجھتے ہیں
کہ جنکو پڑھ کے لڑکے باپ کو خبطی سمجھتے ہیں

مذہب نے کہا کہ جان سے عاری ہیں
آپس ہی کے لوگ باعث خواری ہیں

گویا قزاق تھے ہوئے ہیں اب اسیر
اپنوں ہی میں کچھ گواہ سرکاری ہیں

حیران ہیں اس زمانے میں ہم جیکے کیا کریں
جائز سہی شراب مگر پیکے کیا کریں

تعلیم اونچے درجے کی ہوتی نہیں نصیب
پھر گھر میں بیٹھکر بجز اے بی کے کیا کریں

شیخ کی وہ دہج نہیں وہ شیخ کی ڈاڑھی نہیں
دوستی مذہب سے ہے پر اسقدر گاڑھی نہیں

اکبر مجھے شک نہیں تری تیزی میں
اور تیرے بیان کی دلآویزی میں

شیطان عربی سے ہند میں ہے بیخوف
لاحول کا ترجمہ کر انگریزی میں

ہیں عمل اچھے مگر دروازۂ جنت ہے بند
کر چکے ہیں پاس لیکن نوکری ملتی نہیں

گورنمنٹ کی خیر یارو مناؤ
گلے میں جو اُتریں وہ تانیں اُڑاؤ

کہاں ایسی آزادیاں تھیں میسّر
انا الحق کہو اور پھانسی نہ پاؤ

شیخ اسدرجہ اناڑی ہے جو گھوڑی پہ چڑھے
باگ گردن میں رکاب آکے پھنسی ازکن ہو

لات دنیا پہ نہ مارو ابھی اے حضرت شیخ
بیٹھکیں کرلو ذرا زور تو کچھ ران میں ہو

شوق لیلائے سول سروس نے مجھ مجنون کو
اتنا دوڑایا لنگوٹی کر دیا پتلون کو

جامۂ ہستی کے ٹکڑے اڑ رہے ہیں نزع میں
پھینکئے اب کوٹ کو تہ کیجئے پتلون کو

دقیانوسی طریق سے منہ موڑو
شیرازہ مذہبی لغت کا توڑو

یو کے سے کہو کہ حد تہذیب میں رہ
آنتوں سے کہو کہ قل ہو اللہ چھوڑو

فقط مذہب سے تم میں عزت و وقعت کی ہے بو
وگرنہ اور کیا نسبت کجا ولیم کجا کلو

بے ہنر ہو کر جو بیٹھو طعنۂ حالی سنو
باہنر ہو کر جو جھکو قوم سے گالی سنو

ہم کو تو پیر طریقت نے یہی دی ہے صلاح
اونٹ نے گائیون کی ضد پہ شتر کو ساجھی کیا
جس پہ رکھا چاہتے ہو باقی اپنی دسترس

قصۂ منصور دیکھو اور قوالی سنو
پھر تو منڈل سے بھی بدتر سبب پایا اونٹ کو
سونڈ میں ہاتھی کے کبھی اک بہائی وہ گناہ ڈو

تکلفات سے للّٰہ اپنا سر نہ پھراؤ
مجھے بھی چکھو گے کیا رکھ کے خوان نعمت پر

جو دال روٹی ہو موجود وقت پر وہ کھلاؤ
کباب کرتا ہے اب مجھکو انتظار پلاؤ

نیکی کے حق مین کچھ ادائی نہ کرو
نیتو بھی رہو گے اور مرو گے بھی ضرور

اللہ کے ساتھ بے وفائی نہ کرو
کہتا ہون کہ دعوی خدائی نہ کرو

صاحب سے اذن لیکے کرو تکا بین عشق چشم

لیسنس ہے ضرور ہرن کے شکار کو

جب پڑی قومی مصیبت تو کسی نے کیا کیا
ہان جو شاعر تھے انھون نے نالۂ موزون کر سنا

سب ہوئے اندوہگین خون جگر سب نے پیا
داغ دل کو آسمان نظم پہ چمکا دیا

پیتا ہون شراب آب زمزم کے ساتھ
ہے عشق حقیقی و مجازی دونون

رکھتا ہون اک اونٹنی بھی ٹمٹم کے ساتھ
قوال کی بھی صدا ہے جہم جہم کے ساتھ

قوم سے میں کی سفارش کیا کرون
ایک جوہر ہے فقط اسمین مفید

نیک کو شیطان کر دیتی ہے یہہ
خودکشی آسان کر دیتی ہے یہہ

غزل میری سنتے نہین شیخ جی
تکلف کے پکوان مین دن ڈہلا
اضافہ ہوئی مجھ سے گندم پہ سے
یہ تھی قیمت رزق ٹوٹے جو دانت

تقدس کی بھی انتہا ہو گئی
ہماری تو پوری سزا ہو گئی
یہ پوتے سے بھی اک خطا ہو گئی
غرض کوڑی کوڑی ادا ہو گئی

پیارا ہے ہمکو شیخ ہمارا برا سہی
اکبر کا نغمہ قوم کے حق مین مفید ہے

چاقو ولایتی نہین دیسی چھرا سہی
دلکو تو گرم رکھتا ہے وہ بے ثمر سہی

رہا کرتا ہے مرغ فہم شاکی
چھری سے انکی کٹوا کر فلک نے

نئی تہذیب کے انڈے ہین خاکی
خدا جانے ہماری ناک کیا کی

ابھی انجن گیا ہے اسطرف سے
رہی رات ایشیا غفلت مین سوئی
کہے دیتی ہے تاریکی ہوا کی
نظر یوروپ کی کام اپنا کیا کی

ہے عجب انقلاب دنیا مین
اب وہ تسبیح پہ بجاے درود
کیا کہون بات بہائی صاحب کی
پڑہ رہے ہین وہابی صاحب کی

ہوئی جب آمد پیری ہوا مین سر کہ پیشانی
سوال اب یہ عبث ہے جب ہے پتلون کی ارزانی
ترش روئی کی چلتی جو بڑے ہے ڈاڑہی ہو جب کہچڑی
چو کفر از کعبہ برخیزد کجا ماند مسلمانی

کچھ مین خوش آتے ہین نہ بہاتی ہین سبزی
ستا نہین لکچر مین پڑا رہتا ہون دن رات
مین ریل کا طالب ہون نہ خواہان انرجی
لگتا ہے فقط لیڈیون مین وقت ڈنر جی

یہ خستہ حالی فراق کی ہے کرو نہ تحقیر یار میری
پسی حنا کی طرح دھرا ہون لگون تو دیکھو بہار میری

وضع مغربیا کی سیکھہ کر دیکھا تو یہ کافور تھی
اب مین سمجھا واقعی ڈاڑہی خدا کا نور تھی

علم پر بھی عشق کی تاثیر آخر پڑ گئی
وصل کی شب مین نے اس بت سے اڑائی تھی زبان
تخلیے کی بات پبلک کے دلونمین گڑ گئی
یہ اثر اسکا ہوا اردو سے ہندی لڑ گئی

سائنس سے زیادہ ہے مذہب کی جڑ پڑی
بابو یہ کہتے ہین کہ دھرم جیت جائیگا
توپونکی بار سے بھی خدا کی پکڑ بڑی
اسوقت گو تلکش نے ڈالی ہے گڑبڑی

پچھرلون مین ہی پرستش گریچو پیٹہون کی
نہین ہے قدر تو بس علم دین و تقوی کی
شرک پہ مانگ ہے قلیون کی اور میٹہون کی
خرابی ہے تو فقط شیخ جی کے بیٹون کی

مقصود ہے شغل کوئی مضمون سہی
ہنگامہ موت بھی ہے اک جشن اکبر
پیمانۂ مے نہین تو افیون سہی
گر جنگ نہین تو خیر طاعون سہی

لہ ایک لیڈی صاحبہ کے ساتھ کہانا کہا رہا تہا ایک عزیز نے کہا کہ اسوقت بابو کیشب چندر سین مستعدی اور کوشش کے عمدہ نتائج پر لکچر دینگے چلکر شریک ہو جیئے۔ سنہ ۷۲ء۔

لذتِ نانِ جوین تجھکو مبارک اے شیخ
مجھہ گنہگار کو ہے صرف مٹنجن کافی

حضرتِ خضر ٹکٹ مجھکو دلا دین اکبر
رہنمائی کے لیے ہے مجھے انجن کافی

وحشت نئی روشنی سے آخر کو گھٹی
کرکٹ جمناسٹک ٹریننگ کالج
فکرِ روزی مین شیخ کی طبع ڈٹی
مولانا سیکھتے ہین بالفعل ٹٹی

اہوریلکی کی بحث مین تم جو ہندؤنکے بنو گے ساتھی
نہ لاٹ صاحب خطاب دینگے نہ راجہ جی سے ملیگا ہاتھی
نہ اپنا لکھن وہ تم کو دینگے نہ اپنی پوری وہ بانٹ دینگے
پڑیگا موقع جو کوئی آکر تو دونون ہی تم کو چھانٹ دینگے
اگر وہ رہتے ہین دور تم سے یہ لوگ ساتھی ہین اور پڑوسی
ملے جلے ہین سوسائیٹی مین اہیر انکین تو ہم مین گھوسی
ہزل کو اپنی جو چھوڑ کر تم انکھین کی شرکت کروز ٹل مین
تو یہ تو کوئی نہ کہہ سکیگا تمہارے دشمن کہان بغل مین
نہ ہوگی حکام کو بھی وقت جو ہوگی اک جاہلک کی خواہش
ضرورت انکو بھی یہ نہ ہوگی کرین ہر اک سے علحدہ خورفش
جو مانگو گے ایک بہل مسلم وہ کاٹکر ایک بہانک دینگے
چلاؤ گے پہر بھی منہ تو سب کو وہ ایک لاٹھی سے ہانک دینگے

اُنکے دستِ نازنین سے پائی ٹی
اب کہان باقی ہے ہم مین پائیٹی
آخر کو ہوئی وہ بات جو تھی ہونی
مذہب مٹی ہے یا ہے مٹی ڈھونی
جو سُست تھے ہوگئے ہین وہ شترِ حلیم
جو تیز تھے بنگئے ہین پولو پونی
مذہب اور مولوی پہ گالی ہولی
اسپیچ پہ انجمن مین تالی ہولی

دروازہ منصفی ہے ہم پر کیوں بند
ہر بات تو اے جناب عالی ہو لی

یعنی جنگ ۔ اردو ہندی
ہین یہ سمجھا بہ عالم رندی

یعنی نسے ہے اسمین لطف وصل بتان
خوب مل کر لڑی زبان سے زبان

اخلاق نکو و خوش تمیزی نہ سہی
القاب حبیبی و عزیزی نہ سہی

میٹھے پانی سے ہی زبان شیرین کام
جان بخش حرارت غریزی نہ سہی

بھائی مجھے کلمہ یہ بات بی منی کی
تفریق اڑا دو شیعہ و سنی کی

جیسا موقع ہو بس سٹھا دو وہ نگین
ہیرے کی نہ شرط ہو نہ صناجینی کی

ملتا نہین گوشت خیر تڑی ہی سہی
کچھ کھیل ضرور ہے سپسڈی ہی ہی

موقع جو پڑے پہ قواعد کا نہین
چندہ تحصیل کی کبڈی ہی سہی

واہ کیا دیچ ہے مرے بھولے کی
شکل کوے کی ہے ہٹ سولے کی

مری فغان پہ یہ مس ناشناس بول اٹھی
کہ بابئون مین تو عادت ہی غل مچانے کی

بجائین شوق سے ناقوس برہمن اکبر
یہان تو شیخ کو دھن ہے بگل بجانے کی

کوئی شورش نہین ہے ہر طرح سے خیر سلا ہے
نہ سرگرمی پولس کی ہے نہ جاری مارشل لا ہے

یہ کلکتہ کی شوخی اور یہ ڈھاکہ کی ادا سمجھی
وہ اک فرشی کبڈی ہے یہ لفظی گیند بلا ہے

یہ دیسی ورزشین ہین مغربی چمنا سٹک ہے وہ
نئے سن کی طنابین ہین کرسمس کا بچھلا ہے

یہان فلک کہان سکون پاتا ہے
آسودہ جو ہین انھین بھی تہا اے دیجیے

ہے ہضم کی فکر مین یہ نقل و حرکت
ظاہر ہے ضرر بیچ سے بیمار رہنے دیجیے

در پر مظلوم اک پڑا روتا ہے
ہے حیرا وٹھیے تو بہ استغفار رہنے دیجیے

کہتا ہے وہ شوخ تال سم بھیک تہتہ ہے
چونچ طوطا رام نے کھولی مگر بستہ ہے

کانگرس کا نفرنس
بمقام اگرہ

نہ وہ ضعیفیں نہ وہ رسمیں نہ چٹیا ہے نہ لٹیا ہی
مگر ہیں مخنثی کوئی قلی ہے کوئی مٹیا ہے

اٹھا تو تھا ولولہ یہ دل میں کہ صرف یاد خدا کرینگے
معاً مگر یہ خیال آیا ملی نہ روٹی تو کیا کرینگے

کہاں کو قبلہ کہاں کے قبلی جنید کیسے کہاں کو شبلی
عوض تصوف کی ہمنے طب لی بنینگی سرجن مزا کرینگے

اجل سی بھی پھر نہونگی خائف مزاج سی اپنے ہونگو واقف
اثر کریگی ہوا مخالف تو آپ اپنی دوا کرینگے

پوچھا میں نے کہ تیرا مذہب کیا ہے
کہنے لگا اس سے تیرا مطلب کیا ہے

میں نے یہ کہا کہ عول بتدی کے لیے
بولا کہ شکست کھا چکے - اب کیا ہے

اپنی گرہ سے کچھ نہ مجھے آپ دیجیے
اخبار میں تو نام مرا چھاپ دیجیے

دیکھو جسے وہ پانیر آفس میں ہے ڈٹا
بہر خدا مجھے بھی کہیں چھاپ دیجیے

چشم جہاں سے حالت اصلی چھپی نہیں
اخبار میں جو چاہیے وہ چھاپ دیجیے

دعوی بہت بڑا ہے ریاضی میں آپ کو
طول شب فراق کو تو ناپ دیجیے

سنتے نہیں ہیں شیخ نئی روشنی کی بات
انجن کی انکے کان میں اب بھاپ دیجیے

اُس بت کے در پہ غیر سے اکبر نے کہدیا
زر ہی میں دینے لایا ہوں جان آپ دیجیے

شیخ صاحب دیکھکر اُس بس کو ساکت ہو گئے
ماسٹر صاحب بہت کمزور تھے چیت ہو گئے

نہ کچھ انتظار گزٹ کیجیے
جو افسر کہیں بس وہ ہٹ کیجیے

بہت بھاتی ہے اسکی پھرتی مجھے
دعا ہے کہ لڑکی بیٹا کی جیجیے

کہاں کا حلال اور کیسا حرام
جو صاحب کہلائیں وہ چٹ کیجیے

انکے دست ناز میں تقلید انگلش جو آپ
کہیں مفلسوں کو نہ پیٹا کیجیے

آخر کو ہوئی وہ بات جو تھی ہونی
بس ان لعنتوں پر نہ ہٹ کیجیے

جو سست تھے ہو گئے ہیں وہ شتر حلیم
جو تیر تھے یہ اپنے گلٹ کیجیے

مذہب اور مولوی پہ گالی ہولی
اسپیچ پہ انجمن میں تا

ہٹ سکرمرگا
اب اُف کیجئے اور نہ ہٹ کیجئے

نہایت حکمت آگین آپ کی اک پیچ ہوتی تھی
مزا شربت کا دیجاتی ہے گو وہ پیچ ہوتی ہے

نبض آپ کی ہے سست بدن آپ کا ہج بھی
شاید چلی بیگم سے کسی بات پہ بخ ہے

پہونچا ہیں فلک پہ جو نظر تم نے ملائی
شائد کہ میں نگل ہوں نظر آپ کی تخ ہے

اپنے شجر حسن کی وہ خیر منائیں
عشاق کی کثرت ہے کہ یہ فوج ملخ ہے

جز نیے کو سد بار سے ہوئے مارتا ہوئی اکبر
البتہ علیگڈہ کی لگی ایک ہے بیخ ہے

رندی و شراب و بزم و شاہد بھی ہے
منطق بھی ہے دلیل ملحد بھی ہے

لیکن قربان حکمت پیر مغان
دو مولوی بھی ہیں ایک مسجد بھی ہے

دھن نوکری کی ہے نہ پری ہے نہ حور ہے
اب فکر پاس کی ہے قیامت تو دور ہے

آئین بھی بدلتے ہیں نیت کے ساتھ روز
امید بے اصول سے اب دل نفور ہے

دن تو جناّت کی خدمت میں بسر ہوتا ہے
رات پریوں کی خوشامد میں گزر جاتی ہے

سلف ریسپکٹ کا وقت آئے کہاں سے اکبر
دیکھہ تو غور سے دنیا کو کدہر جاتی ہے

نوکروں پر جو گزرتی ہے مجھے معلوم ہے
بس کرم کیجئے مجھے بیکار رہنے دیجئے

راہ میں لیسنس ہی کافی ہے عزت کے لئے
بس یہی لیلیجئے تلوار رہنے دیجئے

ڈاکٹر صاحب سے ملنا آپ کا اچھا نہیں
بیٹھئے گھر میں مجھے بیمار رہنے دیجئے

تیزئی مے کا اثر تھا نزع کی آمد نہ تھی
خیر اوٹھئے توبہ استغفار رہنے دیجئے

کامیابی کا سد یتی پر ہر اک در بستہ ہے
جو بیخ طوطا رام نے کھولی مگر بستہ ہے

مقام اگرہ

شوخی کیکر ہی شروع جو کی اک عزیز نے | جو سلسلہ ملاتے تھے بہرام گور سے
پوچھا کہ بھائی تم تو تھے تلوار کے دھنی | سورث تمہارے آئے تھے غزنی وغور سے
کہنے لگے ہے اسمین بھی اک بات نوکری | روٹی ہم اب کماتے ہین چوری کے زور سے

موکل چھٹے اُنکے پنجے سے جب | تو بس قوم مرحوم کے سر ہوئے
پپیہے پکارا کیے Pی کہان | مگر وہ پلیڈر سے لیڈر ہوئے

پردے کے واسطے تو عبث بیقرار ہے | پردہ درون کا راز تو خود آشکار ہے
آغا تقی مین حسن نہ اب وہ سنگار ہے | پردہ اوٹھا کے دیکھو تو گویا گنہار ہے

زاہد ایسے بیخبر ہین ابروئے خمدار سے | جسطرح بابو کو ہے بیگانگت تلوار سے

پریون کا شوق ہے نہ مجھے فکر حور ہے | کالج سے ہے نجات تو ذکر حضور ہے

بابو صاحب نے کہا اک باغ ہے میرا کلام | اسمین کیا شک ہے مگر یہ باغ شالامار ہے

سوئے فلک چلے جو غبارے مین بیٹھکر | سنکر حاسدونکے غصہ و غیرت سے مر چلے
احباب نے کہا کہ مبارک ہو یہ عروج | شکر خدا کہ اب تو یہ بابو بھی اُڑ چلے

سینۂ مس کا اُبھار ایدل فساد انگیز ہے | لوگ سچ کہتے ہین بادانجان باد انگیز ہے
عدل انگلش مین سے تو نیند آرہی ہے شیخ کو | بابوؤن کی شورش البتہ جہاد انگیز ہے

علم کی حد تک عقیدے سے یقین کی ساتھ ہین | اُسکے آگے کی ہوس صرف اعتقاد انگیز ہے
شیخ جی گھر سے نہ نکلے اور مجھسے کہدیا | آپ بی۔اے پاس ہین اور بندہ بی بی پاس ہے

ممکن نہین اسے مس ترا نوٹس نہ لیا جائے | گال ایسے پریزاد ہون اور کس نہ لیا جائے

لندن مین بگڑ جاؤگے وسواس یہی ہے | تم پاس رہو میرے بڑا پاس یہی ہے

ہر اک ریمارک آپ کا عقرب کا نیش ہے | مجکو بھی رنج غیر کا سینہ بھی ریش ہے
مجھسے کہا کہ گوز شتر ہے ترا سخن | اُس سے یہ کہدیا کہ تو گوبر گنیش ہے

یارون کو فکر روز جزا کچھ نہین رہی | بس کام ہے انھین رہ عیش و نشاط سے

کہتے ہین حرج کیا ہے جو باریک ہو وہ پل
بائیسکل پہ گذر جائینگے ہم پل صراط سے

خلقت اِسی سمت صف بہ صف جاتی ہے
با عود و رباب و چنگ و دف جاتی ہے

ہے نورِ خدا بھی طالبِ رزق کا دوست
ڈاڑھی بھی تو پیٹ کی طرف جاتی ہے

کچھ شک نہین کہ حضرتِ واعظ ہین خوش تخصص
یہ اور بات ہے کہ ذرا بیوقوف ہین

اُردو کے تین ربع کے مالک ہین خود ہنود
پھر کیا سبب جو اُس سے انہین انحراف ہے

یعنی اُردو ہے چیز انھین کے مذاق کی
اُردو کے تین جزو بھی صاف صاف ہین

ذوقِ معنی نہین تجھے اکبر
کھُلے یہ بات گر تجھے شک ہے

شیخ سے چھوٹے تو اُلجھے انجن مین
اُسمین بک بک تھی اسمین بھک بھک ہے

ہر چند کہ مجھکو اعتقاد اب تک ہے
تاہم بلحاظِ وقت دل مین شک ہے

بیٹھے تو بہت ہی سر جھکا کر ہین حضور
کیا جانے مراقبہ ہے یا پینک ہے

کی ہے معدے نے کمیٹی پیٹ مین
بائی لا ہر رگ کے اندر ٹھیک ہے

حضرتِ نزلہ ہین صدرِ انجمن
دمبدم اُنکی بھی اک تحریک ہے

تیرے قدم سے رونقِ شہرِ پراگ ہے
یعنی ترے ہی دم سے بتون کا سہاگ ہے

بھڑکی ہے دل کی آگ گو اُن کے عشق مین
احباب ہنستے ہین کہ یہ کنڈے کی آگ ہے

سب سمجھتے ہین کہ یہ عشقِ بتان اک روگ ہے
لیکن اسکو کیا کرین ملتا جو منہ بھر بھوگ ہے

شاہدانِ مغربی کرتے نہین مجھکو قبول
ٹال دیتے ہین یہ کہکر آپ کالا لوگ ہے

دیکھون عروسِ دہر کو کیون آنکھ بھر کے
بہتر یہی ہے کام نکالون ٹٹول کے

جو عمر [illegible] ہین وہ پالسی [illegible] تفصیل [illegible]
تیج ہے خبیث [illegible] ہین [illegible] جبریل [illegible]

چہرے کے [illegible] اُن کی کلائی پر [illegible]
اس [illegible] تفصیل [illegible] سے

جب کہا گیسو کا بوسہ دیجیے دل لیجیے
ہنسکے بولے آپکو سودا ہے مسہل لیجیے

دل میں جو پڑ گئی ہے گرہ کھول ڈالئے ترکیب ہے ترقی اُردو کی بس یہ خوب	اک دم میں کل متاع سخن تول ڈالیئے جو آپ بول سکتے ہیں سب بول ڈالیئے
واہ اکبر بس مقیم گول ہو کر رہ گئے عرض و طول ہند میں جتنے نہ دوڑا ہی خطوط	خود فروشی کی نہیں انمول ہو کر رہ گئے دل کشی مرکز میں پائی گول ہو کر رہ گئے
ہم سے شب وصال وہ بے میل ہو گئے درگاہ کے چراغ کو چھوڑا برائے لمپ بوڑھوں نے پہلے لڑکوں کو خود ہی بنایا کھیل اے شیخ جب تکمیل نہیں دست قوم میں ہم بھی کلیل کرنے لگے گائے کی طرح	افسوس انٹرنس میں ہم فیل ہو گئے سب کی نظر میں گھی سے مگر تیل ہو گئے انکی نظر میں آپ ہی اب کھیل ہو گئے پھر کیا خوشی جو اونٹ ترے ریل ہو گئے اس ملک میں بھی حضرت گو کھیل ہو گئے
ہیں سے جو کہا کل انتظام آپ کا ہے کہنے لگے مسکرا کے یہ سب ہے صحیح	ہے فائدہ آپ کا یہ کام آپ کا ہے لیکن خوش ہو جیے کہ نام آپ کا ہے
مذہب جسکی نظر سے بالکل گم ہے شایستہ جو ہو تو اوسکو پونی سمجھو	کیونکر میں کہوں وہ داخل مردم ہے ایسا جو نہ ہو تو اک خر بیدم ہے

(آیندہ اُردو زبان کا نمونہ)

بابو جی کا وہ بتا ہوا نوکر	غیر اسکو پیام دیتا ہے
بابو کہتے ہیں وہ نہ جائے گا	under میرے انڈر میں کام دیتا ہے
واسطہ کم ہو گیا اسلام سے قانون سے	دبگئی آخر مسلمانی مری پتلون سے
اب کہاں تک تنگ میں حرف ایمان کیجیے ہے یہی بہتر علیگڈہ جا کے سید سے کہوں	تا کجا عشق بتان سست بیان کیجیے مجھسے چندہ لیجیے مجھکو مسلمان کیجیے

ہمارے ملک مین ہوتا ہے کیا تعلیم نسوان سے
بجز اسکے کہ بادا اور بھی گھبرائین ایمان سے

انکو کیا کام ہے مروت سے
اپنے رخ سے یہ منہ نہ موڑینگے
جان شاید فرشتے چھوڑ بھی دین
ڈاکٹر فیس کو نہ چھوڑین گے

اس اکھاڑے مین اڑ گئے دیکھکر قانون کے
شیخ نے تہمد سے ہجرت کی طرف پتلون کی

نہین کچھ گفتگو اس مین یقیناً شیر ہین حضرت
بس اتنی بحث باقی ہے یہ پھنسا ہی کہ انجن ہے
چمک تیغون کی ہاتھون کی صفائی واہ کیا کہنا
مگر یہ دیکھلو گٹھا ریہ کا ہے کہ گردن ہے
مدارِ کار جب ہو اتفاق و عقل و حکمت پر
تو اس سے جو کرے غفلت وہ اپنا آپ دشمن ہے

راہ تو مجھکو بتا دی خضر نے
اونٹ کا لیکن کرایہ کون دے

ابتو جاگو ایشیائی بھائیو
نیند مین غفلت کی صدیون سو لئے
ہو مبارک جستجوئے خضر انہین
ہم تو اب انجن کے پیچھے ہو لیے
اب تھیٹر مین ہنسینگے جا کے خوب
خانقاہون مین تو برسون رو لیے

ہوتا ہے نفع یورپ مین نان پاؤ سے
مین خوش ہون ایشیا کے خیالی پلاؤ سے
ایمان بیچنے پہ ہین اب سب تلے ہوئے
لیکن خرید ہو جو علیگڈھ کے بھاؤ سے
دہمکا کے بوسہ لونگا رخِ رشکِ ماہ کا
چندہ وصول ہوتا ہے صاحب دباؤ سے

چیٹھی اس مس کی ہے کہ یہ جادو ہے
دل جوش مفاخرت سے بے قابو ہے
ایسی پری اور مجھکو پیارا لکھے
القاب مین دیکھئے ڈیر کلو ہے

ہندی مسلم مین ہند کی بو بھی ہے
افطار مین ہے کھجور تو سیو بھی ہے
اللہ اللہ ہے زبان پہ بیشک
لیکن اک رنگ ہم مہادیو بھی ہے

[illegible] ہوا کہ رقیبون مین بڑھ گئے بابو
ذراسی بات ہوئی اور یہ سوئی تہانہ چلے

بس زر کی ہیبت پہ یہ بولا طالبِ قوت
جو ملجائے تو اسکو کہاؤن یہ سونیکا کشتہ ہے

ہین لب عزیز شمع بیگانہ سے
جلتا ہے چراغ سے جو فرزانہ ہے

سب کی ہے مسّوں کے روی روشن پہ نگاہ
جو ہے نئی روشنی کا پروانہ ہے

عبث اُنکا گلہ ہے مستغیثہ بولتی کیوں ہے
کوئی پوچھے تو ناحق تمنے ڈالی ادلتی کیوں ہے

آپ کی انجمن کی ہے کیا بات
حکمتوں سے ہوئی ہے جز و شکم
اس غرض سے کہ سینہ پوش نہ ہو
ہائے خامہ ٹھہر نہیں سکتا

آہ چھپتی ہے واہ چھپتی ہے
روح بھی اب تو کورس چھپتی ہے
شیخ کی ریش روز نپتی ہے
کسقدر یہ زمین تپتی ہے

جو عقل کھری تھی کی وہ کھوٹی اس نے
مستوں پہ شراب فاقہ مستی لائی
اچھے اچھوں سے چھینی روٹی اس نے
پتلون کو کر دیا لنگوٹی اس نے

کہا جو میں نے کہ انکی ادا الوکہی ہے
کہا میوں نے کہ اردو میں انکی چوکہی ہے

نکتہ یہ سنا ہے ایک بنگالی سے
خالی ہو جگہہ تو اپنے بہائی کو دلاؤ
کرنا ہو بسر جو تم کو خوشحالی سے
غصّہ آئے تو کام لو گالی سے

انکی تحریکوں سے یوں رہتی ہے دنیا بیچین
ممبری کیلئے لپکا مرے جانب وہ غول
جسطرح پیٹ میں بیمار کے بائی دوڑے
گائے موٹی نظر آئے تو قصائی دوڑے

مار و کژدم رہ گئے کیڑے مکوڑے رہ گئے
خضر عنقا ہو گئے موذی بنے ہیں سدراہ
پردہ در کی رائے سنکر بیبیاں کہنے لگیں
شیخ صاحب چل بسے کالج کے لوگ ابھرے ہیں اب
صورتیں تو ہیں مگر انسان تھوڑے رہ گئے
گر گئے سنگ نشان سڑکوں پہ روڑے رہ گئے
اب ہمارے وارث ایسے ہی نگوڑے رہ گئے
اونٹ رخصت ہو گئے پولو کے گھوڑے رہ گئے

جو وقت ختنہ میں چیخا تو نائی نے کہا ہنسکر
مسلمانی میں طاقت خون ہی بہنے سے آتی ہے

عاشقی کا ہو برا اسنے بگاڑے سارے کام
ہم تو اے بی میں رہے اغیار بی اے ہو گئے

پردہ کا مخالف جو سنا بول اٹھیں بیگم
اللہ کی مار اسپہ علیگڈھ کے حوالے

کہائی مژگان و نظر کی جو قسم بولا وہ شوخ
آپ اب قسمیں ہی کہاتے ہیں چھری کانٹے کا

دیکھ لو حال مرا۔ آہ کی حاجت کیا ہے
دوا اور ایک نئی ہے واللہ کی حاجت کیا ہے

پیچھے انجن کے بس اب ہو لیں مسلمان بھائی
اب انھیں خضر کی اور راہ کی حاجت کیا ہے

داد قرآن کی نہ دو بھائی عمل انشیہ کرو
پیش درگاہ خدا واہ کی حاجت کیا ہے

ناک رگڑا ہی برسوں اس ارمان میں
سن لیں میری بات اک دن کان میں

قصۂ منصور سنکر بول اٹھی وہ شوخ بس
کیسا احمق لوگ تھا یاگل کو پھانسی کیوں دیا

کاش اے اکبر وہی حالت مجھے بھی پیش آئے
اور یہ کافر پکارے در پناہِ من بیا

کمسنوں سے آپ کسی شب نہ چوکئے
جیسی گھڑی ہیں یہ انہیں ہر روز کوکئے

اے حضرت دل آپ ہیں کیس فراق میں
عقبیٰ کی فکر کیجئے دنیا یہ تھوکئے

ملتا نہیں گھی تو خشک روٹی ہی سہی
نعمت جو بڑی نہیں تو چھوٹی ہی سہی

میں قوم کی فربہی کا مشتاق نہیں
بس چاہیے میری عقل موٹی ہی سہی

نفرت تھی مجھکو بیشک مچھر کے بولنے سے
کہتا تھا اپنے دل میں بیچارہ کیا برا ہے

آخر کھلا یہ عقدہ نفرت کا مجھکو اکبر
آواز پہ تکی ہے کمبخت بے سرا ہے

چند ڈلے کیمیا سے رنگ کی پڑیا سے
شیخ صاحب ہوش ہی کھو بیٹھے اور گر یا ہیئے

مغربی گل نے مجھکو پیپیا ہے
میرا چونا ہے اور کلیسا ہے

آپ ہی گاکے جھوم لیتے ہیں
بار بڑے ہے تراب تکیا ہے

نکالا شیخ کو مجلس سے اُستے یہہ کہکر
یہ بیوقوف ہے مرنیکا ذکر کرتا ہے

اک چیز ہاتھ نے ہو عری بات یہ اے شیخ
کھینچو نگا کسی روز میں اب کان تمہارے

جو پڑی ہو ہمیشہ سے وہ دور بھلا کب ہو گی
رکھی ہے چٹنی پاکٹ میں پتلون کے نیچے دہوتی

واہ کیا ناک اور کان ہے اور یہی شاعری ہے۔ نقل کفر کفر نباشد

نہ تو انگریز بنے ہم نہ مسلمان رہے
عمر سب مفت مین کھویا کیے نادان رہے

طاقت اسلام کی کہتی تھی مسلمانون سے
سب مین جانون کہ مرے بعد مرا دھیان رہے

انکی سب سنتے ہین اپنی نہین کہہ سکتے کچھ
کیا قیامت ہے زبان کٹ گئی اور کان رہے

تھی بہت انکو مسلمانون کی تہذیب کی فکر
بولے مسجد کے تلے مے کا بھی سامان رہے

راحتِ جان ہے تری نظم دل آویز اکبر
تندرستی رہے ایمان رہے جان رہے

ہم تو کالج کی طرف جاتے ہین اے مولویو
کسکو سونپین تمہین اللہ نگہبان رہے

انگریز مین عظمتِ جہانبانی ہے
ہم مین اک شان علم روحانی ہے
لیکن تم لوگ تو کسی مین بھی نہین
بازو نہ قوی نہ قلب نورانی ہے

بالخیر

صحت نامہ دیوان اکبر

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۳	۱۶	سئے	نے	۲۰	۱۷	گروصورت	گرد وصورت
۴	۱۱	ایک	اک	۲۳	۱۶	مجھے	مجکو
۵	۷	سرکا	سرکو	۲۴	۲	بتاؤن	بتان
″	۱۹	طلب ہے	طلب مین ہے	″	۳	پوشیدہ ضعف	ضعف پوشیدہ
۶	۶	دل کیونکر لگے	کیونکر دل لگے	″	″	حسن مین	دین مین
۸	۱۹	ہال	بال	۲۶	۱۰	گھلے	کھلے
۹	۶	کی	کا	۲۷	۱۷	سے	سی
″	۱۵	پربل	سپربل	۳۰	۹	ایک	اک
۱۱	۱	سیرا	حرا	۳۱	۳	پگاتون	یگاتون
″	۹	اور	وہ	″	۱۳	نہین ہے	نہین
″	۱۳	یہ	پہ	″	″	حیا ہے	حیا
۱۳	۲	توتوہوتا	توہوتا	۳۲	۶	بہی	یہی
۱۵	۱۵	سہے	سے	۳۳	۶	پرآب	برآب
″	۱۷	تباوو	تباو	″	۷	شل	شال
۱۷	۴	کہ ہے	ہے کہ	″	۱۵	ناقلون	عاقلون
″	۷	ہربات	ہررات	۳۴	۱۷	اسکو	اوسکو
۱۸	۱۷	سے	ہی	۳۵	۱۰	واج	زاج
″	۱۹	دیکھا	دیکھے	″	۱۱	ناج	ناچ
″	۴	صدا	سدا	۳۶	۵	نظارۂ	نظارہ

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۳۷	۱	سرو گل	سرو و گل	۶۲	۱۳	زلفون سے	زلفون مین
"	۱۲	چاہ وپیار	چاہ پیار	۶۳	۷	موت	موت
۳۸	۳	تو ہے	تو ہین	۶۷	۱۵	ساختہ	ساختہ
۳۹	۱۸	زنیتین	زیبتین	۷۳	۷	جنجر	خنجر
۴۲	۴	اگر جلتا مرا کرتا ہی	ہمارا داغ دل کرتا ہے	"	۱۷	کہات	گہات
"	۶	حسن ناز	حسن و ناز	"		پراب	پہ تواب
۴۴	۹	اسر	اثر	۷۴	۱۴	حسینون مین	جبینون مین
۴۵		چرچ	خرچ	۷۵	۱۵	تخت و عزت	تخت عزت
"	۱۲	واللہ باللہ	واللہ و باللہ	۸۲	۷	بادہ	سلیقہ
۴۶	۶	ہذہبی	مذہبی	"	۸	تقدیر	تدبیر
"	۲۱	تری	تیری	"	۱۰	لطف عیش	لطف و عیش
۵۱	۶	تانِ	تان	۸۴	۱۱	کملانے	کمہلانے
"	۱۱	اوسکے	اوسکی	۸۷	۱۱	نہ ہو چشم تمنا کسطرح	نہ ہو چشم تمنا کسطرح
"	۱۳	بالون سے	بالون کو			محو رخ روشن	محو رخ روشن
"	۱۷	بات کو دنیا کی	بات کی دنیا کو	۸۸	۴	جا آ نہین سکتا	جا نہین سکتا
۵۵	۷	جشن	جشنِ	"	۱۱	سہنے	سینے
۵۸	۲	قالیون	قالیون	"	۱۸	قسمت مین	قسمت کا
"	۴	کنیزہی	کنیزی	۸۹	۹	[illegible]	[illegible]
"	۶	دولون	دونون				
۵۹	۱۱	ستم کی	ستم کا				

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۵۰	۱۵	پیمانہ اگر پھر ہوا ماو"سے میں کیف شور	پیمانہ ہوا ماو سے میں کیف پر شعور
۱۵۶	۳	دل سے	ویسے
۱۶۶	۴	دہر گی	دہر کی
۱۶۷	۱۲	نوک و پلک	نوک پلک
۱۷۰	۴	بلبند	لنڈ
۱۷۱	۲	شغرب	مغرب
۱۷۵	۱۲	مزاج	مزاح
〃	۱۷	خواب اسب	خوب است
۱۷۹	۱۰	رباہی عناصر	رباعی عناصر
〃	۱۶	چراغ وکعبہ	چراغ کعبہ
۱۸۰	۵	منصف	مصنف
۱۸۱	۲	چپکے	جھپکے
۱۸۳	۱۳	پرکی	پرکی
۱۸۹	۱۴	تو کت	تو برکت
۱۹۱	۱۲	گٹی	کٹّی
۱۹۲	۲	اُجڑ رہے ہین	اُجڑ رہی ہین
۱۹۷	۱۶	اُڑ لئے	اوسے

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۲۱۰	۶	ویدوزند	ویدو ژند
۲۱۲	۱۴	پا نون	پانوون
۲۱۸	۱	ساتھی کیونکر	ساتھی کیون
〃	۱۹	یا چشم	با چشم
۲۲۰	۷	جنکو	جسکو
〃	۱۵	زبان بیتار پر	زبان تار پر
۲۲۲	۲	بیکار لہ	بیکار
〃	۸	سیہ نظم	یہ نظم
۲۲۳	۱	مصلّے ہی پر	مصلّے ہی پہ
۲۲۵	۱	مادّے	یہ ذرّون
۲۲۶	۱	اک آڑ	اک حیلہ
۲۲۸	۷	زکاکت	رکاکت
۲۲۷	۳	تیر نظر نے جھرکو	تیرون نے غم کے قلب کو
۲۳۸	۱۳	حواب	جواب
〃	۱۶	حب قوم	قوم حب
〃	۱۸	مجھے	ہمین
۲۴۰	۱۱	دارالاسلام	مالک اسلام
۲۴۱	۱۴	مری	مرے
۲۴۲	۱	اک پال اک اونٹنی اور اک پانی مشک	ایک اونٹنی ایک پال پانی اک مشک

۱۰ ف صفحہ ۱۲۶ سطر ۲۰ کا شعر شراب عشق الخ خارج سمجھنا چاہیے۔

۱۱

سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
١٨	حضرت وعظ	حضرت واعظ	١٠٨	٧	بہولاہے	بہولاہواہے
٥	جاہ وحشم	جاہ وحشم	١٠٩	٢	نگاہ ہے ترچہی	نگاہ ترچہی
״	دارا و	دارا وٗ	״	٣	مریجان	مری جان
٦	حسن	حُسن	١١٠	٦	کسطرح سے	کسطرح یہ
٦	طفلی	طفلی	١١٢	٨	آئین جلدی	آئین وہ جلد
٥	دینداری اونکی	اونکی دینداری ہے	١١٨	٤	نمونہ	نمونا
١٩	جلدی کرو	جلد اب کرو	١١٩	١٢	پاؤن	پانوون
٢	ناامیدی سے	ناامیدی سی	١٢٢	٤	جوسہے	جوہو
١١	سنگِ دل	سنگ دل	١٢٣	١	آئینہ ہے ہوا	آئینہ ہوا
٢٠	[illegible]	[illegible]	١٢٤	٩	تغیر	تغییر
			״	١٣	میخوردہ انداز	میخوردہ از
			״	١٤	در دستت	در دست است
			״	١٦	سپہر	سپہر
			١٣٨	٦	فصل گل پہ	فصل گل ہین
			١٤٢	١١	بزم وستے	بزم سے
			١٤٣	١٥	ولوسے	ولولے
١٠	وہ اشک پاک	وہ پونچھین آنسو	١٤٥	٥	گہنگرون	گہنگرودن
	کرین-	مرے-	١٤٧	٤	سحن	سخن
٤	گدہر	کدہر	١٤٩	٤	مہراج سب ہین	مہراج ہین سب
١٢	شراخ	شرح	״	١٦	یہ بات ہے	

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۲۴۳	۷	ط و بیٰ	طوبیٰ
۲۴۵	۶	پڑہتے نہین	پڑہتی نہین
۲۴۶	۵	سخن تو ہے	سخن تو ہے ہی
۲۴۹	۱۵	ناتوان ہین	ناتوان ہین
۲۵۱	۱۵	گلیرخان	گلرخان
"	۲۱	ی۔ الس ای	سی ایس آئی
۲۵۲	۹	مہندی	مہدی
۲۵۷	۱	نکتہ چینیون	نکتہ چینون
۲۵۹	۵	بیٹھہ گیا	پیٹھہ گیا
۲۶۰	۱۸	نہم	بہم
۲۶۱	۵	چون	چو
۲۶۲	۱۲	گوشش	کوشش

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۲۶۲	۲۰	پٹشے	پٹکشتے
۲۶۳	۱۹	۱؎	۲؎
"	"	۲؎	۱؎
۲۶۷	۶	مئی	می
"	۱۱	مہندی	مہدی
"	۱۶	جہگڑا ابہی	جہگڑا کبہی
۲۶۷	۲۰	ختم انگریزی	ختم ہوا انگریزی
۲۶۸	۱۳	سنو	سنون
۲۶۹	۴	پتلون کے	۔
۲۸۰	۶	ہاے خامہ	پائے خامہ

تمت

M. Hashim

نوٹ صفحہ ۱۲۶ سطر ۲۰ کا شعر شراب عشق الخ کو خارج سمجھنا چاہیے۔

RULES:—

1. The book must be returned on the date stamped above.
2. A fine of Re. 1.00 per volume per day shall be charged for text-books and 10 Paise per volume per day for general books kept over-due.